اسلام کے تشکیلی دور میں صلح و جنگ کے اصول

اور عصر حاضر میں ان سے استفادہ

(تحقیقی و تجزیاتی جائزہ)

تحقیقی مقالہ برائے ایم فل (علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

محمد اشرف

ایم فل علوم اسلامیہ

نگران تحقیق

ڈاکٹر واحد اللہ ایّوب الازھری

(شعبہ علوم اسلامیہ، نمل)

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

مارچ 2018ء

اسلام کے تشکیلی دور میں صلح و جنگ کے اصول

اور عصر حاضر میں ان سے استفادہ

(تحقیقی و تجزیاتی جائزہ)

تحقیقی مقالہ برائے ایم فل (علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

محمد اشرف

ایم فل علوم اسلامیہ

نگران تحقیق

ڈاکٹر واحد اللہ ایّوب الازہری

(شعبہ علوم اسلامیہ، نمل)

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

مارچ 2018ء

محمد اشرف©

بسم الله الرحمن الرحيم

برائے مقالہ ودفاع مقالہ

(Thesis and defance approval form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھااور مقالہ کے دفاع کو جانچاہے وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالہ کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: اسلام کے تشکیلی دور میں صلح وجنگ کے اصول اور عصر حاضر میں ان سے استفادہ

The law of peace and war in the developing period of islam and get their benefits in present time

(Research and Analysis Review)

نام ڈگری: ایم فل علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: محمد اشرف

رجسٹریشن نمبر: 1088-MPhil/IS/F15

ڈاکٹر واحد اللہ ایوّب الازھری

(نگران مقالہ) ____________________ نگران مقالہ کے دستخط

پروفیسر ڈاکٹر شاہد صدیقی

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) ____________________ ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز کے دستخط

بریگیڈئیر محمد ابراہیم

(ڈائریکٹر جنرل) ____________________ ڈائریکٹر جنرل کے دستخط

تاریخ: ____________________

حلف نامہ فارم

(Candidate declaration form)

میں محمد اشرف ولد محمد اسحاق

رول نمبر: 04 رجسٹریشن نمبر: 1088-MPhil/IS/F15

طالبعلم، ایم فل شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ مقالہ

بعنوان: **اسلام کے تشکیلی دور میں صلح وجنگ کے اصول اور عصر حاضر میں ان سے استفادہ**

The law of peace and war in the developing period of islam and get their benefits in present time

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، اور **ڈاکٹر واحد اللہ ایّوب الازھری** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: **محمد اشرف**

دستخط مقالہ نگار: ____________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

انتساب

﴿رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾(القرآن)

میرے پیارے دوست میرے دادا جان، دادی محترمہ

(اللہ ان کی قبروں کو اپنے خاص نور سے بھر دے) کے نام

اور والد محترم و والدہ صاحبہ (**دام ظلّ هما علینا**) کریمین کے نام

میں اپنی اس تحقیقی کاوش کو ان عظیم ہستیوں کے نام منسوب کرتے ہوئے طمانیت قلب محسوس کرتا ہوں جن کی کمال شفقت ، حسن تربیت، پر خلوص دعاؤں اور بے مثال محبّت کی بدولت میں اس قابل ہو سکا۔

اظہار تشکر

حمد وستائش اس ذات کے لیے جس نے بنی نوع انسان پر احسان کرتے ہوئے قرآن کریم کو نازل کیا اور درود وسلام ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر کہ ان کو اس کتاب کے سکھانے اور سمجھانے کے لیے بطور معلم بھیجا گیا اور اسی نے انسانیّت کو عمدہ اخلاق سکھائے اور اجتہاد واستنباط کے اصول و قواعد وضع کیے گیے۔

اس مقالے کی تحقیق کے عمل میں جن اہم اداروں، شخصیات اور طالب علم ساتھیوں کی خدمات شامل حال رہی ہیں ان سب کے احسان کا معترف ہوں۔ اپنے محسنوں کا شکریہ اور ان کی قدر و منزلت ہمارے اوپر فرض ہے حسب ذیل اداروں اور شخصیات کا بالواسطہ اور بلاواسطہ تعاون حاصل رہا ہے:

- نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز۔ اسلام آباد
- انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی۔ اسلام آباد
- علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی۔ اسلام آباد

ان کے علاوہ درج ذیل شخصیات کی طرف سے مقالے کی تدوین میں بھرپور تعاون کرنے پر اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں:

- ڈاکٹر شاہد صدیقی صاحب ڈین سوشل سائنسز اور ڈاکٹر سید عبدالغفار بخاری صاحب کا کہ ان کی مشقتوں محنتوں اور درست سمت رہنمائی کا نتیجہ ہے کہ آج میں اس مقالہ کے دفاع کی لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔
- ڈاکٹر واحداللہ ایّوب الازہری صاحب کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ممنوں ہوں جنہوں نے اس مقالے کے عنوان کے تعین میں مدد فراہم کر کے اس تحقیقی عمل کی سمت متعین کرنے میں رہنمائی فرمائی اور بحثیت نگران مقالہ انتہائی شفقت کے ساتھ رہنمائی فرماکر اس تحقیقی عمل کی تیاری اور تکمیل میں بھرپور معاونت فرمائی۔
- والدین کی دعائیں ہمیشہ شامل حال رہیں۔
- اس کے علاوہ میں اپنی بیوی اور بچوں کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے بہت ساری تکالیف برداشت کر کے مجھے یہ موقع فراہم کیا اور میرا ساتھ دیا۔
- ایف جی ڈگری کالج اٹک کینٹ کے پروفیسر اطہر قاضی کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے مختلف موقعوں پر مدد کی۔
- آخر میں تمام دوست احباب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش علمی کو اپنے دربار میں قبول فرمائے اور ہمارے لیئے باعث نجات بنائے۔ آمین

ABSTRACT

Laws of peace and war have a prominent place among international laws. These laws came into practice in 17th century. Later in World War 1 and 2 when millions of people were killed and many more taken to prison. The importance of these laws increased many fold. However Islam introduced these laws much earlier 14th century ago to be precise. Islam altogether rejected the traditional principles of warfare of that time and it offered a new set of rules based upon moral values.

On the century, present western laws are merely piece of paper and not in vogue. The slogans of human rights become meaningless when nations face confrontation.infact these wars are result on personal benefits.

(The law of peace and war in the developing period of Islam) is the topic of my thesis. In the first chapter the formulative period is thoroughly introduced. Second chapter deals with the time of Holy prophet (P.B.U.H) and need and importance of the period and detailed description of the famous Ghzwaat.Third chapter is about the brief introduction of caliphate, famous wars of the time and principles derived from those wars. Last chapter deals with presently principles of war, it also tell us how we can get benefits from Islamic laws regarding peace and war in present time.

In the light of Holy Quran and Sunnah the principles of peace and war are explained. Beside, these principles are explained by using authentic references from basic and secondary sources of Seerah.

After studying the U.N laws regarding war, it has dawned upon me that most of these laws have an astonishing similarity with Islamic laws. But when we try to practice these laws, their flaws become obvious i.e. these laws are implemented only upon member countries. Secondly if one group violates these laws, the other group would not be bound to follow these rules. Thirdly this organization is in hands of superpowers .these superpowers are decide the destiny of underdeveloped countries. These countries control the resources of the world and play havoc with innocent human lives.

The present thesis aims at:

a. Bringing reforms in the U.N laws regarding peace and war.
b. It can prove helpful to our Army a source of guidance to our army in the event of peace and war.

فہرستِ عنوانات

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۳	مقالہ اور دفاع کی منظوری کا فارم	1.
۴	حلف نامہ	2.
۵	انتساب	3.
۶	اظہار تشکّر	4.
۷	ABSTRACT	5.
۸	فہرست عنوانات	6.
۱۲	مقدّمہ	7.
۱۹	**باب اوّل: اسلام کے تشکیلی دور کا تعارف اور صلح وجنگ کا مفہوم**	8.
۲۰	**فصل اوّل: تشکیلی دور کا تعارف**	9.
۲۱	مبحث اوّل: لغوی تحقیق	10.
۲۲	مبحث دوّم: اصطلاحی مفہوم	11.
۲۲	مبحث سوّم: اسلام کے تشکیلی دور کا مختصر جائزہ	12.
۴۰	**فصل دوّم: صلح وجنگ کا مفہوم**	13.
۴۱	مبحث اوّل: لغوی تحقیق	14.
۴۲	مبحث دوّم: اصطلاحی مفہوم	15.

16.	فصل سوّم: انسانی سماج میں صلح و جنگ کی حاجت و مصلحت	۴۶
17.	مبحث اوّل: قرآن کی روشنی میں	۴۸
18.	مبحث دوّم: تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں	۵۴
19.	باب دوّم: اسلام کے تشکیلی دور اوّل میں صلح و جنگ کے اصولوں کا جائزہ	۶۲
20.	فصل اوّل: عہد نبوی ﷺ کا مختصر تعارف	۶۴
21.	مبحث اوّل: نبوّت کا مختصر تعارف	۶۴
22.	مبحث سوّم : سیرت محمّدی ﷺ کی روشنی میں	۶۵
23.	فصل دوّم: عہد نبوی ﷺ میں غزوات و سرایا کا مختصر تعارف	۷۵
24.	مبحث اوّل : غزوات کی تعداد اور مختصر تعارف	۷۶
25.	مبحث دوّم : سرایا کا مختصر تعارف	۱۰۴
26.	فصل سوّم : عہد نبوی ﷺ میں صلح و جنگ کے اصول	۱۱۳
27.	مبحث اوّل: صلح کے اصول	۱۱۵
28.	مبحث دوّم: جنگ کے اصول	۱۲۲
29.	باب سوّم: اسلام کے تشکیلی دور ثانی میں صلح و جنگ کے اصولوں کا جائزہ	۱۲۹
30.	فصل اوّل: خلافت راشدہ کا تعارف	۱۳۱
31.	مبحث اوّل: لغوی تحقیق	۱۳۳
32.	مبحث دوّم: قرآن سے وضاحت	۱۳۳
33.	مبحث سوّم : تاریخی واقعات کی روشنی میں	۱۳۵

34.	**فصل دوّم: عہد خلفائے راشدین میں وقوع پزیر معروف جنگوں کا تعارف**	۱۴۰
35.	**فصل سوّم: عہد خلفائے راشدہ میں اصول صلح وجنگ**	۱۶۲
36.	مبحث اوّل : صلح کے معاہدات اور اصول وضوابط	۱۶۲
37.	مبحث دوّم : جنگ کے اصول وضوابط	۱۶۶
38.	**باب چہارم: اسلام کے تشکیلی دور کے اصول صلح وجنگ سے عصر حاضر میں استفادہ**	۱۷۲
39.	**فصل اوّل: عصر حاضر میں صلح وجنگ کی معروف صورتیں**	۱۷۳
40.	مبحث اوّل: جنگی اصول وضوابط کی مختصر تاریخ	۱۷۵
41.	مبحث دوّم: چند معروف جنگوں کے حالات وواقعات	۱۷۷
42.	مبحث سوّم: اقوام عالم کے وضع کردہ قوانین صلح وجنگ	۱۸۱
43.	**فصل دوّم: عصر حاضر میں تشکیلی دور کے صلح وجنگ کے اصولوں سے استفادہ**	۱۸۸
44.	مبحث اوّل: صلح کے اصولوں سے استفادہ	۱۸۹
45.	مبحث دوّم: اصول جنگ سے استفادہ	۲۰۱
46.	نتائج مقالہ	۲۱۷
47.	سفارشات	۲۲۰
48.	فہرست آیات	۲۲۲
49	فہرست احادیث	۲۲۵
50	فہرست اعلام	۲۲۸

51	فہرست اماکن	۲۲۹
52	مصادر و مراجع	۲۳۰

مقدّمہ

موضوع تحقیق کا پس منظر:

بعثت نبوی ﷺ کا اصل مقصد اور غرض انسانی زندگی کو راہ راست پر لانا اور اصلاح اعمال ہی ہے جس طرح طہارت جسمانی وروحانی، فضائل اعمال اور عبادات ہماری زندگی کا حصّہ ہیں اسی طرح اقوام کے مابین جنگ وجدل اور صلح کے معاملات بھی حقیقت کا درجہ رکھتے ہیں۔ جنگوں کے بغیر حیات انسانی صحیح رخ پر نہیں چل سکتی۔ مثال کے طور پر جسم کے اندر اگر کوئی پھوڑا بن جائے تو اس ناسور کو نکالنا اور بدن کے اس حصّے سے اسے آپریٹ کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جب کچھ باطل قوّتیں فساد و بربریّت پر اتر آئیں، انسانوں کو اپنا غلام بنانا شروع کردیں، ظالم طاقت کے بل بوتے پر اپنے ہی جیسے انسانوں کے خون کو اپنے لیے حلال سمجھ بیٹھے اور ان حالات میں اہل حق اور اہل بصیرت لوگوں کے لیے خاموش رہنا بالکل ایسا ہی ہے کہ انسان اپنے ہی جسم کے اندر اس کینسر کے پھوڑے کو برداشت کرلے اور اس کا علاج نہ کرائے۔ تو وہ پورے جسم میں پھیل جائے گا۔ اور موت کا انتظار کرے گا۔ معاشرے سے غلیظ عناصر کا خاتمہ، فساد بربریت پھیلانے والے عناصر کا تدارک کرنا اور ایک پرامن معاشرے کی تشکیل کرنا اہل حق پر لازم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں حق اور باطل کی کشمکش جاری رہی ہے اور یوں تکمیل انسانیت کا یہ سلسلہ ہمیشہ سے جاری وساری ہے۔

بدقسمتی سے اسلامی تعلیمات کی عدم آگاہی اور کوتاہ علمی اور محدود سوچ کی وجہ سے قرآن وسنّت کی طرف سے متعیّن اصولوں کو بعض لوگ تنگ نظری سے تعبیر کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ انصاف کی بنیاد پر پرکھا جائے تو اسلام کے علاوہ باقی تمام تہذیبوں کے اصول و قوانین خود ساختہ ہیں اور انسان کی محدود سوچ کا نتیجہ ہیں۔ اس طرح کے خیالات کا اظہار یا تو وہ لوگ کرتے نظر آتے ہیں جو یا تو خود تنگ نظر ہوتے ہیں اور دینی فہم سے خالی اور جہالت کا شکار ہوتے ہیں یا پھر اپنی اسی ناسمجھی کی بنیاد پر کسی ایسی تہذیب کا رنگ ڈھنگ قبول کرلیتے ہیں جو دین متین کے مزاج کے منافی ہوتا ہے اور ان کا اپنا انداز زندگانی ضرورت سے زیادہ آزادی چاہتا ہے اور اسکی ایک وجہ خود مسلمانوں کا قرآنی تعلیمات کو درست انداز میں نہ سمجھنا اور عمل میں ظاہر وباطن میں اس کا اظہار نہ کرنا بھی قرار پاتا ہے جس کی وجّہ سے دین اسلام کا صحیح چہرہ عالم انسانیّت پر ظاہر نہ ہوسکا۔

اسلامی تعلیمات میں جنگوں کا مقصد انسانی حقوق کا تحفّظ ہے اور ایک پر امن معاشرہ کا قیام ہے۔یہ وجہ تھی کہ نبی آخر الزمان ﷺ نے جنگوں کے مروجہ طریقوں کو بدل کر رکھ دیا۔اور ایسے اصول و قوانین وضع کیے جن کی روشنی میں آج کا انسان بھی امن کی منزل تک باآسانی پہنچ سکتا ہے۔کہ ان میں انسانی حقوق کی مکمل ضمانت موجود ہے۔بچوں ،بوڑھوں ،عورتوں ،غیر مقاتلین ،قیدیوں ،زخمیوں ،سفراء،عبادت گاہوں ،خانقاہوں ،اور مستامن لوگوں کے لیے یہ اصول آب حیات ہیں ۔اور دور جاہلیّت کی جنگوں کی نفی کرتے ہیں۔جہاں جنگوں کا مقصد محض دنیاوی جاہ وجلال کا حصول،علاقوں پر قبضہ ،اور انسانوں کو غلام بنانا ہی تھا۔اس کے علاوہ انتقامی کاروائیوں میں انسانی جانوں کی بے حرمتی،کھوپڑیوں میں شراب نوشی،عورتوں اور غلاموں کی خرید وفروخت ،مال غنیمت کا حصول،قیدیوں کو باندھ کر قتل کرنااور جلانا،اور مردہ لاشوں کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہار بنا کر پھرنا۔جرائم کی فہرست میں نہ آتا تھا۔بلکہ یہ چلن عام تھا۔اور ایسا کرنا کچھ معیوب نہ سمجھا جاتا تھا۔

اسلام کے تشکیلی دور میں جہاں باقی شعبہ ہائے زندگی میں انسانوں کے لیے ہدایت و راہنمائی کے اصول مدوّن کر دیئے گئے تھے۔نبی کریم ﷺ نے جنگوں کے لیے بھی واضح ہدایات دیں تھیں۔اور سیرت نبوی ﷺ میں تکریم انسانیت کی عمدہ مثالیں آج بھی جادہ عمل ہیں۔نبی کریم ﷺ نے غزوات و سرایا میں مسلمانوں کے لیے واضح ہدایات چھوڑی ہیں۔جن میں مسلمانوں کو اچھے اخلاق کا درس دیا گیا ہے اور برے اخلاق کی ممانعت کی گئی ہے۔اور ساتھ ہی عمل کے ایسے عمدہ نمونے موجود ہیں جن کا ادراک آج کا انسانی حقوق کا علمبردار انسان بھی نہیں کر سکتا۔پھر آپ کے بعد آنے والے خلفائے راشدین نے بھی ان جنگی اصولوں کا خیال رکھا اور جنگوں کے دوران جو ہدایات سپہ سالاروں کو دی جاتی تھیں وہ اطاعت نبوی ﷺ کا عکس ہیں۔

پس نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام انسان کی بامقصد زندگی کا قائل ہے اور کسی حالت میں بھی انسان کو اخلاق کے دائرے سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دیتا۔جبکہ اس کے برعکس غیر اسلامی معاشرہ ان اعلیٰ مقاصد کے حصول سے خالی ہے۔جس کا نتیجہ معاشرے کی تباہی پر منتہی ہوتا ہے۔غیر اسلامی تصور حیات انسان کو خواہش کا غلام بنا دیتا ہے۔مادر پدر آزاد معاشرہ انسان کو ہر جائز و ناجائز عمل سر انجام دینے پر آمادہ کرتا ہے۔جبکہ اسلام اپنے اصول و قوانین کے ذریعے انسان کو حقیقی زندگی کا راستہ بتلاتا ہے ۔تاکہ انسان کج روی و گمراہی سے بچ سکے۔اور انسانی صلاحیتیں بھرپور انداز میں پروان چڑھ سکیں۔عصر حاضر کی تہذیبوں کو بھی ان اصولوں سے مستفید ہونا چاہیے۔تاکہ دنیا میں امن و سلامتی کا سورج طلوع ہو سکے۔

موضوع کا تعارف:

بین الاقوامی قوانین میں "صلح و جنگ" ہمیشہ ایک خاص موضوع رہا ہے۔ لیکن اسلامی شریعت میں اس کی اہمیّت اس لیے بھی ہے کہ دعوت و تبلیغ کے ساتھ جہاد بالسیف کو باقاعدہ دین اسلام کے ایک رکن کی حیثیت حاصل ہے۔ اور ناگزیر حالات میں یہ فرض عین کی صورت اختیار کر جاتا ہے اور جہاد کی جتنی بھی اقسام ہیں ان کو حق کے قیام کے لیے عمل میں لایا جاتا ہے ۔قرآن و حدیث میں جنگ کو "قتال" کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور وہ تمام قواعد و ضوابط جو صلح و جنگ سے متعلّق ہیں ۔نہائیت خوبصورت اور جامع انداز میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ ادیان عالم میں سے کسی مذہب و دین نے ان اصولوں کو ایسے بیان نہیں کیا ہے۔

دوسری خاص بات ان اصولوں کی تکریم انسانیت سے متعلّق ہے۔ کہ اگر جنگوں میں ان اصولوں کو پس پشت ڈال دیا جائے۔ تو انسانیت سوز مظالم کی داستان بہت پرانی ہے۔ دور جدید میں بھی دوران جنگ خوب جنگی قوانین کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں ۔اور انسانوں کے وضع کردہ قوانین پس صفحہ قرطاس کی زینت ہی بنے رہتے ہیں۔ بے دریغ انسانیت کی تذلیل ہوتی ہے۔ اسلام نے اسی لیے جنگ کو بھی اصول و قوانین کا پابند ٹھہرایا ہے۔ اور شریعت نے صلح کے قوانین بھی واضح اور مفصل بیان کر دیئے ہیں کہ صلح کن شرائط اور کن لوگوں کے ساتھ ہونی چاہیے درحقیقت اسلام کے صلح و جنگ کے اصول انسانیت کے لیے امن کا استعارہ ہیں۔

اسلوب تحقیق:

مقالہ ہذا میں معیاری اور بیانیہ طریقہ تحقیق (Qualitative and Descriptive) اختیار کیا گیا ہے۔ مواد کی جمع آوری کے لیے سب سے پہلے اولین مصادر یعنی قرآن و سنت کا موضوعاتی مطالعہ کیا گیا اور صلح و جنگ کے اصولوں اور مترادفات کے مختلف استعمالات اور ان کے مدلولات کو دیکھا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ثانوی مصادر یعنی کتب تفاسیر، شروح احادیث، کتب اسلاف، مقالہ جات، معاجم اور کتب لغت وغیرہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ مزید برآں علوم اسلامیہ میں تحقیق کے بنیادی قواعد و ضوابط کی مکمل رعایت کی گئی ہے جن میں حواشی، حوالہ جات، فنی فہارس مثلا فہرست موضوعات، فہرست آیات، فہرست احادیث، فہرست اعلام، فہرست اماکن اور فہرست مصادر و مراجع وغیرہ شامل ہیں۔

موضوع تحقیق کا بنیادی مسئلہ:

اسلام کے تشکیلی دور کا تعارف اور اسلام کے جنگی اصول و قواعد کی روشنی میں عصر حاضر کے نوجوانوں کی اصلاح و تربیت کرنا تا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے حربی اخلاق کا مطالعہ کر کے اور اس پر عمل پیرا ہو کر دنیا میں باعزّت مقام حاصل کر سکیں۔ دشمن کے اسلام مخالف جھوٹے پروپیگنڈے کا دلائل کے ساتھ جواب دے سکیں۔

مجوزہ موضوع پر ما قبل تحقیق:

۱۔ الجہاد فی الاسلام، مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ، اے این اے پرنٹرز لاہور۔

۲۔ نبی اکرم ﷺ بحثیت سپہ سالار، مولانا عبدالرّحمان کیلانیؒ، مکتبہ السلام، وسن پورہ لاہور۔

۳۔ رحمۃ اللعالمین، قاضی سلیمان سلمان منصور پوری، مکتبہ الفیصل اردو بازار لاہور۔

۴۔ بین الاقوامی تعلقات، ڈاکٹر وہبہ ذحیلی، ترجمہ مولانا حکیم اللہ، مطبع ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد۔

۵۔ نامور مسلم سپہ سالاروں کی جنگی حکمت عملی کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ، (غلام میمونہ) ایم اے اسلامیات، یونیورسٹی آف پنجاب لاہور۔

۶۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ (فرخندہ جبیں) یونیورسٹی آف پنجاب لاہور۔

اس تحقیقی کام کے باوجود مجموعی انداز سے نیز ایم فل اور پی ایچ ڈی لیول پر تحقیقی مقالے کی صورت میں کوئی کام نہیں ہوا۔ چنانچہ اسلام کے تشکیلی دور کے صلح و جنگ کے اصول و قواعد کے حوالے سے کچھ گوشے اور پہلو تشنہ تحقیق ہیں۔ جن کو بازیافت کیے بغیر موضوع کا کامل مطالعہ ممکن نہیں ہے۔

مقالہ ہذا میں کوشش کی گئی ہے کہ اسلام کے تشکیلی دور کا تعیّن کرتے ہوئے صلح و جنگ کے تمام پہلوؤں کو تحقیقی انداز میں اس طرح پیش کیا جائے کہ اکیسویں صدی کے مسلمان سپہ سالاروں کے لیے بہترین و کامل نمونہ بن جائے۔

اہداف مقاصد تحقیق:

مقالہ تحقیق کے مقاصد درج ذیل ہیں:

۱۔ اس تحقیق کے ذریعے دہشت گردی کے اسباب اور وجوہات کو دریافت کرنا اور ان کا مؤثر حل پیش کرنا۔

۲۔ منتخب موضوع کے بارے میں اپنی استعداد کے مطابق آگاہی حاصل کرنا۔

۳۔اسلام کے تشکیلی دور میں صلح و جنگ کے اصولوں سے عصر حاضر میں استفادہ کرنا۔

۴۔اسلام کے صلح و جنگ کے اصول و قواعد کو اکیسویں صدی کے مسلم سپہ سالاروں کے لیے بطور نمونہ اور مثال پیش کرنا۔

۵۔اسلام کے تشکیلی دور کا تعیّن کر کے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے سیاسی، دفاعی، اور حربی حکمت عملی سے عصر حاضر میں استفادہ کرنا۔

۶۔ عصر حاضر کے صلح و جنگ کے قوانین کا مطالعہ کرنا اور ان میں موجود سقم کو واضح کرنا۔

تحقیقی سوالات:

۱۔اسلام کے تشکیلی دور کا اطلاق کون سے ادوار تک محدود ہے ؟

۲۔اسلام کے تشکیلی دور کے صلح و جنگ کے اصول کون کون سے ہیں؟

۳۔اکیسویں صدی کے چیلنجز کی روشنی میں نبی کریم ﷺ اور جرنیل صحابہ کرامؓ کی کونسی حکمت عملیاں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں؟

۴۔اسلام اور عصر حاضر میں بین الاقوامی صلح و جنگ کے اصولوں میں کیا فرق ہے؟

۵۔ عصر حاضر میں اسلام کے صلح و جنگ کے اصولوں کی عملی تطبیق کیسے ممکن ہے؟

باب اول:

اسلام کے تشکیلی دور کا تعارف

اور صلح و جنگ کا مفہوم

فصل اول: تشکیلی دور کا تعارف

فصل دوم: صلح و جنگ کا مفہوم

فصل سوم: انسانی سماج میں صلح و جنگ کی حاجت و مصلحت

فصل اوّل:

تشکیلی دور کا تعارف

مبحث اوّل: لغوی تحقیق

مبحث دوّم: اصطلاحی مفہوم

مبحث سوّم: اسلام کے تشکیلی دور کا مختصر جائزہ

تشکیلی دور کا تعارف

اسلامی دور کی تشکیل کا آغاز تو بعثت نبوی سے ہی ہو گیا تھا البتہ ان احکام کو پنپنے کے لیے ایسے معاشرے کی ضرورت تھی جہاں ان اصول و احکام کو عملی شکل دیتے ہوئے تا قیامت وجود میں آنے والے دیگر معاشروں کے لیے ایک بہترین نمونہ بنایا جاسکے۔ چنانچہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ کی صورت میں ایک ایسا معاشرہ تشکیل پا چکا تھا جہاں اسلامی تہذیب و تمدن کو نشو نما پا نے کے لیے ان گنت مواقع اور اسباب میسّر ہوں۔ اخلاق معاشرت، تمدن، معیشت، سیاست، سیادت، عائلی اور انفرادی شعبہ زندگی اس دور کی تہذیبوں سے جداگانہ تھے۔ مساجد کا قیام، اسلامی فوجداری، دیوانی قوانین اور عدالتوں کے ذریعے ان کا نفاذ، لین دین اور خرید و فروخت کے اصلاح شدہ طریقوں کا رواج، وراثت، نکاح و طلاق کے قوانین، شرعی پردہ اور استیذان کے احکامات، زنا اور قذف کی سزائیں نافذ ہو چکی تھیں۔ نشست و برخاست، بول چال، کھانے پینے، وضع قطع اور رہنے سہنے کے آداب مستقل اور انفرادی وضع اختیار کر چکے تھے۔ اس فصل میں اسلام کے تشکیلی دور کا تعارف پیش کیا جائے گا۔

لفظ ''تشکیلی دور'' کی لغوی تحقیق

تشکیلی دور دو لفظوں سے مرکب ہے۔ یعنی وہ دور جس میں اصول و احکام وغیرہ تشکیلی مراحل سے گزر رہے ہوں۔ اس سے پہلے کہ تشکیلی دور کی اصطلاحی تعریف کو ذکر کیا جائے۔ مختلف کتب لغات میں وارد لفظ ''تشکیل'' کے معنی و مفہوم کو جاننے کی کوشش کی جاتی ہے۔

<u>فیروز اللغات کے مطابق</u>

''تشکیل سے مراد شکل بنانا، ساخت، ترکیب، بناوٹ، خاکہ بنانا، کے معنوں میں استعمال ہوا ہے''۔ [1]

<u>جہانگیر اللغات کے مطابق</u>

''کسی خیال یا تصور کو شکل دینا یا عمل میں لانا یا نقشہ تیار کرنا وغیرہ''۔ [2]

---

1 فیروز اللغات، مولوی فیروز الدین، فیروز سنز لمیٹڈ کراچی، ص ۳۶۱

2 جہانگیر اردو لغت، وصی اللہ کھوکھر، جہانگیر بکس کراچی، ص ۳۷۱

اردو کی مشہور ڈکشنری لغات سعیدی کے مطابق

"شکل بنانا، محاورہ حال میں کوئی جماعت بنانا، کتاب پر اعراب لگانا ہیں"۔ [1]

تشکیلی دور کی اصطلاحی تعریف

مندرجہ بالا تمام تعریفات کی روشنی میں تشکیلی دور کی اصطلاحی تعریف یہ ہو گی کہ وہ دور جس میں قوانین مرتب کیے جائیں، کوئی ایسا ادارہ معرض وجود میں آئے جو لوگوں کی زندگیوں پر دسترس رکھتا ہو اور ان میں حدود و قوانین کو عملدرآمد کرانے کی سعی وجہد کرے اور اداروں کو نئے سرے سے قائم کرے جس میں تعلیم، فوج، مالیے کا انتظام و انصرام، اور سرکاری سیکرٹریٹ وغیرہ کی نئے سرے سے بنیاد رکھی جائے۔

اسلام کے تشکیلی دور کا تعارف

اسلام کے تشکیلی دور سے مراد عہد نبوی ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کا دور لیا جا سکتا ہے کیونکہ ان ادوار میں اسلامی احکامات کو نہ صرف کتابی صورت میں مرتب کیا گیا بلکہ ان پر عملدرآمد بھی کر کے دکھایا گیا یہاں ان قوانین کی وضاحت ضروری ہے جو اس دور میں مرتب و مدون ہوئے۔

عہد نبوی میں تعلیم کی تشکیل

نبی کریم ﷺ نے وحی الٰہی کی روشنی میں ریاست مدینہ میں تعلیم کی بنیاد رکھی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ -خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ - اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ- عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴾[2]

ترجمہ۔اے نبی کریم ﷺ اپنے پروردگار کے بابرکت نام سے پڑھنا شروع کریں جس نے انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا اور اس معظم و مکرم ذات کا نام لیکر پڑھیں جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

پھر ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

---

1 لغات سعیدی، مولوی عبدالعزیز، کانپور انڈیا، ۱۹۳۶ء ، ص ۱۳۷

2 سورۃ العلق، ۳۰:۱

﴿وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ﴾[1]

ترجمہ: اور تمہیں علم نہ دیا گیا مگر تھوڑا۔

اس طرح کی بیسیوں آیات تعلیم کی اہمیت پر زور دیتی ہیں قبل از اسلام لکھنے پڑھنے کا خاص ذوق نہ تھا لیکن نبی کریم ﷺ نے عملی اقدامات کیے ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے سب سے پہلے مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی اور اس کے اندر صفہ نامی ایک چبوترہ بنوایا تھا جہاں صحابہ کرام رہائش پذیر بھی ہوتے تھے اور تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام تھا۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے اپنی کتاب خطبات بہاولپور میں صفہ کی اس درس گاہ کا مکمل نقشہ کھینچا ہے لکھتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ ان طالب علموں کی سرکاری خزانے سے امداد فرماتے تھے یا صحابہ کرام کی فیاضی کی بدولت ان کو مختلف اشیا ملتی تھیں اس کے علاوہ وہ خود بھی محنت و مشقت کر کے اپنا انتظام وانصرام کرتے تھے تا کہ دوسروں پر بوجھ نہ بنیں''۔[2]

صفہ میں جو تعلیم دی جاتی تھی وہ اسلام کی ابتدائی تعلیم تھی اس درسگاہ کے ساتھ ساتھ مدینہ منورہ میں اور بھی درسگاہیں قائم ہوئیں۔

بلاذری کی روایت کے مطابق:

اس وقت مدینہ میں نو مساجد تھیں جن میں لوگوں کی تعلیم کا اہتمام تھا نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ اپنے محلہ کی مسجد میں اپنے ہمسایوں سے تعلیم حاصل کرو۔[3]

غزوہ بدر کا ایک واقعہ بھی اس ضمن میں بیان کیا جاتا ہے جس میں جنگ میں پکڑے جانے والے قیدیوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے حکم دیا تھا:

''جو فدیہ دے سکتے ہیں وہ فدیہ دے کر اپنی جان چھڑا لیں اور جو لوگ فدیہ دینے کی طاقت نہیں رکھتے تو ان میں سے ہر شخص ہمارے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا کر اپنی خلاصی کرالے''۔[1]

جنگی ماحول میں تعلیمی انتظامات کی یہ ایک انوکھی مثال تھی اسی طرح جن لوگوں کو کسی علاقے میں انتظامات کرنے کے لیے گورنر بنا کر بھیجا جاتا تھا انہیں بھی لوگوں کی تعلیم کا بندوبست کرنے کی ہدایات کی جاتیں تھیں۔

---

1 سورۃ بنی اسرائیل، ۱۵:۸۵

2 خطبات بہاولپور، ڈاکٹر حمید اللہ، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص ۲۶۹

3 جمل من انساب الاشراف احمد بن یحیٰ بن جابر البلاذری، طبع اولی، مکتبہ دار الفکر بیروت لبنان، ۱۴۱۸ھ، باب الاذان، ج ۱، ص ۳۲۳

تاریخ طبری کی روایت کے مطابق گورنرز کو درج ذیل ہدایات دی گئیں تھیں:

"نبی کریم ﷺ نے جب حضرت عمرو بن حزمؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو ان کو جو ہدایت نامہ دیا گیا اس میں جہاں ٹیکس ،انتظامی معاملات اور عدل وانصاف کے متعلق ہدایات دی گئیں وہیں گورنر کے فرائض میں اس بات کو بھی شامل کیا گیا کہ وہ اپنے دائرہ کار میں رہنے والے لوگوں کی تعلیم وتربیت کا بھی اہتمام کرے"۔ [(2)]

سنن ابن ماجہ کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تمام لوگوں پر حصول علم کو لازمی قرار دے دیا تھا:

((طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ))[(3)]

ترجمہ: علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

فوج کی تشکیل

مدینہ میں ہجرت کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ کے لیے سب سے اہم مرحلہ فوج کی تشکیل کا ہی تھا کیونکہ مشرکین مکہ حضور ﷺ اور آپ کے ساتھیوں پر مصائب توڑنے ،ان کی جائیدادیں ضبط کرنے اور جلاوطن کرنے کے باوجود ابھی تک چین سے نہیں بیٹھے تھے جب مسلمان وہاں سے چلے گئے تب بھی انہیں چین نہیں آیا اور مدینہ والوں کو یہ لکھ بھیجا کہ ہمارے دشمن کو یا تو جان سے مار دو یا انہیں اپنے وطن سے نکال دو ورنہ ہم کوئی مناسب تدبیر کریں گے یہ ایک طرح کی فوجی حملے کی دھمکی تھی جس کو باآسانی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا تھا اس سلسلے میں سب سے پہلا کام لوگوں کے معاشی مسائل کا حل تھا۔ اس سے نبٹنے کے لیے آپ نے انصار اور مہاجرین کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم کیا انصار نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ یہ ہمارے باغ بھائیوں میں برابر تقسیم کردیے جائیں مہاجرین کا مکہ میں پیشہ تجارت تھا۔اور وہ کھیتی باڑی سے بالکل ناآشنا تھے۔

سیرت ابن ہشام میں ایک ایک مہاجر وانصار کا نام درج ہے۔[(4)]

---

1 صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل ابو عبداللہ بخاری الجعفی، طبع اولیٰ، ۱۴۲۲ھ ، باب قصہ غزوہ بدر، ج۵، ص ۳۱۲

تاریخ الرّسل والملوک، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب آملی، ابو جعفر طبری، دار التراث بیروت، ۱۳۸۵ھ ، باب سریہ خالد بن ولید،

2 ج۳، ص۱۲۸

3 سنن ابن ماجہ، ابن ماجہ ابو عبداللہ محمد بن یزید قزوینی، دار الکتب احیاء العربی، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، ج۱، ص ۸۱

4 سیرت ابن ہشام، عبدالملک بن ہشام بن ایوب حمیری معافری، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر، طبع ثانی، ۱۳۷۵ھ ، ص۱۷۸

قرآن مجید نے بھی اس رشتہ مواخات کی طرف اشارہ کیا ہے ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ (1)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور خدا کی راہ میں مال و جان سے جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے ان لوگوں کو پناہ دی، اور ان کی مدد کی یہ لوگ باہم بھائی بھائی ہیں۔

مدینہ کی چھوٹی سی ریاست کے دفاع کے لیے نبی کریم ﷺ ارد گرد کے قبائل سے معاہدات کرتے ہیں۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے ایسے خطبات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"نبی کریم ﷺ نے قبائل کیساتھ معاہدات کیے تاکہ دشمن جب مدینہ پر حملہ آور ہو تو فوراً ان قبائل کی مدد کے لیے پہنچا جائے اور ان کے ساتھ مل کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے گویا ایک حلقہ قائم ہو گیا"۔ (2)

پھر ایک معاہدہ آپ ﷺ نے مدینہ کے یہود کے ساتھ بھی کیا جو میثاق مدینہ کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

سیرت ابن ہشام میں اس معاہدہ کا ذکر موجود ہے جس کی اہم دفعات درج ذیل ہیں:

(۱) خون بہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آتا ہے وہ اب بھی قائم رہے گا۔

(۲) یہود کو مذہبی آزادی ہو گی اور ان کے مذہبی امور سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔

(۳) یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاور کھیں گے۔

(۴) یہود اور مسلمانوں کو اگر کسی سے لڑائی پیش آئے گی تو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔

(۵) کوئی فریق قریش کو امان نہ دے گا۔

(۶) مدینہ پر حملہ ہو گا تو دونوں فریق ملکر اس کا مقابلہ کریں گے۔

---

1 سورۃ الانفال ۱۰: ۷۲

2 خطبات بہاولپور، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ص ۲۲۳

(۷)کسی دشمن سے اگر کوئی فریق صلح کرے گا تو دوسرا شریک بھی صلح کرے گا لیکن مذہبی لڑائی میں یہ شرط نہیں ہو گی۔[1]

یہ تمام انتظامات مشرکین مکہ کے متوقع حملہ سے بچنے کے لیے کیے گئے تھے۔

جنگ کی اجازت

قریش نے عبداللہ بن ابی کو لکھ بھیجا تھا کہ وہ مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کر رہے ہیں اور جلد ہی مدینہ پر حملہ کر کے اسلام کا استیصال کر دیں گے مدت تک یہ حال تھا کہ نبی کریم ﷺ جب مدینہ میں آئے تو راتوں کو جاگا کرتے تھے۔

مورخین مغازی کی ابتدا انہی واقعات سے کرتے ہیں کہ اسی سال اللہ نے مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دی۔

جہاد و قتال کی علّت

قرآن میں اس کی علّت عام طور پر یہ بیان کی گئی ہے کہ : مسلمانوں پر ظلم کیا گیا (ظلموا)،انہیں گھروں سے نکالا گیا (اخرجوا من دیارھم)،ان کے ساتھ جنگ کی گئی (قوتلوا)''،وغیرہ۔ان صورتوں کے ذریعے دفاعی جہاد کی اجازت دی گئی۔

مفسرین دو آیات کو جہاد کی اجازت سے منسوب کرتے ہیں:

(۱)﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾[2]

ترجمہ۔اجازت دے دی گئی ان لوگوں کو (جہاد کی) جن کے خلاف جنگ کی جارہی ہے کیوں کہ وہ مظلوم ہیں۔

(۲)﴿ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ ﴾[3]

ترجمہ:اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔

جن آیات میں یہ قید اور شرط نہیں ہے وہ اسی دفاعی صورت حال پر محمول ہیں۔جس وقت یہ آیتیں اتریں اس وقت مومنین و منکرین دونوں قومیں باہم صف آرا تھیں،اس طرح ان احکام جنگ کو اسی پس منظر میں دیکھنا چاہیے۔

جہاد و قتال کی علت کفر نہیں ہے،بلکہ محاربہ یا بغاوت ہے۔حنفی فقہا اور جمہور علما اسی رائے کے قائل ہیں۔

---

1 سیرت ابن ہشام ،ابن ہشام، ص ۱۸۰

2 سورۃ الحج ۱۷:۳۹

3 سورۃ البقرۃ ۲:۱۹۰

احناف کے نزدیک نبی کریم ﷺ نے مجوسیوں سے جزیہ قبول کیا تھاحالاں کہ وہ اہل کتاب میں شامل نہیں بلکہ دو خداؤں کے یعنی یزداں اور اہر من کے قائل ہونے کی وجہ سے اہل شرک کے زمرے میں آتے ہیں۔ان سے جزیہ قبول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ((فاقتلوا المشرکین)) کا حکم مشرکین عرب کے ساتھ خاص ہے جبکہ باقی تمام مشرکین سے جزیہ قبول کرنا جائز ہے[1]

اگر جہاد کی علّت کفر ہوتی تو عورتوں، بچوں اور عبادت خانوں میں گوشہ نشین لوگوں کے قتل کی ممانعت نہ کی جاتی۔

مولانا ابوالکلام آزاد اپنی کتاب رسول رحمت میں لکھتے ہیں:

"یہ یاد رکھنا چاہیے کہ لڑائی کا جو حکم دیا گیا ہے اس کا تعلق صرف ان مشرک جماعتوں سے ہے جو عرب میں دعوتِ اسلامی کی پامالی کے لیے لڑ رہی تھیں نہ کہ دنیا جہان کے مشرکوں کے ساتھ۔ چنانچہ (قرآن میں) اول سے آخر تک خطاب انہی جماعتوں سے ہے۔"[2]

شیخ ابوزہرہ لکھتے ہیں: "قتال صرف قریش تک محدود تھا، اس لیے کہ انھوں نے ہی جارحیت کا رویہ اختیار کیا تھا اور وہ مکہ میں رہ جانے والے مسلمانوں کو مستقل طور پر ستاتے رہے تھے۔ غزوہ بدر و احد قریش کے ساتھ خاص تھے، لیکن غزوہ احزاب میں قریش نے پورے عرب کو جمع کر لیا تھا، جو مدینے کی اسلامی ریاست کو جڑ سے اکھاڑ دینا چاہتے تھے۔ اس لیے پورے عرب سے قتال ضروری ہو گیا۔ اس لیے کہ ان تمام لوگوں نے جارحانہ اقدام کیا تھا۔ اسی تعلق سے قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی کہ تمام مشرکین سے جنگ کرو جیسا کہ وہ تمام لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں۔" (التوبۃ: ۳۶)[3]

یوں مسلمانوں کو باقاعدہ جنگ کرنے کی اجازت دے دی گئی تاکہ وہ اپنی اور مظلوم مسلمانوں کی حفاظت کا بندوبست کر سکیں اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے ایک تدبیر یہ کی کہ قریش کی شامی تجارت جو ان کی مایہ افتخار تھی بند کر دی جائے تاکہ وہ صلح پر مجبور ہو جائیں نتیجتاً بدر کا معرکہ پیش آیا۔ ان واقعات کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ شروع میں مسلمانوں کو ایک مستقل فوج تیار کرنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمادیا تھا کہ جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے جیسا کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج فرض ہیں۔ اس طرح تمام مسلمانوں کا جنگ میں حصہ لینا ایک دینی فریضہ تھا آپ نے ہر لڑنے کے قابل مسلمان کو فوجی قرار دیا اور ان کی تربیت اس انداز سے کی کہ نظم وضبط سے ناآشنا اور ایک دوسرے کے جانی دشمن قوم بنیان مرصوص کی

---

1 کتاب المبسوط، شمس الدّین سرخسی، دار المعرفہ بیروت ۱۴۰۹ھ، ج ۱۰، ص ۱۱۹

2 رسول رحمت، ابوالکلام آزاد، مولانا، اعتقاد پبلشرز مٹیا محل دہلی، فروری ۱۹۸۲، ص ۲۵۹

3 نظریۃ الحرب فی الاسلام، شیخ ابوزہرہ، وزارۃ الاوقاف، مصر، ۲۰۰۸، ص ۳۹-۴۰

طرح مستحکم اور مضبوط فوج بن گئی۔دور نبوی میں سامان جنگ صرف تیر و کمان ، تلوار ،ڈھال ،خود ،زرہ،نیزہ،بھالوں ،اور برچھوں تک محدود تھا سواری کے لیے عموماً گھوڑے اور اونٹ کا استعمال ہوتا تھا۔جب کبھی ہنگامی حالات ہو جاتے تو نبی کریم ﷺ جہاد کا اعلان فرمادیتے پھر صحابہ کرامؓ اس میں دامے ،درمے ،سخنے شریک ہو جاتے تھے۔مسلمانوں کی ان فوجی خدمات کے عوض انہیں کوئی باقاعدہ تنخواہیں نہیں دی جاتی تھیں بلکہ صرف مال غنیمت سے حصہ ملتا تھاجب کبھی جہاد ہوتا تو باقاعدہ لڑنے کے قابل مسلمان اپنے نام جہاد کے لیے لکھوادیا کرتے تھے۔

دشمن کی نقل و حرکت اور سرگرمیوں پر نظر رکھنے کے لیے کچھ خفیہ دستے بھی مقرر کیے گئے تھے ان دستوں کے ذریعے اپنے حالات سے بھی دشمن کو بے خبر رکھاجاتا تھا۔مومنین کو اپنے معاملات میں دوسروں کو رازدار بنانے سے منع کر دیا گیا تھا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ﴾[1]

ترجمہ:اے مومنواپنے علاوہ کسی دوسرے کو رازدار نہ بناؤ،یہ لوگ تمہاری بربادی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے اور چاہتے ہیں کہ تم تکلیف میں پڑ جاؤ۔

نبی کریم ﷺ جو دستے روانہ فرماتے تھے انہیں قبل از وقت معلوم نہیں ہوتا تھا کہ کہاں جانا ہے۔بخاری شریف کی حدیث ہے:

((وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ غَزْوَةً إِلَّا وَرَّى بِغَيْرِهَا))[2]

ترجمہ:آنحضرت ﷺ جب کسی غزوہ کاارادہ فرماتے تھے تو کسی اور موقعہ کا توریہ فرماتے تھے۔

فوجی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے خمس کے علاوہ لوگوں سے چندہ کی اپیل بھی کی جاتی تھی غزوہ تبوک کے موقعہ پر آپ ﷺ نے جب مالی تعاون کی اپیل کی تو حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اسی موقعہ پر حضرت عمرؓ گھر کا آدھا سامان ضرورت لے آئے۔اوران کے مقابلے میں حضرت ابو بکرؓ نے گھر کا سارا سامان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا اور جب آپ نے پوچھا کہ ابو بکرؓ کیا لائے ہو تو عرض کی یارسول اللہ ﷺ گھر میں بس اللہ اور اس کے رسول کا نام چھوڑ آیا ہوں۔[3]

---

1 سورۃ آل عمران ۴:۱۱۸

2 صحیح بخاری، باب من اراد غزوہ فوری بغیرہا، ج ۴، ص ۴۸

3 سنن الترمذی، محمد بن عیسی بن سَورۃ بن موسی بن ضحاک ترمذی، بیروت، ۱۹۹۸ء، باب مناقب ابی بکر، ج ۶، ص ۵۶

اسی موقعہ پر ایک تنگ دست صحابی (ابو عقیلؓ) ساری رات کنویں سے پانی نکال کر مزدوری کرتے رہے اور صلہ میں ایک صاع کھجوریں ملیں جن میں سے آدھا صاع حضور ﷺ کی خدمت میں لاکر ڈھیر کر دیا اس تنگدست صحابی کی جانثاری پر حضور ﷺ اس قدر خوش ہوئے کہ اسکی ایک صاع کھجوریں پورے ڈھیر پر پھیلا دیں۔ (1)

صیغہء فوج میں اصلاحات

عہد رسالت میں باقاعدہ فوجی نظام نہ تھا بوقت ضرورت صحابہ کرامؓ خود ہی رغبت سے علم جہاد کے نیچے جمع ہو جاتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فوجی نظام میں اصلاحات کیں اور " امیر الامراء" یعنی سپہ سالار اعلیٰ کا ایک نیا عہدہ قائم کیا اسلامی ریاست کے جملہ امیر اس کے ماتحت ہوتے تھے سب سے پہلے اس عہدہ کے لیے حضرت خالد بن ولیدؓ کو نامزد کیا گیا۔ (2)

حضرت عمرؓ وہ پہلے خلیفہ تھے۔ جنہوں نے فوج کو باقاعدہ منظم انداز میں تیار کیا باقاعدہ فوجیوں کی تنخواہیں مقرر کیں ان کے دور میں فوج کی دو قسمیں تھیں ایک وہ جو ہر وقت چھاؤنیوں میں موجود رہتی اور ہر قسم کے خطرے سے نبٹنے کے لیے تیار رہتی اور دوسری وہ جو تربیت حاصل کرنے کے بعد واپس اپنے گھروں کو چلی جاتی تھی اور اپنے گھر کے کاموں میں مصروف پیکار رہتی تھی اور بوقت ضرورت طلب کر لیا جاتا تھا دور حاضر میں اسے "ریزرو فوج" کہا جا سکتا ہے۔ ان کے نظم ونسق کے لیے با قاعدہ ایک محکمہ بھی تھا جسے "دیوان الجند" کہا جاتا تھا، جس میں فوجیوں کے نام، اوصاف، تنخواہوں کی مقدار، اور فرائض کی تفصیلا ت کا اندراج ہوتا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں اسلامی فوج کی لڑائی کا طریقہ یہ تھا کہ کمانڈر تین دفعہ اللہ اکبر کہتا تھا۔ پہلی تکبیر میں فوج اسلحہ و ہتھیار سے لیس ہو جاتی تھی۔ دوسری پر سپاہی ہتھیار تول لیتے تھے اور تیسرے نعرے پر حملہ کر دیا جاتا تھا جنگ بویب ۱۴ھ میں سپہ سالار لشکر مثنیٰؓ نے ابھی دوسری تکبیر نہیں کہی تھی کہ ایرانیوں نے حملہ کر دیا یہ دیکھ کر مسلمان ضبط نہ کر سکے اور کچھ جوش سے لبریز ہو کر آگے نکل گئے مثنیٰؓ نے غصہ میں آکر داڑھی دانتوں کے نیچے دبالی اور (پکارے خدا کے لیے اسلام کو رسوانہ کرو) اس آواز کے ساتھ فوراً لوگ پیچھے ہٹے اور اپنی جگہ پر لوٹ آئے پھر تیسری تکبیر پر مثنی نے حملہ کیا۔ (3)

یہ تھا رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں افرادی قوت اور جنگی مصارف مہیا کرنے کا انتظام۔

مالیے کا انتظام وانصرام

---

1 الفاروق، شبلی نعمانی، علامہ، دار الاشاعت کراچی، ۱۹۹۱ء، ص ۱۳۷

2 فتوح البلدان، احمد بن یحیٰ بن جابر بن داؤد بلاذری، دار و مکتبہ الہلال بیروت، ص ۱۱۵

3 الفاروق، شبلی نعمانی، ص ۱۳۷

اسلام کے تشکیلی دور میں مالیاتی شعبہ کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لیے حضور ﷺ نے زکوۃ، خیرات، مال غنیمت اور مال فئی کو جنگی مصارف کو پورا کرنے کے لیے استعمال کیا جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا﴾[1]

ترجمہ: اور اپنے وہ مال جنہیں اللہ نے تمہارے لیے قیام زندگی کا حصہ بنایا ہے۔

وحی کے ذریعے زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور فرمایا:

﴿وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ﴾[2]

ترجمہ: جب تم زراعت کی فصل کاٹ لو تو اللہ کا حق اس میں سے ادا کرو۔

یہاں اللہ کے حق سے مراد مفسرین نے زکٰوۃ لی ہے۔

اسی طرح زکٰوۃ کے لیے قرآن میں صدقات کا لفظ استعمال ہوا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ --------الخ﴾[3]

ترجمہ: ''بے شک صدقات فقراء اور مساکین کے لیے ہیں۔۔۔الخ''۔

اور امراء سے ان کے مالوں سے زکٰوۃ لینے کی بابت ارشاد فرمایا:

﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾[4]

ترجمہ: ان کے اموال میں سے ایک حصہ زکٰوۃ لیا جائے۔

اسی طرح کتاب الہی میں زکٰوۃ کو ''انفاق'' اور ''نصیب'' کے الفاظ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے:

---

2 سورۃ النّساء ۵:۵

3 سورۃ الانعام ۸:۱۴۱

3 سورۃ التوبہ ۹:۶۰

4 سورۃ التوبہ ۱۱:۱۰۳

رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ پہنچ کر انصار اور مہاجرین کو مواخات کی لڑی میں پرو دیا جس کی وجہ سے قبل از وقت ایک بہت بڑا معاشی مسئلہ حل ہو گیا۔انصار نے مہاجرین کو اپنے مال و جائیداد میں سے حصہ دیا اور مہاجرین نے بھی اسی پر اکتفا کرنے کی بجائے محنت اور مزدوری کرنے کو ترجیح دی۔

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کو حضرت سعد بن ربیعہؓ کا بھائی بنایا گیا تو انہوں نے اپنے بھائی سے بازار کا راستہ پوچھا تاکہ محنت و مشقت کر کے روزی کمائیں آپ نے قینقاع کے مشہور بازار میں جا کر کچھ گھی اور پنیر خریدا۔اور شام تک خرید و فروخت کی چند روز میں اتنا سرمایہ ہو گیا کہ شادی کر لی رفتہ رفتہ انکی تجارت کو اتنی ترقی ہوئی کہ خود انکا اپنا قول تھا کہ خاک پر بھی ہاتھ ڈالتا ہوں تو سونا بن جاتی ہے ان کا سامان تجارت سات سات سو اونٹوں پر لد کر آتا تھا اور جس دن مدینہ پہنچتا پورے شہر میں دھوم مچ جاتی۔ جب خیبر فتح ہوا تو جتنے بھی نخلستان مہاجرین کے پاس انصار کے تھے سب واپس کر دیے۔
صحیح مسلم میں اس کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے:
((أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا فَرَغَ مِنْ قِتَالِ أَهْلِ خَيْبَرَ، وَانْصَرَفَ إِلَى الْمَدِينَةِ، رَدَّ الْمُهَاجِرُونَ إِلَى الْأَنْصَارِ مَنَائِحَهُمُ الَّتِي كَانُوا مَنَحُوهُمْ مِنْ ثِمَارِهِمْ))[1]

ترجمہ: آنحضرت ﷺ جب خیبر سے فارغ ہوئے اور مدینہ واپس آئے تو مہاجرین نے انصار کے عطیے جو نخلستان کی صورت میں تھے واپس کر دیئے۔

مال غنیمت کی صورت میں بھی بیت المال میں اضافہ ہوتا تھا جس میں سے رسول اللہ ﷺ فوجیوں کو حصہ دیتے تھے کیونکہ عہد نبوی میں ان کی کوئی ماہانہ تنخواہیں نہیں تھیں۔اس کے علاوہ فقراء اور مساکین کی مالی اعانت بھی کی جاتی تھی۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ [2]

صحیح مسلم، مسلم بن الحجاج ابوالحسن القشیری النیشاپوری، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۲۶۱ھ، باب ردّ المہاجرین الی الانصار منائحھم

1 ،ج۳،ص۱۳۹۱

2 سورۃ الانفال ۸:۱

ترجمہ: لوگ آپ سے مال غنیمت کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو کہہ دیں کہ غنیمت اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے لیے ہے اور اپنے باہمی نزاعات کی اصلاح کر لو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے رہو اگر حقیقت میں تم ایمان رکھتے ہو۔
عہد نبوی میں مال غنیمت دو قسم کا تھا۔ دشمن سے لڑنے کے بعد جو مال ہاتھ آتا اسے تو مال غنیمت کہا جاتا تھا۔

اگر جنگ کے بغیر دشمن قبول کرتا کہ ہم اسلامی ریاست کے ماتحت تو رہیں گے لیکن اس قدر سالانہ خراج دیں گے۔ تو یہ ساری آمدنیاں فئی کہلاتی تھیں۔ یہ سارے کا سارا مال سرکاری خزانے میں جاتا تھا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
﴿مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ﴾(1)

ترجمہ: جو مال خدا نے اپنے پیغمبر کو دیہات والوں سے دلوایا ہے وہ خدا کے اور پیغمبر کے اور (پیغمبر کے) قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور حاجتمندوں کے اور مسافروں کے لئے ہے۔ تاکہ جو لوگ تم میں دولت مند ہیں ان ہی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے۔

عہد نبوی کے تشکیلی دور میں مالیاتی نظام کو مستحکم و مضبوط کرنے کے لیے مسلمانوں کو صدقات و خیرات (فرضی و نفلی) کی طرف بھی ترغیب دلائی جاتی تھی تاکہ غربت و افلاس کو معاشرے سے ختم کیا جاسکے قرآن میں ان مصارف کا ذکر بھی کر دیا گیا ہے جو ان صدقات و خیرات کے حقیقی مستحق ہیں مثلاً ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ﴾(2)

ترجمہ: صدقات فقرا، مساکین، سرکاری ملازمین، نو مسلموں کی دل جوئی، غلاموں کو آزاد کرانے، قرضہ کے بوجھ تلے دبے لوگوں کی مدد کرنے، جہاد کے لیے، اور مسافروں کے لیے ہیں اور یہ اللہ کی طرف سے ایک اہم فریضہ ہے۔

1 سورۃ الحشر ۲۸:۷

2 سورۃ التوبہ ۹:۶۰

خراج کی صورت میں بھی ایک رقم وصول کی جاتی تھی حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں کسی علاقے کو فتح کیا جاتا تو ایک معاہدہ کے ذریعے یہ صراحت کی جاتی کہ اس علاقے کی کتنی رقم لوگ حکومت کو سالانہ پیش کریں گے اور پھر اس کے لیے ایک خصوصی انتظام کیا جاتا۔ اس علاقے میں حکومت کا ایک نائب مقرر کر دیا جاتا جو اس علاقے کے لوگوں سے رقم وصول کرتا تھا۔

محکمہ بیت المال کا باضابطہ قیام

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں جب سلطنت کی وسعت کے ساتھ حکومت کی آمدنی میں بھی اضافہ ہوا تو آپ نے باہمی مشاورت کے بعد بیت المال یا خزانہ کی بنیاد رکھی۔ بیت المال کا محکمہ بالکل الگ ہوتا تھا حضرت عمرؓ نے بیت المال کی عمارات نہائیت شاندار بنوائیں صوبجات اور اضلاع میں جو بیت المال تھے ان کا انتظام یہ تھا کہ جس قدر رقم وہاں جمع ہوتی وہاں ہر قسم کے مصارف کے لیے رکھ لی جاتی اور باقی سال کے اختتام پر مرکزی بیت المال مدینہ منورہ بھیج دی جاتی تھی۔ اس ضمن میں حضرت عمر کے تاکیدی بیانات آتے رہتے تھے۔

حضرت عمرؓ کا والی مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کے نام یہ فرمان ملتا ہے جس کا ذکر حسام الدّین الہندی نے اپنی کتاب کنزالعمال میں کیا ہے :

"خزانے میں جو آمدنی جمع ہوئی ہو اس میں سے مسلمانوں کے وظائف اور ضروری اخراجات سے جو کچھ بچ جائے اس کو میرے پاس بھیج دو"۔ [1]

نظام عدلیہ

عہد نبوی ﷺ میں ایک اسلامی ریاست کی بنیاد عدل پر رکھی گئی جس میں مسلم اور غیر مسلم میں کوئی تفریق نہ تھی۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَنْ لا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى﴾[2]

ترجمہ: کسی قوم کی دشمنی تمہیں اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو، یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ان آیات کی تشریح میں عہد نبوی ﷺ کا ایک واقعہ ذکر ہوا ہے کہ :

---

1 کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال، علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی، ناشر مؤسسہ الرّسالہ، ج۳، ص ۱۶۳

2 سورۃ المائدہ ۸:۶

"نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے ایک عطیہ دے رکھا تھا۔ میری ماں عمرہ بنت رواحہ نے کہا، میں تو اس وقت تک مطمئن نہیں ہونے لگی جب تک کہ تم اس پر رسول ﷺ کو گواہ نہ بنالو میرے باپ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ واقعہ بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا اپنی دوسری اولاد کو بھی ایسا ہی عطیہ کیا ہے؟ جواب دیا کہ نہیں، تو آپ نے فرمایا اللہ سے ڈرو۔ اپنی اولاد میں عدل کیا کرو، جاؤ میں کسی ظلم پر گواہ نہیں بنتا، چنانچہ میرے باپ نے وہ صدقہ لوٹالیا۔ پھر فرمایا، دیکھو کسی کی عداوت اور ضد میں آکر عدل سے نہ ہٹ جانا دوست ہو یا دشمن ہو تمہیں عدل وانصاف کا ساتھ دینا چاہئے"۔(1)

عہد نبوی ﷺ میں تمام معاملات کو قرآن وسنّت کے مطابق حل کیا جاتا تھا جب کوئی حل ان دونوں ماخذوں سے نہ ملتا تو اجتہاد سے بھی کام لیا جاتا تھا۔

حضور علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا روانگی کے وقت ان سے سوال کیا:

((كَيْفَ تَقْضِى إِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَاءٌ قَالَ أَقْضِى بِكِتَابِ اللَّهِ. قَالَ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِى كِتَابِ اللَّهِ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِى سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَلاَ فِى كِتَابِ اللَّهِ قَالَ أَجْتَهِدُ بِرَأْيِى وَلاَ آلُو. فَضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم صَدْرَهُ وَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِى وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللَّهِ لِمَا يُرْضِى رَسُولَ اللَّهِ))(2)

ترجمہ: اے معاذ! یمن میں جاکر لوگوں کے درمیان فیصلے کیسے کروگے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں کتاب اللہ کو سامنے رکھ کر لوگوں کے فیصلے کروں گا۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا: اگر تجھے وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے تو پھر؟ عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں سے اس کا حل تلاش کروں گا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر دونوں میں نہ ملے تو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں کسی قسم کی کوتاہی کیے بغیر اپنی رائے سے اس کو حل کروں گا۔ آپ علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینے پر اپنا ہاتھ مبارک مارا اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے اپنے نبی کے قاصد سے وہ بات کہلوائی جس کو سن کر تیرا پیغمبر خوش ہو گیا۔

عدل کے لیے کتاب اللہ اور سنّت کو بنیاد بنایا گیا اور تمام فیصلے قانون کے مطابق ہوتے تھے کوئی شخص قانون سے بالاتر نہیں تھا۔

عہد نبوی میں بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی۔ اُس کی تخریب کاری حد سے بڑھ گئی تو لوگوں نے یہ معاملہ رسول اللہ ﷺ کی عدالتِ عالیہ میں پیش کیا۔ آپ نے فیصلہ کیا کہ اُس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ قریش کو یہ بات ناگوار گزری کہ ایک بڑے قبیلے بنو مخزوم سے تعلق

---

1 تفسیر ابن کثیر، ابو فداء اسماعیل بن عمر بن کثیر قرشی بصری دمشقی، دار الکتب العلمی بیروت، طبع الاولی ۱۴۱۹ھ، ج ۲، ص ۴۳۳

2 سنن ابی داود، باب اجتہاد الرائے فی القضاء، ج ۲ ص ۱۴۹

رکھنے والی عورت کا ہاتھ کاٹا جائے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس سلسلے میں بات چیت کرنا چاہی تاکہ سزا میں کمی کر دی جائے۔ لوگوں نے کہا اس کام کی ہمت صرف اسامہ بن زیدؓ کو ہو سکتی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے پیارے ہیں اور آپ کے چہیتے زید بن حارثہؓ کے فرزند ہیں۔ اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے گھر میں پرورش پائی تھی اور آپ اُنہیں بیٹوں کی طرح چاہتے تھے۔ قریش نے حضرت اسامہؓ سے بات کی۔ حضرت اسامہؓ رسول اللہ ﷺ کے ہاں آئے۔ آپ نے اُنہیں مرحبا کہا اور اپنے قریب بٹھایا۔ اسامہؓ نے کہا کہ اس سزا میں کمی کر دیجئے کیونکہ اُس عورت کا تعلق معززین قریش سے ہے۔ اسامہؓ نبی کریم ﷺ کو قائل کرنے کی کوشش کرتے رہے اور نبی کریم ﷺ خاموشی سے سنتے رہے۔ آپ کا چہرہ متغیّر ہو گیا آپ نے غصّے میں آ کر اسامہ کو ان کی غلطی سے آگاہ کرتے ہوئے کہا: اسامہ! کیا تم اللہ کی حد کے بارے میں سفارش کر رہے ہو؟

حضرت اسامہؓ کا ماتھا ٹھنکا اُنہیں اپنی غلطی کا ادراک ہو گیا۔ اُنہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے لیے مغفرت کی دعا کر دیجئے۔

آپ منبر پر کھڑے ہوئے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور کہا:

"امابعد! تم سے پہلے لوگوں کی ہلاکت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اُن کا بڑا آدمی چوری کرتا تو اُسے چھوڑ دیتے اور کوئی غریب شخص چوری کرتا تو اُس پر حد نافذ کرتے۔ اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر فاطمہ بنتِ محمد چوری کرتی تو میں اُس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔" (1)

پھر آپ ﷺ کے حکم سے اُس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

یہ ہی وہ عدل کے عمدہ اصول تھے جن کی بنیاد پر نبی کریم ﷺ مدینہ کی ریاست کو ایک فلاحی ریاست بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اور جب تک مسلمان ان اصولوں پر کاربند رہے کامیاب رہے اور ان اصولوں سے انحراف ہی مسلمانوں کے زوال کا بھی سبب بنی۔

قاضیوں کا تقرّر

قاضی کا عہدہ حضرت عمرؓ کے دور میں قائم کیا گیا جو صوبائی عدلیہ کا نگران اعلیٰ ہوتا تھا اور مقدّمات کے فیصلے یہ محکمہ کرتا تھا اس عہدے کے لیے وہ لوگ منتخب کیے جاتے تھے جو علم فقہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے حضرت عمرؓ نے قاضیوں کی بیش قرار تنخواہیں مقرّر کیں تاکہ انہیں بالائی رقم کی ضرورت نہ پڑے اور جو شخص دولت مند اور معزز نہ ہو قاضی مقرر نہ کیا جاتا تھا اس کی توثیق علامہ شبلی نعمانی نے اپنی کتاب الفاروق میں ان الفاظ سے کی ہے:

---

1 صحیح بخاری، باب حدیث الغار، ج ۴، ص ۱۷۵

"آپؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ گورنر کوفہ کو جو فرمان لکھا اس میں اس قاعدہ کی وجہ یہ لکھی کہ دولتمند رشوت کی طرف راغب نہ ہوگا اور معزز آدمی فیصلہ کرنے میں کسی کے رعب و دبدبہ سے متاثر نہ ہوگا"۔ (1)

جیل خانہ جات کا قیام

جیل خانہ جات خالصتاً حضرت عمرؓ کی ایجاد ہے۔ سزائیں سخت دی جاتی تھیں۔ مجرموں کی اصلاح اور تربیت کے لیے جیلوں میں اچھی فضا اور ذہنی تربیت دی جاتی تھی تاکہ وہ بھی معاشرے کے اچھے شہری بن سکیں۔ جیل خانوں کے قیام کے بعد سزاؤں میں تبدیلیاں کی گئیں۔ اس حوالے سے علامہ شبلی نعمانی رقمطراز ہیں:

"عادی شرابیوں پر حد جاری کرنے کے بجائے قید کی سزا مقرّر کی گئی مثلاً ابوالمحجن ثقفی بار بار شراب پینے کی سزا میں پکڑے گئے تو آخری دفعہ حضرت عمر نے نہیں قید کی سزا سنائی"۔ (2)

غیر مسلموں کے ساتھ سلوک

انسانی بنیادوں پر ریاست مدینہ میں تمام غیر مسلموں کو وہ حقوق حاصل تھے جن کا ایک مسلمان مستحق تھا۔ کسی کو زبردستی دین قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جاتا تھا اور نہ ہی اسکے دین پر رہنے میں کوئی رکاوٹ تھی وہ مکمل آزادی کے ساتھ اپنے دین پر عمل کر سکتا تھا۔ قرآنِ کریم میں ہے:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾(3)

ترجمہ: مذہب قبول کرنے کے معاملے میں کوئی جبر گوارا نہیں۔

﴿ لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾(4)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم کو منع نہیں کرتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو، جنھوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے۔

---

1 الفاروق، مولانا شبلی نعمانی، نامی پریس کانپور ۱۸۹۹ء، ص ۳۰۴

2 الفاروق، مولانا شبلی نعمانی، ص ۳۰۴

3 سورۃ البقرۃ ۲۵۶:۳

4 سورۃ الممتحنۃ ۶:۲۸

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ غیر مسلموں سے محبت، احترام اور رواداری سے بھری پڑی ہے صحیح بخاری میں آپ ﷺ سے متعلق ایک واقعہ کا ذکر ہے:

''ایک بار آپ کے سامنے ایک یہودی کا جنازہ گزرا تو آپ اس کے احترام میں کھڑے ہوگئے۔ صحابہ کرامؓ نے آپ سے پوچھا کہ غیر مسلم کے لئے ایسا احترام کیوں؟ تو آپ نے فرمایا: ''کیوں، کیا وہ انسان نہیں ہے''۔[1]

کسی اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں سے ظلم اور ناانصافی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے آپ کو غیر مسلموں کے حقوق کا محافظ قرار دے کر ان کے معاشرتی تحفظ کی ضمانت دی ہے۔

آپ کا فرمان ہے:

''جس کسی نے کسی معاہد پر ظلم کیا، یا اس پر ضرورت سے زیادہ بوجھ ڈالا تو قیامت کے روز میں اس غیر مسلم کے حقوق کے لئے اس سے لڑوں گا''۔[2]

عہد خلفائے راشدینؓ میں غیر مسلموں سے سلوک

فتح خیبر کے بعد اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کا اضافہ ہو گیا تھا چونکہ اسلامی ریاست غیر مسلم رعایا کی جان و مال اور مذہب کی حفاظت کی ذمہ دار تھی۔ آنحضور ﷺ نے اپنی زندگی میں خود غیر مسلم ذمیوں کے حقوق مقرّر کیے تھے اس میں حضرت ابو بکر نے اپنے عہد میں مزید توثیق کی۔ عہد صدیقی میں جزیہ ادا کرنے کی شرح نہایت آسان تھی آپؓ نے انہی لوگوں پر جزیہ عائد کیا جو اس کو ادا کرنے کی استطاعت رکھتے تھے۔

امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں حضرت ابو بکرؓ کا حیرہ والوں کے ساتھ ایک معاہدہ کا ذکر کیا ہے جو درج ذیل ہے:

''حیرہ کے سات ہزار باشندوں میں سے ایک ہزار بالکل مستثنیٰ قرار پائے۔ اور باقیوں پر صرف دس ہزار درھم سالانہ جزیہ عائد کیا گیا۔ معاہدے میں یہ شرط تھی۔ کہ اگر کوئی ذمہ بوڑھا، اپاہج اور مفلس ہو جائے گا تو جزیہ سے بری کر دیا جائے گا نیز بیت المال اس کا کفیل ہوگا''۔[3]

---

1 صحیح بخاری، باب من قام الجنازۃ الیہودی، ج ۲، ص ۸۵

2 سنن ابی داؤد، باب فی تعشیر اہل الذمہ، ج ۳، ص ۱۷۳

3 کتاب الخراج، قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، ۱۳۹۹ھ، ج ۱، ص ۱۶۲

غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ جس انداز میں عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عہد خلفاے راشدین میں کیا گیا اس کی نظیر پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مواثیق، معاہدات اور فرامین کے ذریعے اس تحفظ کو آئینی اور قانونی حیثیت عطا فرمادی تھی۔

قرآن کی تدوین

عہد رسالت میں نبی کریم ﷺ نے قرآن کو یاد کرنے اور لکھنے کا اہتمام فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کی بڑی تعداد حافظ قرآن تھی۔ اس کے علاوہ قرآن پتھر کی سلوں، کھجور کے پتوں، اونٹ کے شانے کی ہڈی پر مختلف اجزاء کی صورت میں لکھا ہوا موجود تھا۔

جمع قرآن حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد خلافت کا ایک اہم کارنامہ ہے جنگ یمامہ میں حفاظ قرآن کی ایک کثیر تعداد شہید ہو گئی تھی۔ حضرت عمرؓ کو خیال آیا کہ اگر دیگر جنگوں میں بھی یو ہی حفاظ قراآن شہید ہوتے رہے تو تو قرآن کو آئندہ نسلوں تک پہنچانا ہمارے لیے مشکل ہو جائے گا کیوں کہ قرآن صرف حفاظ کے سینوں میں من عن محفوظ تھا یکجانہ تھا۔ آخر ایک روز نہوں نے امیر المومنین حضرت ابو بکرؓ سے کہا:

جنگ یمامہ میں حفاظ قرآن کی ایک کثیر تعداد شہید ہو گئی ہے مجھے اندیشہ ہے کہ اگر یوں ہی صحابہ کرام کی شہادت کا سلسلہ جاری رہا تو قرآن کا بہت سا حصّہ ضائع ہو جائے گا۔ اس لیے میری رائے ہے کہ آپ قرآن کی جمع و ترتیب کا حکم دیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو پہلے یہ عذر ہوا کہ جس کام کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں نہیں کیا اس کو میں کس طرح کروں۔ (1)

ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

حضرت زید بن ثابتؓ کا جمع و ترتیب دیا ہوا نسخہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس محفوظ رہا۔ حضرت عثمان کے دور میں اس نسخہ کی کاپیاں کرا کے تمام محروسہ ممالک میں روانہ کی گئیں۔ (2)

مجلس شوریٰ کا قیام

عہد نبوی ﷺ میں مشاورت کے ساتھ تمام فیصلے کیے جاتے تھے۔ آپ کو جب بھی کوئی فیصلہ کرنا ہوتا تھا آپ ﷺ اکابر صحابہ کرامؓ کو بلاتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قسم کے معاملات میں صحابہ کرامؓ سے مشورے لیے ہیں ان کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ان میں

---

1 فتح الباری شرح الجامع الصحیح البخاری، حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، دار المعرفہ، بیروت ۱۳۷۹ھ، ج۹، ص ۱۰

2 فتح الباری، ج۱، ص ۱۶۲

جنگی، سیاسی، اقتصادی اور سماجی ہر قسم کے معاملات داخل ہیں۔ ان میں سے چند معاملات بطور مثال یہ ہیں:

ا۔بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اول اول جس مقام پر پڑاؤ ڈالا جنگی مصلحت کے لحاظ سے وہ کچھ نامناسب تھا۔ بعض صحابہ نے اس پر سوال اٹھایا کہ آپ نے یہ وحی الٰہی کے اشارے سے کیا ہے یا محض ذاتی صوابدید سے۔جب آپ نے واضح فرمایا کہ آپ نے محض جنگی مصلحت سے ایسا کیا ہے تو ایک صحابی نے اس سے اختلاف کیا اور چشمے پر پڑاؤ ڈالنے کا مشورہ دیا۔ بالآخر صحابہ سے مشورے کے بعد یہی رائے قرار پائی اور اسی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل فرمایا۔[1]

غزوہ احزاب کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غطفان کے سامنے یہ پیش کش کرنا چاہی کہ اگر وہ جنگ سے باز آجائیں تو آپ ان کو مدینے کے پھلوں کا ثلث حصہ سالانہ دیتے رہیں گے۔اس کے لیے ایک معاہدے کا مسودہ بھی قلم بند ہو چکا تھا لیکن جب آپ نے اس معاملے میں صحابہ، خصوصاً انصار کے لیڈروں سے مشورہ کیا تو انھوں نے اس سے شدت کے ساتھ اختلاف کیا اور کہا کہ ہم تو ان سے صرف تلوار سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ بالآخر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی رائے قبول فرمائی اور معاہدے کا مسودہ چاک کرادیا۔[2]

شاہ معین الدین ندویؒ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ :

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں خلافت جمہوری طرز حکومت سے مشابہ تھی۔تمام ملکی اور قومی مسائل مجلس شوریٰ میں پیش ہو کر طے پاتے تھے۔ مجلس شوریٰ میں مہاجرین وانصار کے منتخب اور اکابر اہل الرّائے صحابہ کرام شریک ہوتے تھے۔اور بحث و مباحثہ کے بعد اتفاق رائے سے تمام امور کا فیصلہ کیا جاتا تھا۔آپؓ مسلمانوں کو خطاب کرکے فرمایا کرتے تھے:

"میں تم کو مجبور کروں گا کہ تم نے جو بار مجھ پر ڈالا ہے۔اس میں میرا ہاتھ بٹاؤ۔میری حیثیت تمہاری جماعت میں ایک فرد کی سی ہے میں نہیں چاہتا کہ تم میری خواہشات کی پیروی کرو"۔[3]

---

1 طبقات الکبریٰ لابن سعد، ابو عبداللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی، البصری، البغدادی المعروف بابن سعد، مکتبہ الصدیق الطائف، ۱۴۱۴ھ، ج۳، ص۵۴

2 الطبقات الکبریٰ ابن سعد، ج۳، ص۱۱۱

3 تاریخ اسلام، شاہ معین الدّین احمد ندویؒ، مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور ۲۰۱۳ء، ج۱، ص۱۷۷

فصل دوّم: صلح وجنگ کا مفہوم

مبحث اوّل: لغوی تحقیق

مبحث دوّم: اصطلاحی مفہوم

”صلح“ کی لغوی تحقیق

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے جس کا مصدر (سلم) ہے۔ جس کی تعریف میں علامہ ابو الفضل محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی[1] اپنی مشہور کتاب لسان العرب میں یوں رقم طراز ہیں:

”سلم: السّلام والسّلامة ؛البرائة و قال ابن العربی السّلامة العافیة۔ و قال ابوالھیثم؛ السّلام والتحیة معناھما السّلامة من جمیع الآفات والاسلام الاستلام الانقیاد“۔[2]

ترجمہ: سلم سے السلام اور السلامۃ ہے جس کا مطلب بری ہونا ہے۔ ابن عربی فرماتے ہیں کہ (السلامۃ) کا معنی عافیت ہے۔ ابو الہیثم کا قول ہے السلام اور تحیۃ ہم معنی ہیں اور السلام کا معنی تمام آفتوں سے محفوظ رہنا ہے۔ اسلام اور استسلام کا معنی اللہ تعالی کے احکامات کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہے۔

اسلام کے مفہوم میں صلح کا مفہوم بھی پنہاں ہے۔

مصباح اللّغات میں مولانا عبدالحفیظ بلیاوی نے صلح کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ:

”حالت جنگ میں دو گروہوں کے درمیان جو صلح ہوتی ہے اسے ”ہدنہ“ کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے:

(الھدنۃ جمع ھدن ،وقف القتال بین للتحاربین مع استمرارحالتالحرب بینھم) [3]

ترجمہ: ہدنہ جمع ہے ہدن کی۔ جس کا مطلب ہے دو متحارب گروہوں کا آپس میں مسلسل جنگ کے بعد جنگ بندی کی حالت میں رہنا۔

مقائیس اللغۃ میں صلح کی تشریح یوں کی گئی ہے:

”الصّاد والحا اصل واحدیدل علی خلاف الفساد یقال صلح بفتح الام و حکی ابن سکیت صلح و صلح و یقال صلح صلوحا“۔[4]

اصل نام جمال الدّین ابوالفضل محمد بن مکرم بن علی انصاری، افریقی مصری، ۶۳۰ھ میں پیدا ہوئے سرکاری ملازمت کے باوجود پانچ سو کتب اپنے ہاتھ سے لکھیں۔ مشہور کتاب لسان العرب ہے۔ جو دنیا کی ضخیم ترین لغت کہلاتی ہے۔ ۷۱۱ھ میں وفات ہوئی۔

1 (الاعلام قاموس تراجم، خیر الدین الزرکلی، دار العلم الملایین، ۲۰۰۲ء، ج ۱، ص ۱۲۱)

2 لسان العرب، ابن منظور افریقی، دار صادر بیروت، ج ۱۲، ص ۲۹۱، ۲۹۰، ۲۸۹

3 مصباح اللغات، عبدالحفیظ بلیاوی، میر محمد کتب خانہ کراچی، ص ۱۹۵

4 معجم مقابیس اللغۃ، ابو حسین احمد بن فارس بن زکریا، دار الکتب العلمیہ اسماعیلیان نجفی ایران، ج ۲، ص ۳۰۳

ترجمہ: صلح کا متضاد فساد ہے۔ کسی چیز کی اصلاح و درستگی کا نام صلح ہے صلح لام کی فتح کے ساتھ اور صلح لام کے ضمہ کے ساتھ بھی استعمال ہوا ہے۔

اردو ڈکشنریز کے مطابق

فیروزاللغات میں صلح کا مفہوم

"اتحاد، نئے سرے سے دوستی، قانون، تصفیہ باہمی کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے"۔ (1)

نوراللغات کے مطابق

"صلح موئنث، معنی باہمی موافقت، ملاپ، کبوتر سازوں کا باہمی عہد جسکی وجہ سے ایک دوسرے کا کبوتر پکڑ کر واپس کر دیتا "۔ (2)

قاموس مترادفات میں صلح کی مزید وضاحت یوں کی گئی ہے:

"میل ملاپ، ربط، ضبط، اتحاد، صفائی، اتفاق، مصالحت، امن وامان، آشتی، شانتی وغیرہ اور اسی سے صلح جو، صلح کل، اور صلح نامہ کے الفاظ بھی ماخوذ ہیں"۔ (3)

لغات سعیدی کے مطابق

"آپس میں صلح کرنے، دوستی اور موافقت کے لیے صلاح کے بھی الفاظ استعمال کیے ہیں"۔ (4)

اردو دائرہ اسلامیہ کے مصنف نے صلح کی تعبیر یوں کی ہے:

"قرآن مجید نے (الصلح خیر) کہہ کر امن وسلامتی پر بہت زور دیا ہے اور اسے بہت بڑی خوبی اور بھلائی بتایا ہے اسی طرح

---

1 فیروزاللغات، مولوی، فیروزالدین، ۸۶۴

2 نوراللغات، مولوی، نورالحسن نیئر، ج ۳، ص ۶۳۷

3 قاموس مترادفات، وارث سرہندی، کاروان پریس لاہور، اگست ۱۹۸۶، ص ۷۷۹

4 لغات سعیدی، عبدالعزیز، ص ۳۶۴

(الفتنۃاشد من القتل) کے الفاظ میں صلح اور امن کے نقیض فتنہ وفساد کی برائی کی طرف توجہ دلائی ہے۔خود لفظ اسلام سلامتی کا علمبردار ہے۔

اصطلاح فقہ میں صلح ایک عقد بیع بھی ہے جس کا مقصد نزع جدال ختم کرنا ہے اس کے وہی رکن ہیں جو بیع کے ہیں یعنی ایجاب و قبول۔ صلح (رفع نزاع) تین قسم کی ہوتی ہے۔مدعی علیہ متنازع فیہ معاملہ کا اعتراف کرتا ہو (اقرار) یا وہ اسکی صحت کو نہ مانتا ہو (انکار) یا کچھ نہ کہتا ہو (سکوت)"۔[1]

اردو زبان میں جنگ کا مفہوم

جنگ اردو زبان کا لفظ ہے عربی زبان میں اسے حرب کہتے ہیں جبکہ انگلش میں "وار" کہتے ہیں۔
اردو ڈکشنری لغات سعیدی کے مطابق

"جنگ سے مراد لڑائی ہے اسی طرح جنگ الما، بحری لڑائی اور جنگ بہ حملہ، جارحانہ لڑائی، اور جنگ جو لڑنے والے کو کہتے ہیں"۔[2]

فیروزاللغات کے مطابق

"دشمنی، بیر، کینہ، عداوت، معرکہ آرائی جنگ کے معنوں میں آتے ہیں"۔[3]

قاموس مترادفات کے مصنف وارث سرہندی نے اس مفہوم کو مزید یوں اجاگر کیا ہے:

"لڑائی، معرکہ، رزم، حرب، محاربہ، پیکار، جدال، جدل، آرزم، قتال، ہیجان، دغا، یدھ، کارزار، نبردی"[4]

---

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور، ۱۹۷۳ء، ج ۱۲، ص ۱۷۷

[2] لغات سعیدی، عبدالعزیز، ص ۱۹۶

3 فیروزاللغات، مولوی فیروزالدین، ص ۴۷۴

4 قاموس مترادفات، وارث سرہندی، ص ۴۷۳

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق

"جنگ کو قرآن کے الفاظ قتال کے طور پر استعمال کیا ہے۔ جسکا مطلب ہے دو یا دو سے زائد فریقوں میں حالت جنگ، زمانہ جاہلیت میں کسی منظم حکومت کی عدم موجودگی کے باعث قبائل عموماً باہم بر سر پیکار رہتے تھے۔ باقاعدہ اور مسلسل جنگ کبھی کبھار ہوتی تھی، البتہ حرب و قتال کے چھوٹے چھوٹے واقعات اکثر ہوتے رہتے تھے، تاہم متخاصم گروہوں میں معاہدہ صلح طے ہو جانے کے بعد حالت امن پیدا ہو جاتی تھی۔ زمانہ جاہلیت کی جنگوں کا مقصد عام طور پر انتقام ہوتا تھا صحرا دور دور تک پھیلے ہوئے تھے، اس لیے جنگ کو روکنے والے اسباب کم سے کم تھے اسی وجہ سے جنگ عربوں کی ایک عادت سی بن گئی تھی"۔[1]

عربی زبان میں

عربی زبان میں جنگ کو "الحرب" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے مختلف عربی ڈکشنریز میں درج ذیل تفصیل بیان کی گئی ہے:

لسان العرب کے مطابق

الحرب:نقیض السّلم،انثی،واصلها الصفة کانها مقاتلة حرب،هذا قول السرافی ،و تصغیرهاحریب بغیرها،روایة عن العرب ،لانّها فی الاصل مصدر،ومثلهاذریع وقویس وفریس،انثی،ونیب وذوید،تصغیر ذود،وقدیرتصغیرقدر،وخلیق -یقال:ملحفة خلیق؛کل ذلک تانیث یصغر بغیرها،قال:وحریب احد ما شذ من هذاالضرب![2]

ترجمہ: حرب کا متضاد سلامتی ہے، سرافی کے قول کے مطابق اسکی (حرب) مؤنث مقاتلۃ آتی ہے۔ اسکی تصغیر حریب ہے۔ عرب کی ایک روایت کے مطابق اصل میں یہ مصدر رہے جیسے ذریع، قویس اور فریس آتے ہیں۔ اور اسی طرح دود کی تصغیر دوید اور قدر کی قدیر آتی ہیں۔

"غزوہ" کی لغوی تعریف

ا۔ الغزو۔ کا مطلب ہے، دشمن سے جنگ کرنے کے ارادہ سے نکلنا۔[3]

---

1 اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۷، ص ۹۹۳

2 لسان العرب، ابن منظور افریقی، ج ا، ص ۳۰۳

3 مفردات القرآن، راغب اصفہانی، حسین بن محمد، مکتبہ قاسمیہ لاہور، ۱۹۶۳ء، ص ۶۶۵

۲۔غزا۔(یغزو۔غزوہ)وہ دشمن سے جنگ کرنے کے ارادہ سے نکلا۔ [1]

۳۔الغزو-السیرالی قتال العدو (دشمن سے جنگ کرنے کے لیے جانا)۔[2]

۴۔غزو ۔ارادہ کرنا، طلب کرنا، قصد کرنا، لڑائی کرنا، لڑائی کے لیے جانا یا لوٹ کے لیے جانا۔[3]

"سریہ" کی لغوی تعریف

"السریة: بفتح المهملة وکسر الرّاو تشدید الیا التحتانیة القطعة من الجیش" [4]

ترجمہ: سین کی زبر۔ را کی زیر اور را کی تشدید کے ساتھ (چھوٹا فوجی گروہ یا دستہ)

السریة۔ دستہ فوج، تیر کا چھوٹا اور گول پھل، جمع سرایا۔ [5]

"سریہ" کی اصطلاحی تعریف

لسان العرب کے مطابق

"واما السّریة من سرایا الجیوش (فانها فعلیه بمعنی فاعلیه) سمّیت سریّة لانّها سری لیلاً فی خفیة لئلا ینذر بهم العدو فیحذروا او یمتنعوا"۔ [6]

ترجمہ: (اصطلاحاً) سریہ فوج کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے اسے سریہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ رات کو خفیہ چلتے ہیں تاکہ دشمن کو خبر نہ لگے کہ وہ بھاگ جائیں یا اپنے دفاع کے لیے کچھ کریں۔

---

1 سورۃ آل عمران ۳:۱۰۶

2 لسان العرب، ابن منظور، ج۱۵، ص۱۲۳

3 فتح الباری شرح صحیح بخاری، احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، ج۷، ص۱۵۵

4 مصباح اللغات، عبدالحفیظ، ابوالفضل، ص۲۵۱

5 مفتاح اللغات، ابوالفتح عزیزی، محمد سعید اینڈ سنز کراچی، ج۳، ص۳۸

6 لسان العرب، ابن منظور، ج۱۵، ص۱۲۳

فصل سوّم:

انسانی سماج میں صلح وجنگ کی حاجت ومصلحت

مبحث اوّل: قرآن کی روشنی میں

مبحث دوّم: تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

انسانی سماج میں صلح وجنگ کی حاجت و مصلحت

کائنات میں موجود دوسری حقیقتوں کی طرح اس غیر متنازع حقیقت کو بھی نہیں ٹھکرایا جاسکتا کہ قوموں کے عروج، مثبت ارتقا،اور نسلوں کی سلامتی وبقاکے لیے باہمی محبت و مودت،اتحاد واتفاق،اور صلح وامن ناگزیر امور ہیں جن کے بغیر تعمیر انسانیت کا مشن پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔

ایک فلاحی (اسلامی) ریاست معاشرے کی تشکیل کے لیے اسوہ رسول اللہ ﷺ اور تعلیمات اسلامی کا لب لباب یہ ہے۔کہ اللہ کی زمین سے ظلم و تشدد، بربریت کا استحصال اور فتنہ وفساد کا خاتمہ کر کے یہاں اللہ کے اقتدار اور قانون کا نفاذ ہو ۔جہاں کسی ظالم کا ہاتھ کسی مظلوم کے گلے تک نہ پہنچ سکے اور نہ کوئی دوسرے کی عزت وناموس کی طرف میلی آنکھ سے دیکھ سکے ،پیغمبر صلح وامن کے لائے ہوئے دین کا مقصد وحید یہی تھا کہ زمین پر نیابت کا قیام عمل میں لایا جاسکے جس کے ذریعے انسان کو مادی،روحانی اور اخلاقی ترقی کے اعلیٰ وارفع مدارج تک پہنچایا جاسکے۔کتابیں اور صحیفے بھی اسی مقصد کی تکمیل کے لیے تھے۔اور ان کے ساتھ میزان عدل بھی بھیجا تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور سماج انسانی میں باہمی تنازع کی صورت میں اس کا تصفیہ اس میزان،یعنی عقل سلیم کے مطابق ہو۔

اسلام امن وسلامتی کا دین ہے۔لفظ اسلام جس کا مصدر (س ل م) سلم ہے اسی طرح اللہ کے صفاتی ناموں میں ایک نام (السَّلَامُ) بھی ہے جسکا معنی ہے سلامتی دینے والا۔[1]

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اس کائنات کا خالق اللہ ہے اور انسانوں کو اسی نے پیدا کیا ہے۔وہ چاہتا ہے کہ کرہ ارض پر انسان باہم مل جل کر رہیں،اور خدا کی پرستش کرتے ہوئے دنیا میں فساد و بربادی کا ذریعہ نہ بنیں امن امان روئے زمیں پر انسان کی بنیادی ضرورت ہے امن کے بغیر نہ انسانیت ترقی کے مراحل طے کر سکتی ہے اور نہ معاشرتی زندگی کی بقا کی کوئی ضمانت دی جا سکتی ہے۔

لہذا امن کے لیے باہمی گفت وشنید اور صلح وجوئی کا ہونا از حد ضروری ہے۔اس لیے اسلام اس پہلو پر سب سے زیادہ زور دیتا ہے کہ سب امن وسکون سے رہیں اور ترقی کے نئے راستے نکلیں۔

اگر حق وانصاف کے آگے کوئی شخص سر تسلیم خم نہیں کرتا،روشن اور واضح براہین قاطعہ کے مقابلے میں باطل کا ساتھ دینے پر مصر ہے اور حق کو شکست دینے کے لیے ہر وقت سازشوں میں مصروف رہتا ہے تو ایسے انسان نمادرندوں کے لیے خالق

---

1 سورۃ الحشر ۲۸:۲۳

کائنات نے اپنے انبیاورسل کو تلوار کو بھی استعمال میں لانے کا حکم دیا ہے۔ جس کی ایک ضرب ہی پرلے درجے کے سر پھروں کا مزاج درست کردیتی ہے۔امن اور جنگ باہم دو متضاد الفاظ ہیں۔ فطری طور پر ایک سوال ذہن میں ابھرتا ہے۔ کہ ایک طرف تو اسلام صلح اور امن کی بات کرتا ہے اور دوسری طرف جنگوں سے بھی دشمن کو خوف زدہ رکھتا ہے جن کا مقصد قتل وغارت اور جانی نقصان ہوتا ہے۔ تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ پیغمبر اسلام اور انکے ساتھیوں کو تلوار اٹھانے کا کوئی شوق نہ تھا۔

حضور ﷺ نے دشمن کے مذموم عزائم کو خاک میں ملانے اور اپنے دین حق کے تحفظ کے لیے جنگی اقدامات کیے۔ ذاتی دفاع کے لیے تمام ممکنہ اقدامات کرنا ہر ذی شعور انسان اور قوم کا فطری اور بنیادی حق ہے۔ جس کو موجودہ دنیا کے قوانین جنگ بھی تسلیم کرتے ہیں اللہ کے رسول کی بعثت کا مقصد محض حق کی تبلیغ نہیں ہوتا بلکہ اس کی بالادستی قائم کرنا بھی اس کے فرائض میں سے ہوتا ہے چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لیے اقدامی جنگیں بھی لڑی گئیں۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَكُمْ﴾[1]

ترجمہ: قتال تم پر فرض کردیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں ناپسند ہے۔

قرآن میں ہے:

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾[2]

ترجمہ: وہ ذات جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے تاکہ وہ اسے (دین کو) تمام دینوں پر غالب کردے۔

اللہ نے اپنے رسول کو ہدایت دے کر بھیجا تاکہ وہ دین اسلام کو تمام دینوں پر غالب کردے یہی وجہ ہے کہ ابتدا میں نبی اکرم ﷺ مخالفین اور معاندین کی تمام چیرہ دستیوں کو برداشت کرتے ہیں ان کے شب و روز حق کو واضح کرنے اور اس کی بالادستی قائم کرنے میں گزرتے ہیں ان ارفع مقاصد کے لیے انہیں دار ارقم میں بھی ٹھہرنا پڑتا ہے شعب ابی طالب میں کئی سال

1 سورۃ البقرۃ ۲:۲۱۶

2 سورۃ الصّف ۲۸:۹

بھوک وپیاس اور قید وبند کی صعوبتوں سے دوچار ہوناپڑتا ہے طائف کے چوراہوں پر سنگ باری سے زخموں سے چور بھی ہوناپڑتا ہے پھر بدر وحنین ،اور خندق وخیبر کے معرکوں میں جرأت وبہادری کے جوہر دکھانے کے لیے اپنی تلوار کو بھی بے نیام کرتے ہیں تاکہ بد دماغوں کادماغ درست کردیں اور حق غالب آجائے اسی وجہ سے مسلمانوں کو باطل قوتوں کے خلاف ڈٹے رہنے کا حکم دیا گیاارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ﴾(1)

ترجمہ: جولوگ ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ طاغوت (باطل معبود) کی راہ میں لڑتے ہیں۔

حق وباطل کا ٹکراؤ

حق وباطل کی کشمکش روزاوّل سے جاری ہے اور جنگ کی اس حقیقت کاانکار نہیں کیاجاسکتاہر دور میں نمرود اور فرعون کا مقابلہ کرنے کے لیے انبیاء کرامؑ کو زمین پر مبعوث کیاجاتارہااور آج بھی ظالم وجابر حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق کہناانبیاء کرامؑ کی ہی سنّت ہے۔تاکہ باطل قوّتوں کو کچلا جاسکے اور حق غالب آئے۔

قرآن کریم اس حقیقت کو یوں آشکار کرتا ہے:

﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ﴾(2)

ترجمہ: اور اگر حق ان کی خواہشوں کے پیچھے چلے تو یقیناً سب آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے، بگڑ جائیں۔

یعنی دین خواہشات کی تکمیل کا نام تو ہے نہیں لہذا کفار لازماً باطل کی جنگ لڑیں گے اور مسلمانوں کو ان کے مدمقابل آناپڑے گا۔

فقہاء کے نزدیک دارالاسلام اوردارالحرب کی تعریف

اس ضمن میں ان علاقوں کی تحدید بھی ضروری ہے جہاں مسلمان جنگ کرسکتے ہیں اور جہاں امن کے ساتھ رہناان کے لیے ضروری قرار دیا گیاہے فقہاء نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان علاقوں کو دارالاسلام اور دارالحرب میں تقسیم کیاہے۔

---

1 سورۃالنسا۵:۷۶

2 سورۃالمومنون۱۸:۷۱

شمس الائمہ علامہ سرخسیؒ دارالحرب کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دارالحرب کی تین شرطیں ہیں ایک یہ کہ اس پورے علاقے میں کافروں کی حکومت ہو اور درمیان میں مسلمانوں کا کوئی ملک نہ ہو، دوسری یہ کہ اسلام کی وجہ سے کسی مسلمان کی جان، مال، عزت محفوظ نہ ہو اسی طرح ذمی بھی محفوظ نہ ہو، تیسری شرط یہ ہے کہ اس میں شرک کے احکام ظاہر ہوں"۔[1]

علامہ شامیؒ اس کی مزید تشریح میں لکھتے ہیں:

"شرک کے احکام مشہور ہوں اور اس میں اہل اسلام کا کوئی حکم نافذ نہ کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اگر اس میں مسلمانوں اور مشرکوں دونوں کے احکام جاری ہوں تو پھر وہ دارالحرب نہیں ہوگا"۔[2]

شمس الائمہ علامہ سرخسیؒ السیر الکبیر کی شرح میں لکھتے ہیں:

"مسلمان تاجر جب گھوڑے پر سوار ہو کر اسلحہ کے ساتھ امان لے کر دارالحرب جائیں جب تک وہ اس گھوڑے اور اسلحہ کو کافروں کے ہاتھ بیچنے کا ارادہ نہ رکھتے ہوں تو ان کو اس سے منع نہیں کیا جائے گا کیونکہ تاجر کو اپنے مصالح کے لئے ان چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے پس جس طرح تاجر کے لیئے یہ چیزیں دارالاسلام میں ممنوع نہیں ہیں اسی طرح دارالحرب میں بھی ممنوع نہیں ہیں"۔[3]

فقہاء کی ان تعریفات کے بعد ممالک کو تین اقسام میں منقسم کیا جا سکتا ہے:

دارالاسلام: وہ علاقہ جہاں مسلمانوں کی حکومت ہو اور شعائر اسلامی اور احکام اسلامیہ کا غلبہ ہو۔

دارالحرب: وہ علاقہ جہاں کافروں کی حکومت ہو اور کفر کے احکام کا غلبہ ہو اور کسی مسلمان کو اس کے مسلمان ہونے کی حیثیت سے جان، مال اور عزت کا تحفظ حاصل نہ ہو، اسی طرح ذمی کو بھی تحفظ حاصل نہ ہو۔

دارالکفر؛ وہ علاقہ جہاں کافروں کی حکومت ہو، اس علاقے کے ساتھ مسلمانوں کے سفارتی تعلقات ہوں، مسلمان وہاں تجارت کے لیئے جاتے ہوں، مسلمانوں کو وہاں جان، مال اور عزت کا تحفظ حاصل ہو اور احکام اسلامیہ پر عمل کرنے کی آزادی ہو۔

اگر دارالحرب میں مسلمانوں کو اسلامی احکامات پر عمل کرنے کی آزادی ہو تو وہ دارالاسلام بن جاتا ہے مثلاً جمعہ اور عید پڑھائی جائے، خواہ اس ملک میں کفر کا نظام باقی رہے اور خواہ وہ علاقہ دارالاسلام سے متصل نہ ہو۔

---

3 المبسوط، محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الأئمۃ السرخسی، دارالمعرفۃ بیروت لبنان ۱۴۰۳ھ ج ۱، ص ۱۱۴

2 ردالمحتار، محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الدمشقی حنفی، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت، ج ۳، ص ۲۵۳

3 شرح السیر الکبیر، محمد بن احمد السرخسی، مطبع الحرکۃ الشورۃ الاسلامیہ افغانستان، جلد ۴، ص ۱۵۷۱

صلح کی حاجت و مصلحت قرآن مجید کی نظر میں

صلح کی اہمیّت وافادیّت کا کسی مہذب معاشرے میں انکار نہیں کیا جا سکتا جہاں انسانوں کے مابین لڑائی جھگڑا ہو جانا ایک فطری امر ہے وہاں صلح کے ذریعے مفاہمت کرانا بھی ناگزیر عمل ہے تاکہ معاشرہ میں آسودگی کی فضا قائم رہ سکے۔

قرآن مجید بار بار صلح و خیر خواہی کی تاکید کرتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾[1]

ترجمہ: ان کے اکثر مصلحتی مشورے بے خبر ہیں ہاں بھلائی اس کے مشورے میں ہے جو لوگوں کو نیک بات کا، خیرات کا، یا ان کے مابین صلح کرانے کا حکم کرے۔ اور جو شخص صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے یہ کام سرانجام دے اسے ہم یقیناً بہت بڑے اجر سے نوازیں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں:

"نیکیاں، صدقہ، اور امر بالمعروف اور اصلاح بین النّاس اسی وقت معتبر ہو سکتی ہے جبکہ ان کو اخلاص کے ساتھ محض اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے کیا جائے اس میں کوئی انسانی غرض شامل نہ ہو"۔[2]

معاشرے کی فضا کو امن و سکون کا گہوارہ بنانے کے لیے معاشرے کے بنیادی مرکز خاندان میں اگر جھگڑا اور مخالفت امڈ آئے تو صلح اور مفاہمت کی تائید کرتے ہوئے فرمایا۔

﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ وَإِنْ تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾[3]

---

1 سورۃ النّسا۵:۱۱۴

2 تفسیر معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، مکتبہ معارف القرآن کراچی، ۱۹۶۹ء، ج۲، ص۵۴۵

3 سورۃ النّسا۴:۱۲۸

ترجمہ: اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے بے رخی کا خطرہ ہو تو تو کوئی مضائقہ نہیں کہ میاں اور بیوی (کچھ حقوق کی کمی بیشی پر) آپس میں صلح کرلیں صلح بہر حال بہتر ہے نفس تنگ دلی کی طرف جلدی مائل ہو جاتے ہیں لیکن اگر تم لوگ احسان سے پیش آؤ اور خدا ترسی سے کام لو تو یقین رکھو اللہ تمہارے اس طرز عمل سے بے خبر نہ ہو گا۔

میاں بیوی کے درمیان اگر چپقلش ہو جائے تو پورے گھر کا امن وسکون تباہ ہو جاتا ہے اور اگر نزاع پر دونوں صلح کرلیں تو یہ عمل نہ صرف ان دونوں کے لیے بھلائی کا موجب ہو گا بلکہ یہ آنے والی نسلوں کو بھی تباہ کن ماحول سے بچالے گا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے بد دماغی کا غالب احتمال ہو یعنی علامات وقرائن سے معلوم ہو جائے کہ شوہر اس کو طلاق دے دے گا یا رخ پھیر لینے کا اندیشہ ہو کہ اس کے ساتھ نشست و برخاست اور گفتگو میں کمی کر دے اور اس کے حقوق ادا نہ کرے اور عورت طلاق نہ چاہتی ہو تو کوئی جرم نہیں کہ وہ آپس میں کسی جائز شرط پر صلح کرلیں"۔[1]

اور اگر امت مسلمہ کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو اسلام ان دونوں کے درمیاں عدل وانصاف کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے صلح کرا دینے کی تاکید فرماتا ہے، تاکہ اتحاد امت برقرار رہ سکے اور اسلامی معاشرہ ظلم وجور کی آماجگاہ نہ بن سکے کہ ہر طاقت ور شخص اپنے زور بازو سے اپنا حکم معاشرے میں نافذ کرنے کی سعی وجہد میں نہ لگا رہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾[2]

ترجمہ: اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں جنگ وجدل پر اتر آئیں تو ان کے درمیان صلح کرادو۔ اور اگر اس کے باوجود ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو یکسو ہو کر اس گروہ کے خلاف جنگ کرو یہاں تک کہ معاملہ اللہ کی طرف لوٹ جائے اور وہ اپنے آپ کو صلح کے لیے پیش کر دے پھر ان دونوں کے درمیان صلح کرادو انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے۔ کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

---

1 تفسیر مظہری، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، مکتبہ رشیدیہ پاکستان، ۱۴۱۲ھ، ج۲، ص۲۴۹

2 سورۃ الحجرات ۹:۲۶

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"کہ اگر اتفاق سے مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو پوری کوشش کر و اختلاف رفع ہو جائے اس میں اگر کامیابی نہ ہو اور کوئی فریق دوسرے پر چڑھا چلا جائے اور ظلم و زیادتی پر کمر باندھ لے تو یکسو ہو کر نہ بیٹھ رہو بلکہ جسکی زیادتی ہو سب مسلمان مل کر اس سے لڑائی کریں یہاں تک کہ وہ فریق مجبور ہو کر اپنی زیادتیوں سے باز آجائے اور خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو کر صلح کے لیے اپنے کو پیش کر دے۔اس وقت چاہیے کہ مسلمان دونوں فریقوں کے درمیان مساوات و انصاف کیساتھ میل ملاپ اور صلح کرادیں کسی ایک کی طرفداری میں جادہ حق سے ادھر ادھر نہ جھکیں جب دو بھائی آپس میں ٹکرا جائیں تو یوں ہی ان کے حال پر نہ چھوڑ دو بلکہ اصلاح ذات البین کی پوری کوشش کرو اور ایسی کوشش کرتے وقت اللہ سے ڈرتے رہو کسی کی بے جا طرفداری یا انتقامی جذبہ سے کام لینے کی نوبت نہ آئے"۔[1]

خدانخواستہ مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں خونریزی کا شکار ہو جائیں تو اسلام مزید قتل غارت سے بچنے کے لیے عفو و درگزر کی تاکید کرتا ہے اگر مقتول کے لواحقین صلح کے لیے آمادگی ظاہر کر دیں تو صلح و مفاہمت کا دروازہ کھلا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾[2]

ترجمہ: اگر کسی قاتل کے ساتھ اس کا بھائی کچھ نرمی کرنے کے لیے تیار ہو تو معروف طریقے کے مطابق خون بہا کا تصفیہ ہونا چاہئے۔اور قاتل کو لازم ہے کہ راستی کے ساتھ خون بہا ادا کرے۔یہ تمہارے رب کی طرف تخفیف اور رحمت ہے۔اس پر بھی جو زیادتی کرے اس کے لیے دردناک سزا ہے۔

جنگ کی حاجت و مصلحت قرآن مجید کی نظر میں

معابد کی حفاظت اور جنگی مصلحت

قرآن مجید نے جنگ کی مصلحت عبادت گاہوں کی حفاظت بھی قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

---

1 فوائد عثمانی، شبیر احمد عثمانی، مولانا، دار التصنیف کراچی، ۱۹۷۵ء، ص ۶۷۰

2 سورۃ البقرہ ۲:۱۷۸

﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا﴾[1]

ترجمہ: اگر خدا ایک دوسرے کے ذریعے لوگوں کو دفع نہ کرتا تو صوامع، گرجے، معابد، اور مساجد جن میں اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہے مسمار کر دیئے جاتے۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ اپنی کتاب میں اس آیت کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:

"اگر اللہ عادل انسانوں کے ذریعے سے ظالم انسانوں کو دفع نہ کرتا رہتا تو اتنا فساد ہوتا کہ عبادت گاہیں تک بربادی سے نہ بچتیں جن سے ضرر کا کسی کو اندیشہ تک نہیں ہو سکتا"۔[2]

حضرت داودؑ کے ہاتھوں جالوت کی سرکشی کا خاتمہ

حضرت داودؑ کے واقعہ کو قرآن نے بطور نمونہ بیان کیا ہے کہ داودؑ کا جالوت سے جنگ کرنے کا مقصد جالوت کی سرکشی کے آگے بند باندھنا تھا اور اسکے مارے جانے کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴾[3]

ترجمہ: اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے دفع نہ کرتا تو زمین فساد سے بھر جاتی مگر دنیا والوں پر اللہ کا بہت فضل ہے۔ (کہ وہ دفع فساد کا یہ کام وقتاً فوقتاً کرتا رہتا ہے)

عدل وانصاف کا قیام

ظلم وجوؔر کا بازار گرم ہو انسانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹا جا رہا ہو، زبردستی علاقوں اور ان کے وسائل پر قبضہ کیا جا رہا ہو۔ آزادی کے تمام حقوق مسلوب ہوں اور بدلہ میں حق خود ارادیت کے کھوکھلے نعروں سے دلاسہ دیا جا رہا ہو تو اہل حق کے لیے ظالم قوتوں کے مقابلے میں بزور شمشیر نکلنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

1 سورۃ الحج ۲۲: ۴۰

2 الجہاد فی الاسلام، ابوالاعلیٰ مودودیؒ، مولانا، اے این اے پرنٹرز لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۳۸

3 سورۃ البقرۃ ۲: ۲۵۱

﴿ لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ﴾[1]

ترجمہ: بلاشبہ ہم نے اپنے رسولوں کو روشن نشانیاں دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور ترازو کو نازل کیا تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم نے لوہے کو نازل کیا جس میں سخت لڑائی (کا سامان) ہے اور لوگوں کے لیے بہت سے فائدے ہیں۔

جو یقیناً انسانوں کے لیے منافع بخش ہے۔ اور ظالم طاقتوں کو مرغوب کرنے کے لیے جدید ٹیکنالوجی بھی وقت کی اہم ضرورت ہے اور لوہے سے تیار کردہ اسلحہ ہی مظلوموں کو انصاف دلانے میں مدد دے سکتا ہے۔

مظلوم اور نہتے لوگوں کو ظالموں سے نجات دلانا

ایسی جنگ جو فسادیوں کے مقابلے میں اپنی مدافعت اور کمزوروں اور لاچاروں اور مظلوموں کی مدد و نصرت کے لیے لڑی جائے اللہ نے خاص راہ خدا کی جنگ قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ﴾[2]

ترجمہ: تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے خدا ہمیں اس بستی سے نکال جہاں کے لوگ بڑے ظالم و جفاکار ہیں اور ہمارے لیے خاص اپنی طرف سے ایک محافظ اور مددگار مقرر فرما۔

جنگی طاقت سے باطل کو باز نہ رکھنے کے نتائج

سابقہ اقوام کی تاریخ پر نظر دوڑانے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جنگ سے منہ پھیرنے کی سزا ذلّت و رسوائی کی دلدل میں دھنسنے کے سوا کچھ نہیں ہے اس حوالے سے قرآن ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

سورۃ مائدہ میں بنی اسرائیل کی بزدلی اور جنگ سے جی چرانے کا نہائیت عبرت ناک انجام بیان کیا گیا ہے کہ جب موسیٰؑ نے اپنی قوم کو اللہ کی نعمتیں یاد دلانے کے بعد ارض مقدّس میں داخل ہونے کا حکم دیا مگر بنی اسرائیل پر خوف طاری تھا انہوں نے کہا:

---

1 سورۃ الحدید ۲۵:۲۷

2 سورۃ النساء ۵:۷۵

﴿قَالُوا يَا مُوسَى إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ وَإِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا حَتَّى يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ﴾(1)

ترجمہ :اے موسٰی ! اس زمین پر تو ایک زبردست قوم ہے ہم اس میں ہر گز داخل نہ ہوں گے جب تک کہ وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہاں اگر وہ نکل گئے تو ہم ضرور داخل ہو جائیں گے۔

قوم کے دو جوانمردوں نے جن پر اللہ کا خاص انعام تھا انہوں نے اپنی قوم کو مشورہ دیا کہ تم اس شہر میں داخل ہو جاؤ تو تم غالب آ جاؤ گے مگر وہ ڈرپوک اور ذلّت پر قناعت کرنے والی قوم خوف سے کانپتی ہی رہی اور صاف انکار کر دیا۔

آخر اللہ نے ان کو ان کی بزدلی کی یہ سزا دی کہ چالیس برس تک در بدر کی خاک چھانتے پھریں اور کہیں جائے پناہ نصیب نہ ہو:

﴿ قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ (2)

ترجمہ :اللہ نے کہا کہ جو زمین ان کے حق میں لکھی گئی تھی وہ چالیس سال تک ان پر حرام کر دی گئی ہے اب وہ زمین میں مارے مارے پھرتے رہیں گے۔

"صلح" کی حاجت و مصلحت تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

مہذّب سے مہذّب معاشرہ بھی اس وقت تک امن کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتا جب تک اس میں کچھ ایسے صلح جو افراد موجود نہ ہوں جو انسانوں کے مابین مفاہمت کے لیے سر گرداں نہ رہیں۔اس حوالہ سے سیرت طیّبہ میں ہمارے لیے بہترین مثالیں موجود ہیں۔

حضور ﷺ نے اصلاح بین النّاس کو نماز، روزہ، اور صدقہ سے افضل عمل قرار دیتے ہوئے فرمایا:

((أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ؟قَالُوا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ، وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ الْحَالِقَةُ))(3)

ترجمہ : کیا میں تمہیں ایک ایسی بات نہ بتاؤں جس کا ثواب نماز، روزہ اور صدقہ سے بھی زیادہ ہے صحابہ کرامؓ نے عرض کی ہاں کیوں نہیں ؟ آپ ضرور ارشاد فرمائیے۔آپ نے فرمایا لوگوں کے درمیان صلح اور ملاپ کرا دینا اور آپس کے فساد کو ختم کرنے والی ہے۔

---

1 سورۃ المائدہ ۲۲:۶

2 سورۃ المائدہ ۲۲:۶

3 سنن ابی داود، باب فی اصلاح ذات البین، ج ۴، ص ۲۸۰

لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے عمل کو اسلام میں اتنی اہمیّت دی گئ ہے اس کی خاطر جھوٹ بولنے کو بھی برا نہیں سمجھا گیا فرمان نبوی ﷺ ہے:

((لَيْسَ الكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ، فَيَنْمِي خَيْرًا، أَوْ يَقُولُ خَيْرًا))[1]

ترجمہ: وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان اصلاح کی خاطر خبریں بناتا ہے۔ یا بھلی بات کہتا ہے۔

صلح کی اسی اہمیت کے پیش نظر نبی کریم ﷺ کے عمل سے بھی وضاحت ہوتی ہے۔ کہ آپ نے لوگوں کے درمیان خود جا کر بھی صلح کرائی۔

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے:

((أَنَّ أَهْلَ قُبَاءٍ اقْتَتَلُوا حَتَّى تَرَامَوْا بِالحِجَارَةِ، فَأُخْبِرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ، فَقَالَ: اذْهَبُوا بِنَا نُصْلِحُ بَيْنَهُمْ))[2]

ترجمہ: اہل قبا کا آپس میں جھگڑا ہو گیا یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے پر پتھراؤ کرنے لگے نبی کریم ﷺ کو اطلاع ملی تو فرمایا آؤ چلیں اور لوگوں کے درمیان صلح کرا دیں۔

ہر جائز صلح و معاہدہ کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا:

((الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، زَادَ أَحْمَدُ، «إِلَّا صُلْحًا أَحَلَّ حَرَامًا، أَوْ حَرَّمَ حَلَالًا» وَزَادَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ))[3]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صلح درست ہے مسلمانوں کے درمیان مگر وہ صلح جو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دے۔ سلیمان بن داؤد کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ مسلمان اپنی شرطوں پر عمل کریں۔

ان احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ معاشرے کو فساد اور بد امنی سے بچانے کے لیے لوگوں کے مابین ہر ممکن طریقے سے صلح کرائی جائے اور اس کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے جنگ سے گریز کیا جائے اور پر امن معاشرے کے قیام کے لیے تمام ذرائع عمل میں لائے جائیں۔

---

1 صحیح بخاری، کتاب الصلح، قول الامام لاصحابہ، ج۳، ص ۱۸۳

2 صحیح بخاری، کتاب الصلح، قول الامام لاصحابہ، ج۳، ص ۱۸۳

3 سنن ابی داؤد، باب فی الصلح، ج۳، ص ۳۰۴

تعمیر کعبہ اور "صلح" کا عملی پہلو

حسن صلح کی عمدہ مثال تعمیر کعبہ کے وقت حجر اسود کو نصب کرنے کا معاملہ ہے آنحضرت ﷺ اپنی عمر کے ۳۵ برس میں تھے جب قریش نے سیلاب کی وجہ سے کعبہ کو پہنچنے والے نقصان کے پیش نظر از سر نو تعمیر کیا عمارت کی تعمیر میں تمام رؤسا ئے قریش نے حصہ لینے کی سعادت حاصل کی لیکن جب حجر اسود کو نصب کرنے کی باری آئی تو اختلاف اس قدر عروج پر پہنچ گیا کہ تلواریں بے نیام ہو گئیں چار دن تک مسلسل اختلاف کی آگ بھڑکتی رہی پانچویں دن یہ طے ہوا کہ دوسرے دن جو سب سے پہلے کعبہ میں آئے وہی حکم قرار پائے گا حسن اتفاق سے آنحضرت ﷺ سب سے پہلے وہاں تشریف فرما تھے آپ کو دیکھتے ہی تمام لوگوں کی زبانوں پر ایک ہی نعرہ تھا(هذا الامين رضينا ه)۔

نبی کریم ﷺ نے اس موقعہ پر ایسا فیصلہ فرمایا کہ تاریخ عالم ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

ابن هشام [1] نے سیرت ابن هشام میں لکھا ہے:

" آپ ﷺ نے ایک چادر منگوا کر اس پر حجر اسود کو رکھا اور ہر قبیلہ سے ایک ایک فرد کو اس چادر کو پکڑ کر اٹھانے میں شریک کر لیا۔ اور جب چادر مخصوص جگہ پر پہنچ گئی تو آپ نے پتھر اٹھا کر نصب فرمادیا اس حسن تدبیر سے ایک خونریز جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی"۔ [2]

جنگ کی حاجت و مصلحت تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

عہد نبوی ﷺ میں جتنی جنگیں لڑی گئیں وہ خاص مصلحتوں کے تحت لڑی گئیں کیوں کہ اسلامی جماعت کا آغاز چند کمزور لوگوں سے ہوا تھا۔ جو اپنی بقاء کی جنگ لڑ رہے تھے۔ ان کے پاس وسائل کی کمی تھی اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے گھر سے نکلے تھے وہ دعوت حق کے عملی پرچار پر یقین رکھتے تھے۔ جنگیں تو ان پر مسلط کی گئیں تھیں جن کے لیے ان کو مجبوراً اقدامات کرنے پڑے۔ جیسا کہ ارشادات نبویہ ﷺ سے واضح ہے:

---

1 اصل نام عبدالملک الحمیری ہے، بصرہ سے آپ کا تعلق ہے، کتاب المغازی پر نظرثانی کر کے اسے جدید صورت دی۔ جو سیرت ابن ہشام سے مشہور ہوئی۔ عبدالرحمٰن سہیلی نے روض الانف کے نام سے اس کی شرح لکھی۔ سیرت ابن ہشام کا ترجمہ جرمن، انگریزی اور اردو میں ہو چکا ہے۔ ان کی ایک اور کتاب کتاب التیجان بھی ہے۔

2 سیرت ابن ہشام، ج ۱، ص ۱۹۲

((إِنَّمَا كَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَاتِلُ المشْرِكِينَ وَكَانَ الدُّخُولُ فِي دِينِهِمْ فِتْنَةً))[1]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ مشرکین کے خلاف اس لیے جہاد کرتے تھے کیوں کہ ان کے دین میں فتنہ شامل تھا۔

یعنی جہاد کرنے کا مقصد فتنہ کا قلع قمع کرنا ہوتا تھا۔ عرب میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک مطلق امن وامان نہ تھا تمام قبائل باہم لڑتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ محترم مہینوں میں بھی بہانے نکال کر مہینوں کے نام بدل دیتے تھے۔اور لڑتے تھے قافلوں کالوٹ لیناعام بات تھی۔

اسلامی لشکر کی جنگوں کاایک مقصد رضائے الٰہی کا حصول بھی رہاہے نبی ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ العُلْيَا، فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ))[2]

ترجمہ: جس نے اس نیت سے جہاد کیا کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے تواس نے خالص اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔

اسلامی جنگوں کا مقصد دنیاوی جاہ وجلال ،ذاتی اغراض یاعلاقوں کو زیر نگیں کرنا کبھی بھی نہیں رہاجیساکہ دور جاہلیت میں ہوتا تھا ۔بلکہ رضائے الٰہی کا حصول تھا۔یہی وجہ ہے کہ دوران جنگ بھی مسلمانوں کی زبانیں ذکرالٰہی سے تر رہتی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جہاد میں دستور تھاکہ چڑھائیاں آتی تھیں تو تکبیر کہتے تھےاور اتار آتا تھاتو تسبیح پڑھتے تھے۔[3]

اسلام کی دعوت کو دنیاکے کونے کونے میں پھیلانا بھی جہاد کا مقصد رہاہے۔اور اگر یہ کہاجائے تو بے جانہ ہوگا کہ اسلام کااس قدر پھیلنااور پھولنا جہاد کے بغیر ممکن نہ تھا۔اسی لیے جنگ سے پہلے حکمرانوں کواسلام کی دعوت دی جاتی تھی۔اور جو لوگ اس دعوت کوشرح صدر کے ساتھ قبول کر لیتے تھےان پر جنگ مسلط نہیں کی جاتی تھی۔

صحیح بخاری میں اس موضوع پرایک واقعہ درج ہے:

"ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے چند صحابہ کوایک قبیلہ کے مقابلہ کے لیے بھیجاان میں سے ایک صاحب صف سے آگے نکل گئے قبیلہ والے روتے ہوئے آئے انہوں نے کہالاالہ الااللہ کہوتو بچ جاؤگے لوگوں نے اسلام قبول کر لیااور حملہ سے بچ گئے اس پر

1 صحیح بخاری، ج۹، ص۵۴

2 صحیح بخاری، ج۱، ص۳۶

3 صحیح بخاری، باب التکبیر عندالحرب، ج۴، ص۵۶

ساتھیوں نے ان کو ملامت کی کہ تم نے ہم کو غنیمت سے محروم کر دیا۔ جب ان کی شکایت نبی کریم ﷺ کے سامنے کی گئی تو آپ ﷺ نے اس صحابی کی تحسین کی اور کہا کہ تم کو ایک ایک آدمی (جو چھوڑ دیئے گئے) اتنا اتنا ثواب ملے گا"۔[1]

اس حدیث سے یہ باور ہوتا ہے کہ جہاد کا مقصد کبھی بھی مال غنیمت کا حصول نہیں رہا۔ بلکہ فوقیت اس بات کو دی گئی کہ دین حق لوگوں تک پہنچ جائے۔

اسلامی جنگوں کا ایک مقصد لوگوں کو مشکلات سے نکالنا بھی رہا ہے۔ نہ کہ مقبوضہ علاقوں میں جا کر راستوں کو بند کرنا اور لوگوں کو گھروں میں محبوس کر دینا۔ جیسا کہ زمانہ قدیم میں ہوتا تھا اور دور حاضر میں بھی کرفیو کے نام پر لوگوں کو تنگ کیا جاتا ہے اور گھروں پر دست درازی کی جاتی ہے۔

حضرت معاذ بن انسؓ سے روایت ہے:

((غَزَوْتُ مَعَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ كَذَا وَكَذَا، فَضَيَّقَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ وَقَطَعُوا الطَّرِيقَ، فَبَعَثَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُنَادِي فِي النَّاسِ أَنَّ مَنْ ضَيَّقَ مَنْزِلًا أَوْ قَطَعَ طَرِيقًا فَلَا جِهَادَ لَهُ))[2]

ترجمہ: میں فلاں غزوہ میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔ لوگوں نے دوسروں کے پڑاؤ پر جا کر ان کو تنگ کیا۔ لوٹ مار کی۔ آپ ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا جس نے منادی کی کہ جو دوسروں کو گھروں میں تنگ کرے یا لوٹے مارے۔ اس کا جہاد قبول نہیں۔

پھر امن وامان کو ختم کرنے والے عناصر کا قلع قمع کرنے کے لیے بھی جنگ کی مسلمانوں کو جنگ کی اجازت دی گئی۔

جیسا کہ حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ:

"قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو کر مدینہ میں رہنے لگے۔ مگر وہاں کی آب وہوا ان کو موافق نہ آئی اور وہ بیمار پڑ گئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ((أَنْ يَشْرَبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا---الخ))[3]

ترجمہ: اگر تم ہمارے اونٹوں میں جا کر رہو اور ان کے دودھ اور دوا کے طور پر ان کے پیشاب پیو تو تمہاری صحت درست ہو جائے چنانچہ وہ مدینہ سے باہر اونٹوں کی چراگاہوں میں گئے اور جب آرام ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ کے چرواہوں کو قتل کر کے اور اونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔ ان کی اس شرارت کی جب آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ نے ان کو لوگوں کے ذریعے پکڑا، ہاتھ پاؤں کٹوائے ان کی آنکھیں نکلوائیں۔ اور انہیں دھوپ پر چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔

جب اسلامی ریاست کو اندرونی یا بیرونی حملوں کا خدشہ ہو تو جہاد فرض عین کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ پھر مسلمانوں کو کسی صورت جنگ سے کنارہ کشی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ یعنی ملک کا دفاع ہر حال میں لازم ہو جاتا ہے۔

---

1 سنن ابی داؤد، باب مایقول اذا اصبح، ج۴، ص ۳۲۱

2 سنن ابی داؤد، باب مایؤمر من انضمام العسکر، ج۳، ص ۴۱

3 صحیح بخاری، باب ابوال الابل والدّواب، ج۱، ص ۵۶

غزوہ بدر، غزوہ احد اور غزوہ احزاب اسی ضرورت کے پیش نظر لڑیں گئیں۔ اپنے دین اور ملک کا دفاع کرنا ہر اہل ایمان پر لازم ہو جاتا ہے۔

باب دوّم:

اسلام کے تشکیلی دورِ اوّل میں صلح و جنگ کے اصولوں کا جائزہ

فصل اوّل: عہد نبوی ﷺ کا مختصر تعارف

فصل دوّم: عہد نبوی ﷺ میں غزوات و سرایا کا مختصر تعارف

فصل سوّم عہد نبوی ﷺ میں صلح و جنگ کے اصول

:

فصل اوّل:

عہد نبوی ﷺ کا مختصر تعارف

مبحث اوّل: نبوّت کا مختصر تعارف

مبحث دوّم: قرآن کی روشنی میں

مبحث سوّم : سیرت محمّدی ﷺ کی روشنی میں

عہد نبوی ﷺ کا مختصر تعارف

انبیاء کرام وہ ہستیاں ہیں جو انسانیت کی راہنمائی اور فلاح کے لیے بوقت ضرورت مبعوث ہوتی رہی ہیں۔ ہر پیغمبر کی تعلیم میں توحید اور کلمۃ اللہ کو مرکزی حیثیت حاصل رہی لیکن جاہلیت نے بھی ہمیشہ انسان کو اپنے پنجوں میں جکڑے رکھا، دنیاوی مفادات اور شرکیہ علوم نے انسان کے قلب و اذہان پر قبضہ کیے رکھا۔ اس لیے انسان انبیاء کرام کو جھٹلاتا، ان پر تشدد کی راہیں اختیار کرتا رہا، کچھ انبیاء کرام کو شہادت کا جام پینا پڑا، کسی کو جلاوطنی اختیار کرنی پڑی۔ ان تمام حالات کے باوجود قافلہ نبوّت رواں دواں رہا اور اللہ تعالیٰ انسانوں کی رشد و ہدایت کے لیے ان میں ہی سے نبی اور رسول پیدا کرتا رہا کچھ لوگ انبیاء کرام کی تعلیم پر کاربند رہے اور سچے توحید پرست مسلمان بن گئے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مفاد و اغراض پرستی غالب آگئی اور لالچ نے اندھا کر دیا جس کی وجہ سے صحائف آسمانی میں ردّ و بدل کے مرتکب ہوئے۔

ہر پیغمبر نے توحید اور کلمۃ اللہ کا درس دیا۔ جنہوں نے اس نظام زندگی کو نہ مانا اور شرک کی روّش اختیار کیے رکھی انہیں عذاب الیم سے ڈرایا۔ کچھ قوموں میں عذاب بھی آئے مثلاً قوم نوح۔ ثمود اور لوط وغیرہ۔ لیکن بعد میں آنے والی قوموں نے بھی اس سے کوئی سبق نہ سیکھا لہذا اصلاح کی بجائے گمراہی و جہالت بڑھتی چلی گئی۔

خاتم النبیین ﷺ کی پیدائش کے وقت جزیرۃ العرب میں بت پرستی انتہاء درجہ پر تھی باقی دنیا بھی تہذیب و شائستگی کے علوم سے ناآشنا تھی۔ انسان انسان کے خون کا پیاسا تھا۔ انتقام کی آگ اس قدر بھڑکتی تھی کہ اس کے شعلے ہر قسم کے اصول و ضوابط سے ناآشنا تھے۔ مظلوم و مقہور بندوں کا کوئی والی و وارث نہ تھا۔ خدا کی بجائے بت، آگ، چاند، سورج، ستارے، سانپ، مگرمچھ اور نہ جانے کیا کیا عبودیت کے مستحق ٹھہرا لیے گئے تھے۔ الغرض ساری دنیا قہر و ذلّت میں گھری ہوئی تھی۔ ان سخت گیر حالات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو نبوّت کے منصب سے سرفراز فرمایا اور حکم ہوا:

﴿يَاأَيُّهَاالْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ﴾[1]

ترجمہ: اے کمبل اوڑھ کر سونے والے اٹھ اور (شرک و گمراہی میں پڑی ہوئی قوم کو عذاب الٰہی) سے ڈرا۔

پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور کفر و شرک میں مبتلا لوگوں کو ڈرانے لگے۔ جو اللہ کی کبریائی کے نیچے اپنی کبریائی کا نظام چلانا چاہتے تھے ان کو اللہ کے دین حنیف کی دعوت دی۔ جن لوگوں نے اس دعوت پر لبیک کہا وہ دنیا کے لیے ہادی اور رہبر بن گئے اور جنہوں نے روگردانی کی روش اختیار کی۔ اور انسانیت کے لیے شر و فساد کے کانٹے بوتے رہے۔ ان کو کھلے عام جنگ و جدل کی

---

[1] سورۃ المدثر ۲۹:۱

دعوت دی۔اور تلوار کے ذریعے ان کی گردنوں کو نیچا کیا۔اسی سلسلے میں آپ نے کفار سے کئی جنگیں لڑیں۔جن میں حق اور باطل کا فرق واضح ہو گیا اور اللہ نے آپ ﷺ کے ہاتھوں دین اسلام کو غلبہ عطا کیا۔

سیرت محمد ﷺ کی روشنی میں

حضرت محمد ﷺ بعثت سے قبل غار حراء میں گوشہ نشینی اختیار فرماتے تھے جہاں وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت میں مشغول رہا کرتے تھے۔اس دوران حضرت جبرائیلؑ اللہ کا پیغام لے کر تشریف لائے اور آپ ﷺ کو نبوت سے سرفراز فرمایا صحیح مسلم میں نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت عمر اور تاریخ درج ہے:

"جس کے مطابق آنحضرت ﷺ کی عمر چالیس سال قمری پر ایک دن اوپر ہوا تو ۹ ربیع الاوّل ۴۱ء میلادی (بمطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء بروز دوشنبہ) روح الامین اللہ کا حکم نبوّت لے کر حضرت محمد ﷺ کے پاس آئے اس وقت آپ ﷺ غار حراء میں تھے"۔ (1)

رسول اللہ ﷺ سے دوشنبہ کے دن کے روزے کی بابت سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:
"یہ وہ دن ہے جس میں میں پیدا ہوا اور جس میں مجھے پیغمبر بنایا گیا یا جس میں مجھ پر وحی نازل کی گئی"۔ (2)

اعلان نبوّت اور قریش کا ردّ عمل

نبی کریم ﷺ نے اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے اپنی دعوت کا آغاز اپنے اہل خانہ سے کیا:
"نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے اپنے اہل خانہ کو دین کی دعوت دی۔اور اس کا یہ اثر ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ صدیق (دوست) حضرت علیؓ (چچازاد بھائی) حضرت خدیجہؓ (بیوی) زید بن حارث (مولیٰ) پہلے ہی روز مسلمان ہو گئے"۔ (3)
حضور ﷺ نے اللہ کو پیغام لوگوں تک پہنچانے کے لیے کوہ صفا پر چڑھ کر اعلانیہ دعوت کا آغاز کیا۔

اس طرح عکاظ، بعینہ، اور ذی المجاز کے میلے مکہ میں لگا کرتے تھے جس میں دور دور سے لوگ آیا کرتے تھے نبی کریم ﷺ ان مقامات پر جاتے اور میلے میں شریک لوگوں کو توحید اور اسلام کی دعوت دیا کرتے تھے۔مگر رؤساء قریش کو نبی اکرم ﷺ کا وعظ

---

1 صحیح مسلم، ج۱، ص۳۶۸

2 ایضًا

3 رحمۃ اللعالمین، قاضی سلیمان سلمان منصور پوری، مکتبہ الفیصل اردو بازار لاہور، مئی ۱۹۹۱ء، ص ۴۴

پسند نہ آیا کیوں کہ وہ بت پرستی پر بالکل قانع تھے اور جزاو سزا کے خلاف فکر رکھتے تھے۔اور نبوّت کا مفہوم سمجھنے سے یکسر منحرف تھے اس لیے انہوں نے آنحضرت ﷺ کی مخالفت پر کمر باندھ لی۔اور چھوٹی سی اسلامی تحریک کا خاتمہ کرنے کی ٹھان لی۔

اسلام لانے والوں کو سخت زدّو کوب کیا گیا تاکہ وہ مرتد ہو کر دوبارہ کفر اختیار کرلیں۔ان کے اس رویہ پر قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ﴾[1]

ترجمہ: کہ تم ایک بزرگ آدمی کو صرف اس جرم میں مارتے ہو کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتا ہے اور تمہارے پاس اپنے روشن دلائل بھی لے کر آیا ہے۔

ابن ہشام اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

"ایک دفعہ خانہ کعبہ میں نماز کے دوران سجدہ کی حالت میں عقبہ بن ابی معیط نے ابوجہل کے اکسانے پر اللہ کے نبی ﷺ پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی کفار ہنسی کے مارے لوٹے جاتے تھے حضرت فاطمۃ الزھرہؓ آئیں انہوں نے باپ کی پشت سے اوجھڑی کو پرے پھینک دیا"۔[2]

نبوّت کی دشمنی میں معاشرتی مقاطعہ

حضرت محمد ﷺ کی دعوت و تبلیغ سے دشمن کی جماعت کے بڑے بڑے سردار اسلامی تحریک میں شامل ہو رہے تھے جو دشمنان اسلام کے لیے ایک لمحہ فکریہ تھا پھر حضرت محمد ﷺ نے ان کی تمام سودے بازیوں اور پیشکشوں کو یکسر مسترد کر دیا تھا وہ آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بھی نہیں بنا سکتے تھے کیونکہ اس سے ایک بڑی جنگ کا خطرہ مول لینا خود ان کے لیے بھی سود مند نہ تھا۔لہذا انہوں نے نے ظلم کی ایک اور راہ تجویز کی جو ان کی گزشتہ تمام کاروائیوں سے زیادہ سنگین تھی۔

زادالمعاد میں ہے کہ:

"بعثت نبوی کے ساتویں سال مشرکین نے یہ عہد و پیمان کیا کہ بنوہاشم اور بنو مطلب کے ساتھ شادی بیاہ کریں گے نہ میل جول رکھیں گے۔اور نہ ہی کوئی بات چیت کریں گے۔جب تک کہ وہ نبی کریم ﷺ کو قتل کے لیے ان کے حوالے نہ کر دیں

---

1 سورۃالمومن ۲۸:۲۴

2 سیرت ابن ہشام، ج۱، ص۹

۔دستاویز کے طور پر ایک صحیفہ لکھا کہ وہ بنی ہاشم کی طرف سے کبھی بھی کسی پیش کش کو قبول نہیں کریں گے اور نہ ان کے ساتھ کسی قسم کی مروّت برتیں گے"۔[1]

اس بائیکاٹ کے نتیجے میں غلّے اور سامان خورد ونوش کی آمد بند ہو گئی گھاٹی کے محصورین کو پتّے اور چمڑے کھانے پڑے بچوں اور عورتوں کی آوازیں گھاٹی سے باہر سنائی پڑتی تھیں۔ یہ وہ ابتدائی حالات تھے جن میں باغ اسلام کی خون سے آبیاری کی جارہی تھی اور شمع نبوّت کے پروانے لپک لپک کر فدا ہو رہے تھے۔ تین سال کی اس خون آشام رات کا اختتام یوں ہوا کہ بعض رحم دلوں کو عہد توڑنے کا خیال پیدا ہوا چنانچہ پانچ آدمی اس عہد کو توڑنے پر آمادہ ہو گئے۔

اس معاہدہ کا خاتمہ بھی ایک واقعہ سے ہوا جس کا ذکر تاریخ طبری میں ان الفاظ سے کیا گیا ہے:

"ان میں سے زمعہ بن اسود نے کہا خدا کی قسم ضرور پھاڑا جائے گا جب یہ معاہدہ لکھا جارہا تھا ہم اس وقت بھی راضی نہ تھے ابوالبختری نے کہا کہ زمعہ سچ کہتا ہے ہم بھی راضی نہ تھے مطعم نے کہا بے شک یہ دونوں سچ کہتے ہیں ہشام بن عمرو نے بھی تائید کی ابوجہل مجلس کا یہ رنگ دیکھ کر حیران رہ گیا اور کہا کہ یہ تو تورات کا طے کیا ہوا معاملہ معلوم ہوتا ہے"۔[2]

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ:

اگلے روز جب ابوجہل اور باقی لوگوں کی نوک جھونک ختم ہوئی تو مطعم بن عدی صحیفہ چاک کرنے کے لیے اٹھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ صحیفہ کو دیمک چاٹ چکی تھی اور صرف باسمک اللھم باقی رہ گیا تھا اور جہاں جہاں اللہ کا نام تھا باقی بچا تھا اور کیڑوں نے اسے نہیں کھایا تھا اس کے بعد صحیفہ چاک ہو گیا رسول اللہ ﷺ اور باقی تمام حضرات شعب ابی طالب سے باہر نکل آئے۔ اور مشرکین نے آپ ﷺ کی نبوّت کی ایک عظیم نشانی دیکھی لیکن ان کا رویّہ نہ بدلا۔[3]

ہجرت مدینہ

مشرکین مکہ رسول اکرم ﷺ کی دعوت کو کسی صورت بھی قبول کرنے کے لیے تیّار نہ تھے بلکہ آئے روز آپ ﷺ

---

1 زادالمعاد فی ہدی خیر العباد محمد بن ابی بکر بن ایوب ابن قیم الجوزی، موسسۃ الرسالہ بیروت، طبع ۱۴۱۸ھ، ج۲، ص۴۶

2 تاریخ طبری، ج۲، ص۲۲۸

3 سیرت ابن ھشام، ج۱، ص۳۵۰

اور آپ کے صحابہ کے مصائب و آلام میں اضافہ ہو رہا تھا شعب ابی طالب اور طائف کے واقعات اسی مقصد کا تسلسل تھے ان کے ذریعے آپ ﷺ کی جماعت کا مکمل بائیکاٹ کر دیا گیا اور اس تحریک کو اپنا وجود تک برقرار رکھنا مشکل ہو گیا ان حالا ت کے پیش نظر آپ کو ہجرت کا حکم دے دیا گیا پہلے مرحلہ میں حبشہ کی طرف ہجرت کی گئی جب کہ دوسری دفعہ مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت مل گئی۔

مشرکین مکہ آپ ﷺ کی ہجرت سے خوش نہ تھے کیوں کہ مسلمان مدینہ میں ایک مستحکم اسلامی ریاست قائم کرنے میں کامیاب ہو سکتے تھے۔ جو سرداران قریش کے لیے بہت بڑا خطرہ تھا کیوں کہ شاہراہ مدینہ کی افادیت اور اہل طائف وغیرہ کی تجارت اور ملک شام کی طرف تجارت کا تمام دارومدار شاہراہ مدینہ کے پر امن رہنے پر تھا لہٰذا ان کو اس گھمبیر خطرے کا بھرپور احساس تھا جو نبی کریم ﷺ اور اسلامی تحریک کی صورت میں ان کے لیے ایک چیلنج کی صورت میں سامنے آ رہا تھا۔ اس خطرے سے نمٹنے کے لیے دارالندوہ کی پارلیمنٹ میں ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں نبی کریم ﷺ کے قتل کی مجرمانہ قرارداد منظور کی گئی اس سازش کا ذکر سیرت ابن ہشام میں ان الفاظ میں آیا ہے:

''حضرت جبرائیلؑ اپنے ربّ کی طرف سے وحی لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قریش کی سازش سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہاں سے کوچ کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ اور ساتھ ہی ہجرت کے وقت کا تعیّن بھی فرما دیا''۔[1]

سیرت ابن ہشام میں ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ :

''جب رات تاریک ہوئی تو یہ لوگ گھات لگا کر رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر بیٹھ گئے کہ آپ سو جائیں اور یہ لوگ آپ پر ٹوٹ پڑیں''۔[2]

لیکن اللہ اپنے کام پر غالب ہے اسی دوران یہ آیت نازل ہوئی جس میں نبی کریم ﷺ کو تسلّی دی گئی تھی کہ:

﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾[3]

---

1 سیرت ابن ہشام، ج ۱، ص ۴۸۲

2 ایضًا

3 سورۃ الانفال ۹:۳۰

ترجمہ: اس وقت کو یاد کریں جب کفار آپ کے خلاف سازشیں کر رہے تھے تاکہ آپ ﷺ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا نکال باہر پھینکیں اور وہ لوگ داؤ چل رہے تھے اور اللہ بھی داؤ چل رہا تھا۔ اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

یہاں اللہ کے نبی وہ معجزہ بھی بیان کرنا ضروری ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مشرکین کی صفیں چیرتے ہوئے گھر سے باہر تشریف لائے ایک مٹھی سنگریزوں والی مٹی لے کر ان کے سروں پر ڈالی اور وہ آپ کو نہ دیکھ سکے اس وقت آپ قرآن کی یہ آیات تلاوت فرما رہے تھے:

﴿وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ﴾(1)

ترجمہ: ہم نے ان کے آگے رکاوٹ کھڑی کر دی پس ہم نے انہیں ڈھانک لیا اور وہ دیکھ نہیں سکتے تھے۔

یوں بخیر و عافیت اللہ تعالیٰ آپ کو مشرکین کے چنگل سے نکال لیتے ہیں مشرکین نے آپ کا پیچھا کیا۔ غار ثور میں مشرکین جب غار کے دہانے پر کھڑے تھے تب بھی اللہ نے آپ کو ان کی آنکھوں سے اوجھل کر دیا اس سفر میں حضرت ابو بکرؓ آپ کے ردیف تھے۔ راستے میں سراقہ بن جعشم نے بھی آپ کا تعاقب کیا۔

صحیح بخاری میں یہ واقعہ خود سراقہ بن جعشم کی زبان سے مروی ہے کہ:

سراقہ نے نبی کریم ﷺ کا پیچھا کیا لیکن جب قریب پہنچا تو اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا اور وہ نبی کریم ﷺ پر حملہ کرنے کی کوشش میں ناکام ہو گیا۔ آپ ﷺ دوشنبہ ۸ ربیع الاوّل ۱۴ نبوی کو قبا پہنچ گئے۔ (2)

رحمت اللعالمین کا مصنف رقمطراز ہے کہ:

"کچھ دن قبا میں قیام کے بعد آپ مدینہ پہنچے لیکن اب نبی کریم ﷺ پر سکینت طاری تھی اور اللہ کی طرف سے مکمل تسلی تھی۔" (3)

چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ﴾(4)

---

1 سورۃ یٰسین ۹:۲۲

2 صحیح بخاری، باب عمرۃ التنعیم، ج۳، ص ۴

3 رحمۃ اللعالمین، ج ۱، ص ۱۰۲

4 سورۃ تحریم ۴:۲۸

ترجمہ: اللہ آپ کا مولیٰ ہے اور جبرائیل اور صالح مومنین بھی، اور اس کے بعد فرشتے آپ کے مددگار ہیں۔

یہ وہ تائید ربّانی تھی جو ہر وقت آپ کے شامل حال تھی اور آپ کا ہر عمل مقاصد نبوّت کی تکمیل کے لیے تھا آپ کو دین اسلام کے غلبہ کے لیے منتخب کر لیا گیا تھا اور آپ نے زندگی کے تمام شعبہ جات میں اصول و قوانین وضع کرنے تھے۔

"میثاق مدینہ" سیاسی حکمت عملی کی لازوال مثال

نبی کریم ﷺ اور آپ کے جانثار ساتھیوں نے مدینہ پہنچ کر ایک چھوٹی سی آزاد خود مختار اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی اس ریاست کے باسیوں کی تعداد بشمول مہاجرین مکہ پانچ سو سے زائد نہیں تھی مدینہ کی معتد بہ آبادی یہودیوں کے تین قبائل بنو قینقاع، بنو نظیر، اور بنو قریظہ پر مشتمل تھی۔ یہ لوگ سود خور اور تجارت پیشہ تھے تعلیم یافتہ بھی تھے۔ لہذا اپنے علم و ثروت کی وجہ سے اس معاشرے میں بلند مقام رکھتے تھے۔ اور مسلمانوں سے دشمنی رکھتے تھے۔ کیوں کہ ان کی تمنّا کے خلاف آنے والا (حضور ﷺ) حضرت اسحٰقؑ کی اولاد سے نہیں بلکہ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے مدینہ کے تمام باشندوں سے ایک معاہدہ کیا جو تاریخ میں میثاق مدینہ کے نام سے مشہور و معروف ہے یہ دنیا کی پہلی تحریری دستاویز تھی جس میں عوام اور ریاست کے حقوق فرائض کا تعیّن کیا گیا تھا یہ معاہدہ ۵۲ دفعات پر مشتمل ہے اس میں مندرجہ ذیل دفعات بالخصوص حربی پہلو سے تعلق رکھتی ہیں جن کا ذکر ابن ہشام نے اپنی کتاب میں کیا ہے :

۱۔ مدینہ کی کل آبادی کو ایک سیاسی وحدت قرار دیا گیا یعنی اگر مدینہ پر حملہ کیا گیا جس کا امکان ہر وقت موجود تھا تو مدینہ کے تمام باشندے مل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔

۲۔ دفاع کے اخراجات میں یہودی اپنی حصے کی رقم ادا کریں گے۔

۳۔ یہودیوں کو مکمل مذہبی آزادی ہو گی۔

۴۔ مدینہ میں کچھ ایسے قبائل بھی تھے جنہوں نے ابھی تک نہ اسلام قبول کیا تھا اور نہ یہودی کہلواتے تھے ان کے لیے تابعین کی اصطلاح استعمال کی گئی۔ ان کے ساتھ یہ معاہدہ ہوا کہ خون بہا، فدیہ، انصاف اور نیکی کے کاموں میں ان کے بنیادی حقوق کی حفاظت کی جائے گی۔ ان کی قبائلی روایات کا احترام کیا جائے گا۔ اس کے بدلے میں وہ شہر کے مشترکہ دفاع اور حصہ رسدی اخراجات جنگ کو برداشت کرنے کے ذمہ دار قرار دیئے گئے۔

۵۔اور اگر آپس میں کوئی جھگڑا ہو جائے تو رسول اکرم ﷺ کو حکم تسلیم کیا جائے گا۔ گویا اس معاہدہ کی رو سے آپ کی بالادستی بھی تسلیم کرلی گئی اور اندرونی استحکام کی طرف سے بھی کسی حد تک اطمینان حاصل ہو گیا۔

٦۔اس مدینہ کے تمام شرکاء پر مدینہ میں ہنگامہ آرائی اور کشت و خون حرام ہو گا۔

٧۔قریش اور اس کے مددگاروں کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

٨۔یہ معاہدہ کسی ظالم یا مجرم کے لیے آڑ نہیں بنے گا۔[1]

اس معاہدے کے طے ہو جانے سے مدینہ اور اس کے اطراف میں ایک وفاقی حکومت بن گئی جس کا دارالحکومت مدینہ تھا جس کے سربراہ رسول اکرم ﷺ تھے اور جس میں کلمہ نافذہ اور غلبہ مسلمانوں کو حاصل تھا اور اس طرح مدینہ واقعتاً اسلام کا دارالحکومت بن گیا۔امن و سلامتی کو مزید وسعت دینے کے لیے نبی کریم ﷺ نے آئندہ بھی دوسرے قبائل کے ساتھ حالات کے مطابق اسی طرح کے معاہدے کئے۔

”صلح حدیبیہ“ خارجہ پالیسی کی لازوال مثال

عہد نبوی ﷺ میں یہ وہ واقعہ تھا جب مسلمان بھی دنیا کے سامنے ایک قوّت بن کر ابھر چکے تھے اور حالات دن بدن مسلمانوں کے موافق ہو رہے تھے۔اسلامی دعوت کی کامیابی اور نبی کریم ﷺ کی بے مثال جنگی حکمت عملی کے آثار رفتہ رفتہ نمایاں ہونا شروع ہوئے۔ مسجد حرام میں چھے سال سے مسلمانوں کا داخلہ ممنوع تھا۔اس واقعہ کے بعد مشرکین نے مسلمانوں کے لیے حرم میں عبادت کا حق تسلیم کر لیا۔اللہ تعالٰی نے نبی کریم ﷺ کو ایک خواب کے ذریعے مکہ کی طرف روانگی کا حکم صادر کیا اور آپ کے لیے چودہ سو صحابہ کرامؓ کو ساتھ لیا عمرہ کی نیّت سے قربانی کے جانور ساتھ لیے تاکہ کسی کو شبہ نہ رہے کہ مسلمان جنگ کے ارادہ سے حرم کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔ چنانچہ حدیبیہ کے مقام پر حضرت عثمان کی شہادت کی افواہ پھیل گئی اور مسلمانوں میں بے چینی پھیل گئی۔ بیعت رضوان ہوئی اور اس بات پر بیعت ہوئی کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کا بدلہ لیے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔

بہر حال قریش نے صورت حال کی نزاکت محسوس کرلی اور صلح کی پیش کش کر دی جو نبی کریم ﷺ نے تسلیم کرلی اور مشرکین کی طرف سے سخت ناپسندیدہ شرائط کو بھی تسلیم کر لیا جو بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں کہ :

[1] سیرت ابن ہشام، ج ۱، ص ۵۰۳-۵۰۴

۱۔ رسول اللہ ﷺ اس سال مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس جائیں گے اگلے سال مسلمان مکہ میں آئیں گے اور تین روز قیام کریں گے ان کے ساتھ سوار کا ہتھیار ہوگا، میانوں میں تلواریں ہوں گی اور ان سے کسی قسم کا تعرّض نہیں کیا جائے گا۔

۲۔ دس سال تک فریقین جنگ بند رکھیں گے اس عرصے میں لوگ مامون رہیں گے کوئی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔ جو محمد ﷺ کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے داخل ہو سکے گا۔

۳۔ جو قبیلہ جس فریق میں شامل ہوگا اس فریق کا ایک جزو سمجھا جائے گا۔ لہذا ایسے کسی فریق پر زیادتی ہوئی تو خود اس فریق پر زیادتی متصوّر ہوگی۔

۴۔ قریش کا جو آدمی اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر یعنی بھاگ کر محمد ﷺ کے پاس جائے گا محمد ﷺ اسے واپس کرنے کے پابند ہوں گے لیکن محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے جو شخص پناہ کی غرض سے بھاگ کر قریش کے پاس آئے گا قریش اسے واپس نہ کریں گے۔[1]

حضرت عثمانؓ کی شہادت کی افواہ، حضرت ابو جندلؓ کا بیڑیوں میں بندھا ہوا پہنچنا، اس سب کے باوجود نبی کریم ﷺ کا ان دفعات کو تسلیم کر لینا نبوّت کی حقانیت کی دلیل ہے تمام صحابہ کرامؓ ان دفعات کو اپنے خلاف سمجھ رہے تھے اور قریش مکہ نے تو یہ شرائط پیش ہی مسلمانوں کو مغلوب کرنے کے لیے کی تھیں۔

ان تمام انسانی تصوّرات کے برعکس افضل البشر رحمت اللعالمین، سرورِ دوعالم ﷺ کی نگاہ التفات وحی ربّ کے ساتھ جڑی ہوئی تھی اور ان شرائط کو فتح مبین کا پیش خیمہ قرار دے چکی تھی۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا﴾[2]

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو واضح فتح سے نوازا۔

اور بعد کے حالات نے یہ ثابت کر دیا کہ اللہ کے نبی نے جو حکمت عملی اپنائی تھی وہ درست تھی جس تک عام انسان کی عقل پہنچنے سے قاصر تھی۔

---

1 صحیح بخاری، باب الشروط فی الجہاد، ص ۸۰

2 سورۃ الفتح ۲۶:۱

فتح مکہ اور فاتح اعظم ﷺ کا عام معافی کا اعلان

دور نبوی ﷺ کی معرکوں میں فتح مکہ جیسی پر امن جنگ کی مثال کہیں دنیا میں نہیں مل سکے گی۔ آپ نے حجاز کے مرکزی شہر مکہ کو فتح کر لیا۔ جس میں صرف دو مسلمان شہید ہوئے اور بارہ مشرکین واصل جہنّم ہوئے۔ آپ فاتحانہ حیثیت سے سب سے پہلے خانہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ عثمان بن طلحہؓ کلید بردار سے چابی منگوائی کعبہ کو اس کے اندر پڑے ۳۶۰ بتوں کو گراتے اور توڑتے جاتے اور ساتھ یہ قرآنی آیت پڑھتے جاتے:

﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾[1]

ترجمہ: حق آگیا اور باطل بھاگ کھڑا ہوا ہے بے شک باطل بھاگ کھڑا ہونے والا ہے۔

فتح مکہ کے بعد آپ نے کوئی انتقامی کاروائی کیے بغیر تمام لوگوں کے لیے عام معافی کا اعلان کر دیا اور معافی کے اعلان سے قبل آپ ﷺ مندرجہ ذیل فرامین جاری کر چکے تھے۔

۱۔ جو شخص ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے گا۔

۲۔ جو خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ جو شخص ابوسفیان یا حکیم بن حرام کے گھر پناہ لے لے اسے بھی قتل نہ کیا جائے گا۔

۴۔ معذور کا پیچھا نہ کیا جائے گا۔

۵۔ بوڑھوں، عورتوں، اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے گا۔[2]

لہذا سرزمین حجاز کی اس مرکزی جنگ میں نہ کوئی قتل ہوا۔ نہ قیدی بنائے گئے اور نہ مال غنیمت تقسیم ہوا۔ نبی کریم ﷺ کے اس عظیم کردار کی منظر کشی خود قرآن نے بھی کر دی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

---

1 سورۃ بنی اسرائیل ۱۵: ۸۱

2 صحیح بخاری، باب الشروط فی الجہاد، ص ۸۰

﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ - وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ﴾[1]

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ کی مدد آن پہنچی اور فتح مقدور ہو گئی تو تم نے دیکھا کہ لوگ گروہ در گروہ اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔

اختتام عہد نبوی ﷺ

نبی کریم ﷺ نے دس ہجری کو حج کا ارادہ فرمایا یہ آپ کا آخری حج تھا کیوں کہ اس کے بعد آپ کا وصال ہو گیا۔اور عہد نبوی اختتام پذیر ہو گیا اس حج میں آپ نے مناسک حج کی تعلیم دی اور ایک تفصیلی خطبہ بھی ارشاد فرمایا جو مسلمانوں کے لیے دستور کی حیثیت رکھتا ہے جس میں آپ نے تکمیل دین کی طرف بھی اشارہ فرمایا۔

خطبہ کے اختتام پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾[2]

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت کو مکمل کر دیا ہے اور میں نے تمہارے لیے اسلام کا دین ہونا پسند فرمایا ہے۔

گیارہ ہجری کو اللہ کے رسول ﷺ نے حق رسالت و نبوّت ادا کرنے کے بعد اپنے خالق حقیقی کی طرف وصال فرمایا۔

---

1 سورۃ النصر ۳۰:۱

2 سورۃ المائدۃ ٦:۳

فصل دوّم:

عہد نبوی ﷺ میں غزوات و سرایا کا مختصر تعارف

مبحث اوّل : غزوات کی تعداد اور مختصر تعارف

مبحث دوّم : سرایا کا مختصر تعارف

عہد نبوی ﷺ میں غزوات وسرایا کا مختصر تعارف

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لیے روز آفرینش سے انبیاء ورسل مبعوث فرمائے نبی کریم ﷺ اس سلسلے کی آخری کڑی ہیں آپ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا آپ خاتم النّبیین ہیں جتنے بھی انبیاء کرامؑ دنیا میں تشریف لائے سب کی بعثت کا مقصد ایک ہی تھا یعنی پوری انسانیت کو بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں داخل کرنا۔اس مقصد کے حصول کے لیے نبی کریم ﷺ نے امّت کے لیے دن رات دعائیں مانگیں تیرہ سالہ مکی زندگی میں تمام مصائب وتکالیف کے سامنے صبر وتحمّل کا پیکر بنے رہے حتّیٰ کہ جلاوطن ہونا پڑا۔

مدینہ منوّرہ میں اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھی تو دعوت ووعظ کا سلسلہ برابر جاری رکھا اور اسی مقصد کے حصول کے لیے آپ کو تلوار بھی چلانا پڑی جو کہ آخری اور انتہائی صورت ہے یعنی فتنہ وفساد کا خاتمہ بھی اسی غرض کے لیے تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ﴾[1]

ترجمہ:اور ان(دشمنوں) سے لڑو تا کہ فتنہ ختم ہو اور دین خالص اللہ کے لیے ہو جائے۔

دنیا میں امن وامان کے قیام اور فتنہ وفساد کے خاتمے کے لیے گھروں سے نکلنے کو ضروری قرار دیا گیا۔دین اسلام میں خروج فی سبیل اللہ کو ازحد اہمیّت حاصل ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾[2]

ترجمہ:تم بہترین امّت ہو لوگوں کے لیے نکالے گئے ہو تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

نبی کریم ﷺ نے اللہ کے دین کے غلبہ کے لیے تقریباً زندگی کا ایک تہائی حصہ میدان جنگ میں صرف کیا آپ نے فرمایا کہ شہید کا پہلا خون کا قطرہ گرنے کے ساتھ اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور وہ سیدھا جنّت میں پہنچ جاتا ہے جنگ کی اسی اہمیت کے پیش نظر نبی کریم ﷺ بذات خود کئی جنگوں میں شریک ہوئے۔

ایک دفعہ جنگ کے دوران ایک شخص نبی کریم ﷺ سے استفسار کرنے لگا:

---

1 سورۃ البقرہ ۲:۱۹۳

2 سورۃ آل عمران ۳:۱۱۰

کہ اگر میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں تو سیدھا جنّت میں جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا بے شک۔ وہ کھجور کھا رہا تھا اس نے کھجوریں پھینک دیں اور کہنے لگا اب میں کھجوریں بھی جنّت میں جا کر کھاؤں گا۔ یہ کہا اور لڑتے لڑتے اللہ کی راہ میں جان دے دی"۔[1]

غزوات کی تعداد

غزوات عموماً ان جنگوں کو کہا جاتا ہے جن میں نبی کریم ﷺ نے بنفس نفیس شمولیت اختیار کی ہو ایسی جنگوں کی تعداد مختلف روایات میں مختلف بیان ہوئی ہے:

((عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ أَنَّهُ سُئِلَ كَمْ غَزَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: تِسْعَ عَشْرَةَ شَهِدَ مِنْهَا سَبْعَ عَشْرَةَ أَوَّلُهُنَّ الْعُسَيْرَةُ- أَوِ الْعُشَيْرَةُ))[2]

ترجمہ: زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ ان سے آپ ﷺ کے غزوات کی تعداد پوچھی گئی تو انہوں نے انیس بتائی اور سوال ہوا کہ تم نے کتنے غزوات میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شرکت کی تو فرمایا سترہ میں شریک ہوا ہوں۔

جب کہ واقدی نے اپنی مغازی میں نبی کریم ﷺ کے غزوات کی تعداد ستائیس بیان کی ہے:

((فَكَانَتْ مَغَازِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي غَزَا بِنَفْسِهِ سَبْعًا وَعِشْرِينَ غَزْوَةً.
وَكَانَ مَا قَاتَلَ فِيهَا تِسْعًا: بَدْرُ الْقِتَالِ، وَأُحُدُ، وَالْمُرَيْسِيعُ، وَالْخَنْدَقُ، وَقُرَيْظَةُ، وَخَيْبَرُ، وَالْفَتْحُ، وَحُنَيْنٌ، وَالطَّائِفُ.
وَكَانَتْ السَّرَايَا سَبْعًا وَأَرْبَعِينَ سَرِيَّةً))[3]

ترجمہ: آپ کے غزوات کی تعداد جن میں آپ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی ستائیس ہے جن میں آپ نے قتال کیا اور وہ بدر، احد، مریسع، خندق، قریظہ، خیبر، فتح مکہ و حنین اور طائف ہیں اور آپ نے جو سرایا بھیجے ان کی تعداد سنتالیس ہے۔

طبقات ابن سعد میں بھی یہی تعداد بتائی گئی ہے البتہ ابن کثیر نے اس تعداد سے اختلاف کیا ہے البدایہ والنہایہ میں فرماتے ہیں:

---

1 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ احد، ج۵، ص ۹۴

2 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ العشیرہ او العسیر، ح ۳۹۴۹

3 کتاب المغازی، محمد بن عمر الواقدی، جامع آکسفورڈ برطانیہ ۱۹۶۶ء، ج۱، ص ۷

((عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتُوَائِيِّ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ مَغَازِيَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَرَايَاهُ ثَلَاثٌ وَأَرْبَعُونَ، أَرْبَعٌ وَعِشْرُونَ بَعْثًا، وَتِسْعَ عَشْرَةَ غَزْوَةً. خَرَجَ فِي ثَمَانٍ مِنْهَا بِنَفْسِهِ، بَدْرٍ، وأحد، والأحزاب، والمريسيع، وَخَيْبَرَ، وَفَتْحِ مَكَّةَ، وَحُنَيْنٍ.))(1)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے غزوات کی تعداد ۴۳ ہے جن میں سے ۳۴ سرایا اور نو غزوات ہیں اور ان غزوات میں سے ۸ میں آپ بنفس نفیس شریک ہوئے ہیں۔

مختلف فیہ روایات میں تطبیق

مندرجہ بالا روایات میں بظاہر اختلاف موجود ہے۔ روایان احادیث کی درایت سے قطع نظر ان روایات میں تطبیق ممکن ہے۔ جیسا کہ روایات میں ظاہر ہے کہ کچھ میں غزوات کی تعداد ستائیس اور کچھ میں ۴۳ اور ۹ بھی بتائی گئی ہے۔ یعنی وہ غزوات جو تاریخ میں مشہور و معروف ہیں۔ اور سیاسی اعتبار سے بھی نبوی دور میں اہمیت کے حامل رہے ان کی تعداد تو نو ہی ہے جیسا کہ روایات میں ظاہر ہے۔ اور باقی وہ غزوات اور سرایا ہیں جن کا انکار تو نہیں کیا جا سکتا لیکن جنگی اور تاریخی اعتبار سے ان غزوات کو وہ اہمیت حاصل نہ ہو سکی جو نو غزوات کو رہی پھر کئی ایسے بھی معرکے ہیں جن میں آپ نے شرکت تو فرمائی لیکن لڑائی نہیں ہوئی اور آپ دشمن سے معاہدہ کرنے کے بعد واپس مدینہ لوٹ آئے۔ اور کئی مقامات پر آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مقررہ جگہ پہنچے ہی تھے کہ دشمن بغیر لڑائی کے بھاگ گیا اور آپ بغیر جنگ کے ہی واپس لوٹ آئے۔ لہذا میں نے اپنے اس مقالہ میں ان ہی نو مشہور و معروف غزوات کا ذکر کیا ہے۔

غزوہ بدر الکبریٰ

ابتدائے رمضان ۲ھ میں حضور ﷺ کو خبر ملی کہ ابوسفیان قریش کے قافلہ تجارت کو مکہ واپس لا رہا ہے جو مال و اسباب سے لدا ہوا ہے۔ آپ نے صحابہ کرامؓ کو خروج کا حکم دیا ابوسفیان کو بعض مسافروں کے ذریعے خبر ملی کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے اصحاب کو تیرے قافلے کے تعاقب میں خروج کا حکم دیا ہے ابوسفیان نے اسی وقت ضمضم بخاری کو اجرت دے کر قریش کو مطلع کرنے کے لیے مکہ بھیجا کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے اپنے قافلہ کی خبر لیں اور اپنے سرمایہ کو بچانے کی کوشش کریں

1 البدایۃ والنہایۃ، اسماعیل بن عمر بن کثیر، السعادۃ مصر، طبع اوّل ۱۳۵۱ھ، ج ۳، ص ۲۴۲

محمد ﷺ اپنے اصحاب کو لے کر اس قافلے سے مقابلے کے لیے نکلے ہیں۔ ۱۲ رمضان المبارک کو آپ مدینہ سے تین سو تیرہ جاں نثاروں کو لے کر روانہ ہوئے۔[1]

"بئر ابی عنبہ پہنچ کر تمام جماعت کا معائنہ فرمایا جو کم عمر تھے ان کو واپس کر دیا روحا کے مقام پر پہنچ کر ابو لبابہ بن عبداللہ کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا جب صفرأ کے مقام پر پہنچے تو بسیس بن عمرو جہینی کو قافلہ ابو سفیان کی جاسوسی کے لیے آگے روانہ کیا"۔[2]

"ادھر خبر سنتے ہی اہل مکہ میں کہرام مچ گیا ایک ہزار آدمی پورے ساز و سامان کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے"۔[3]

لشکر کا سردار ابو جہل تھا ابو لہب کے علاوہ تمام سرداران قریش اس لشکر میں شریک تھے مقام روحاء سے چل کر بمقام صفراء پہنچے تو جاسوسوں نے قریش کے آنے کی اطلاع کی اس وقت آپ نے مہاجرین وانصار کو مشورہ کے لیے بلایا ابو لہب کے علاوہ تمام سرداران قریش اس لشکر میں شریک تھے۔ مقام روحاء سے چل کر مقام سفراء پہنچے تو جاسوسوں نے قریش کے آنے کی اطلاع کی اس وقت آپ نے مہاجرین وانصار کو مشورے کے لیے جمع فرمایا سب نے نہایت جوش و جذبہ کے ساتھ جانبازی کا مظاہرہ کیا آپ بمع اصحاب جب میدان بدر پہنچے تو اس سے پہلے ہی قریش پانی کے چشموں پر قبضہ کر چکے تھے اور مناسب جگہوں کا انتخاب بھی کر چکے تھے۔ میدان بدر ریتلا تھا اور مسلمان پانی سے بھی محروم ہو گئے۔ یہاں نصرت خداوندی نے اپنا مظاہرہ کیا اور اور باران رحمت کا نزول ہوا۔[4]

جس سے ریت جم گئی وضو اور غسل کے لیے پانی کے حوض بنا لیے گئے جونہی صبح ہوئی آپ نے لڑائی کے لیے لوگوں کو تیار کیا اور سعد بن معاذؓ کے مشورے سے نبی کریم ﷺ کے لیے ایک ٹیلے کے اوپر چھپر بنا لیا گیا۔ جس پر کھڑے ہو کر آپ باآسانی میدان کارزار کا معائنہ کر سکتے تھے۔[4]

نبی کریم ﷺ نے طلوع فجر ہوتے ہی الصلوٰۃ عباداللہ کی منادی دی نماز کی ادائیگی کے بعد جاں بازی اور سرفروشی کی ترغیب دی۔ اور جہاد کے لیے ابھارا۔ نبی کریم ﷺ نے جب قریش کے ایک عظیم الشان جماعت کو پورے ساز و سامان کے

---

1 جامع ترمذی،، باب ماجاء فی عدّۃ اصحاب بدرو، ج ۵، ص ۷۲

2 جامع ترمذی، باب ماجاء فی عدّۃ اصحاب بدر، ج ۵، ص ۹۸

3 طبقات کبریٰ، ابن سعد، ج ۲، ص ۱۲

4 صحیح مسلم، باب الامداد بالملٰئکۃ فی غزوہ بدر، ج ۳، ص ۱۳۸۳

ساتھ میدان کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو اللہ کے حضور یہ دعا فرمائی۔ [1]

ترجمہ: اے اللہ یہ گروہ قریش کثرت تکبّر اور فخر کے ساتھ مقابلے کے لیے آیا ہے جو تیری مخالفت کرتا ہے اور تیرے رسول کو جھٹلاتا ہے۔ اے اللہ اپنی نصرت عطا فرما جس کا تو نے وعدہ کیا ہے۔ اور ان کو ہلاک کر۔

ابن عباسؓ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور یہ درخواست کی اے پروردگار اگر یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر زمین پر تیری پرستش نہ ہوگی۔ [2]

اس کے بعد گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی آنحضرت ﷺ عریش سے باہر تشریف لائے اور صحابہ کو جہاد کی ترغیب دی۔ کہ جو شخص اللہ کی راہ میں مارا جائے گا اللہ اسے جنّت میں داخل فرمائے گا۔ [3]

بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے جبرائیل امین کے اشارے سے ایک مشت خاک مشرکین کے چہروں پر پھینکی اور صحابہ کو حکم دیا کہ کفّار پر حملہ کریں اور مشرکین میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کی آنکھ اور ناک میں یہ مٹی نہ پہنچی ہو اور وحی نازل ہوئی:

﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى﴾ [4]

ترجمہ: اے نبی ﷺ یہ تیروں کا پھینکنا آپ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔

مشت خاک کا پھینکنا تھا کہ کفّار کا تمام لشکر سراسیمگی کا شکار ہو گیا بڑے بڑے بہادر سپہ سالار قتل اور قید ہونے لگے۔ [5]

بحمداللہ فتح مبین پر لڑائی کا خاتمہ ہوا۔ قریش کے ستّر آدمی مارے گئے اور ستّر ہی گرفتار ہوئے مسلمان مقتولین کی لاشوں کے متعلّق آپ نے حکم دیا کہ بدر کے کنویں میں ڈال دی جائیں اور مدینہ میں قاصد بھیجا کہ لوگوں کو فتح کی خوشخبری سنادیں۔ تین روز بدر میں قیام کے بعد آپ نے مدینہ کا رخ کیا مال غنیمت عبد بن کعب کے سپرد کیا۔ مقام صفراً پہنچ کر مال غنیمت تقسیم فرمایا مدینہ میں قیام کے چند روز بعد آپ نے صحابہ کرامؓ سے اسیران بدر کے بارے میں مشورہ کیا۔ کہ ان لوگوں سے کیا سلوک کیا جانا چاہیئے

---

1 طبقات کبرٰی، ابن سعد، ج ۲، ص ۱۵

2 البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۲۷۶

3 شرح مواہب لدنیہ، زرقانی، ج ۲، ص ۴۲۷

4 سورۃ الانفال ۸:۱۷

5 شرح مواہب لدنیہ، زرقانی، ج ۲، ص ۴۲۹

۔مشاورت کے نتیجے میں یہ رائے قرار پائی کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیائے۔فدیہ کی مقدار علیٰ حسب الحثیت ایک ہزار درہم سے لے کر چار ہزار درہم تک تھی۔اور جولوگ نادار تھےاور فدیہ کی رقم ادا کرنے سے قاصر تھے۔ان کو بلا معاوضہ اور فدیہ کے آزاد کر دیا گیا پھر ان میں سے جولوگ تعلیم یافتہ تھےان کے ساتھ یہ شرط طے کی گئی کہ کہ دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا سکھادیں اور آزادی کا پروانہ حاصل کرلیں حضرت زید بن ثابت نے اسی طرح لکھنا سیکھا تھا(1)

قیدیوں کے ساتھ یہ وہ حسن سلوک تھا جس کی اس دور کی غیر متمدّن و غیر تہذیب یافتہ قوموں سے توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔

غزوہ احد (شوال ۳ھ)

قریش بدر کی شکست کو نہیں بھول سکتے تھے۔وہ جذبہ انتقام سے لبریز تھے۔اپنی اس آگ کو بجھانے کے لیے رؤسائے قریش نے ایک مجلس بلائی اور یہ فیصلہ کیا کہ کاروان تجارت بطور امانت محفوظ رہے اور اصل سرمایہ بطور حصص تمام شرکائے تجارت میں تقسیم کر دیا جائے۔اور سرمایہ منافع کلیتاً محمد ﷺ سے جنگ میں کھپا دیا جائے۔تاکہ مسلمانوں سے اپنے مقتولین بدر کا بدلہ لیا جاسکے۔اس فیصلہ کو سب نے بیک زبان ہو کر برضا و خوشی تسلیم کیا۔طبقات ابن سعد کے مطابق زر منافع کی مقدار پچاس ہزار دینار تھی۔(2)

اس موقع پر قرآن کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ﴾(3)

ترجمہ: قریش اپنے مالوں کو اللہ کے راستے سے روکنے میں صرف کر رہے ہیں۔اور پھر سب اس پر حسرت اور افسوس کریں گے اور باالآخر مغلوب و مفتوح ٹھہریں گے۔

اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو ان آیات کے ذریعے مکمل تائید ایزدی کا اشارہ مل چکا تھا۔اس لیے آپ نے بھی قریش کی خبر لینے کے لیے قاصدوں کو روانہ کیا۔حضرت عباسؓ نے تمام حالات جائزہ لے کر ایک تیز رو قاصد نبی کریم ﷺ کی طرف

1 البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۲۹۷

2 طبقات کبریٰ، ابن سعد، ج ۳، ص ۲۹۷

3 سورۃ الانفال ۸:۳٦

روانہ کیا اور تاکید کی کہ تین دن کے اندر اندر یہ خط نبی کریم ﷺ تک پہنچادے۔ [1]

اس خط کے ذریعے آپ کو آگاہ کیا گیا کہ اس جنگ کے لیے قریش نے خوب تیاّری کی ہے عورتیں بھی ساتھ ہیں تین ہزار کا لشکر تیاّر ہے جو سات سو زرّہ پوشوں، دو سو گھوڑوں، تین ہزار اونٹوں اور پندرہ عورتوں پر مشتمل ہے۔ جو ابو سفیان کی سرکردگی میں ۵ شوال ۳ھ کو مکّہ سے روانہ ہو گیا ہے۔ یہ خبر ملتے ہی آپ نے انس اور مونس کو قریش کی خبر لینے کے لیے روانہ فرمایا انہوں نے خبر دی کہ لشکر قریش مدینہ کے بالکل قریب آ پہنچا ہے۔ یہ جمعہ کی شب تھی صبح ہوئی تو آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ اکابرین صحابہ نے مدینہ میں پناہ گزیں ہو کر دشمن کا مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن نوجوان صحابہ جو بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے ان کی رائے تھی کہ مدینہ سے باہر رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ جب نبی مہربان ﷺ نے نوجوانوں کا اصرار دیکھا تو آپ نے یہی ارادہ فرمایا۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد جہاد و قتال کی ترغیب دی اور تیاّری کا حکم مرحمت فرمایا۔ اس طرح ۱۱ شوال یوم جمعہ بعد از نماز عصر نبی مہربان حضرت محمد ﷺ ایک ہزار کی جمعیّت لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے آپ گھوڑے پر سوار تھے سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ زرہیں پہنے آپ کے آگے آگے تھے اور سب مسلمان دائیں بائیں مدینہ سے نکل کر شیخین کے مقام پر پہنچے تو آپ نے اسلامی فوج کا باقاعدہ جائزہ لیا ان میں جو نو عمر اور کم سن تھے ان کو واپس فرمایا۔

ابھی آپ احد کے قریب بھی نہ پہنچے تھے کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی جو تین سو آدمیوں کو ساتھ لایا تھا یہ کہہ کر واپس لوٹ گیا کہ آپ ﷺ نے میری رائے پر عمل نہیں کیا کہ مدینہ کے اندر رہ کر جنگ لڑی جائے۔ لہذا ہم بلا وجہ کیوں اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالیں۔ ہم اس کو جنگ ہی نہیں سمجھتے اگر یہ جنگ ہوتی تو ہم تمہارا ضرور ساتھ دیتے۔' [2]

منافقین کے اس طرز عمل پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَاتَّبَعْنَاكُمْ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ﴾ [3]

---

1 شرح زرقانی علی المواہب لدنیا بالمنح المحمدیہ، ابو عبداللہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف بن احمد بن شہاب الدّین بن محمد زرقانی مالکی، دار الکتب العلمی البیروت، طبع اولیٰ ۱۴۱۷ھ، ج ۲، ص ۱۲

2 طبقات کبرٰی، ابن سعد، ج ۲، ص ۳۹

3 سورۃ آل عمران ۴:۱۶۷

ترجمہ :تاکہ منافقین کی پہچان ہو جائے ان کو کہا گیا کہ اللہ کے راستے میں قتال کی طرف آؤ تو کہنے لگے کہ اگر ہم اس کو قتال سمجھتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے۔ایسے لوگ ایمان کی بجائے کفر کے زیادہ قریب ہیں اپنے منہ سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔اور اللہ خوب جانتا ہے جو یہ لوگ اپنے دلوں میں لیے پھرتے ہیں۔

’’مقام شیخین کے قریب سورج غروب ہو گیا۔آپ نے شب کے آخری حصہ میں کوچ فرمایا احد کے قریب پہنچ کر صبح کی نماز پڑھائی۔پھر سالار قافلہ لشکر کی طرف متوجہ ہوئے اور احد پہاڑ کو پشت پر رکھ کر صفوں کو مرتّب فرمایا‘‘ (1)

براء بن عاذبؓ سے روایت ہے کہ :

’’رسول اللہ ﷺ نے پچاس تیر اندازوں کے ایک دستہ کو جبل احد کے پیچھے بٹھا دیا تاکہ قریش مکہ پش کی طرف سے حملہ نہ کر سکیں اور عبداللہ بن جبیرؓ کو ان کا امیر مقرّر فرمایا اور یہ حکم صادر فرمایا کہ اگر ہم مشرکین پر غالب بھی آجائیں یا مشرکین ہم پر غلبہ پالیں تو تب بھی یہاں سے نہ ہٹنا۔اور نہ ہماری مدد کے لیے آنا‘‘۔ (2)

مشرکین والی طرف سے میدان جنگ کا نقشہ یہ تھا کہ قریش نے اپنے لشکر کے میمنہ پر خالد بن ولید، میسرہ پر عکرمہ ،پیادہ پر صفیان بن امیہ ،اور تیر اندازوں پر عمرو بن العاص کو مقرّر کیا۔پہلے انفرادی لڑائی کا سلسلہ شروع ہوا تو قریش کی طرف سے میدان میں ابو عامر سب سے پہلے نکلا(جو قبیلہ اوس کا سردار تھا اور اپنے زہد کی وجّہ سے راہب مشہور تھا)آپ نے اس کا نام فاسق تجویز کیا۔میدان میں آتے ہی پکارنے لگا یا معشر اوس ان ابو عامر اوس کی جماعت نے جواباً کہا لا انعم اللہ بک یا فاسق (اس کا خیال تھا کہ اوس جب مجھے دیکھیں گے تو نبی کریم ﷺ کو چھوڑ کر میرے ساتھ ہو جائیں گے۔یہ جواب سن کر شکست خوردہ ہو کر واپس لوٹا کہ میرے بعد میری قوم کی حالت بدل گئی۔ (3)

اس کے بعد گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی اس دوران بائیس سرداران قریش جہنم واصل ہو گئے۔ (4)

نبی کریم ﷺ نے تاکیداً کہا تھا کہ یہاں سے نہ ہلنا مگر انھوں نے ان کی بات نہ مانی اور مرکز پر صرف دس آدمی بچ گئے حکم نبوی کی خلاف ورزی کا یہ نتیجہ نکلا کہ خالد بن ولیدؓ جو مشرکین کے میمنہ پر تھے درّہ کو خالی دیکھ کر پشت سے حملہ کر دیا

---

1 صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ احد، ج۵، ص۹۹

2 طبقات کبریٰ، ابن سعد، ج۲، ص۴۰

3 سیرت ابن ہشام، ج۳، ص۸۲

4 طبقات کبریٰ، ابن سعد، ج۲، ص۴۶

عبداللہ بن جبیرؓ اپنے ساتھیوں سم مسلمانوں نے اس دلیری اور جرأت کے ساتھ مقابلہ کیا کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے اور پشت دکھا کر بھاگنا شروع کر دیا عورتیں بھی بد حواس ہو کر پہاڑوں کی طرف بھاگنے لگیں اور مسلمان مال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے احد پہاڑ کے پیچھے موجود تیر اندازوں نے بھی سمجھا کہ فتح ہو گئی اور لوگ مال غنیمت سمیٹ رہے ہیں وہ بھی اس کی طرف بڑھے عبداللہ بن جبیرؓ نے ان کو بہت یت شہید ہوگئے مشرکین کے اس ناگہانی حملہ سے مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اوریکایک فتح شکست میں تبدیل ہوگئی اور دشمن آپ ﷺ کے قریب پہنچ گئے۔

حضرت انسؓ کی ایک روایت کے مطابق قریش کا آپ کے اوپر ہجوم ہوا تو آپ نے فرمایا:

''کون ہے جو مجھ سے ان کو ہٹائے اور جنّت میں میرا رفیق بنے۔انصار کے سات آدمی آپ کے ساتھ تھے جو باری باری لڑ کر شہید ہو گئے''۔ [1]

حضرت انسؓ روایت فرماتے ہیں:

''جنگ احد کے دن آپ ﷺ چہرہ پر نور سے خون صاف فرما رہے تھے اور ساتھ یہ بھی کہتے جاتے تھے کہ وہ قوم کیسے فلاح یافتہ ہو سکتی ہے جس نے اپنے پیغمبر کے چہرہ کو خون آلود کیا حالانکہ وہ تو صرف ان کو ان کے پروردگار کی طرف بلاتا ہے''۔ [2]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اسی ضمن میں فرماتے ہیں کہ گویا رسول اللہ ﷺ میری آنکھوں کے سامنے ہیں پیشانی مبارک سے خون پونچھتے جاتے اور یہ فرماتے جاتے:

((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لاَ يَعْلَمُونَ)) [3]

ترجمہ: اے اللہ میری قوم کو بخش دے کیوں کہ وہ جانتے نہیں۔

اسی غزوہ میں ستّر صحابہ کرام نے شہادت نوش فرمائی جن میں اکثر انصاری تھے۔ [4]

---

1 صحیح مسلم، باب غزوہ احد، ج۳، ص ۱۴۱۵

2 صحیح مسلم، باب غزوہ احد ، ج۳، ص ۱۴۱۷

3 صحیح بخاری، باب حدیث الغار، ج۴، ص ۱۷۵

4 جامع ترمذی، باب ماجاء فی قتلنی احد وذکر حمزہ، ج۳، ص ۳۲۶

بے سر و سامانی کا یہ عالم تھا کہ شھدا کے لیے کفن کی چادر بھی پوری نہ تھی۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو کفن دینے کے لیے پاؤں ڈھانکتے تو سر کھل جاتا آخر سر مبارک ڈھانک دیا گیا اور پاؤں والی طرف اذخر ڈال دی گئی۔ سیّدالشھداء حضرت حمزہؓ کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا بعض شھیدوں کو تو اتنا بھی کفن نصیب نہیں ہوا دو دو تین تین آدمیوں کو ملا کر ایک ہی قبر میں دفنا دیا گیا۔ (1)

دفن کے وقت پوچھا جاتا کہ قرآن کس کو زیادہ یاد ہے جس طرف لوگ اشارہ کرتے اسے لحد میں قبلہ رخ آگے رکھتے اور فرماتے انا شھید علٰی ھؤلاء یوم القیامۃ اور لوگوں کو حکم دیا کہ انہیں اسی طرح انہیں خون آلود کپڑوں میں بغیر غسل دیئے دفن کر دیا جائے بعض لوگوں نے اپنے شھدا کو مدینہ لے جا کر دفن کرنے کی درخواست کی لیکن نبی کریم ﷺ نے منع فرمادیا اور حکم دیا کہ جہاں شھید ہوئے ہیں وہیں دفنایا جائے۔

غزوہ بنی نظیر (ربیع الاوّل ۴ھ)

عمرو بن امیہ ضمری (2) جب بئر معونہ سے مدینہ واپس آیا تو راستہ میں دو مشرک ساتھ ہو گئے مقام قناۃ میں پہنچ کر ایک باغ میں پڑاؤ ڈالا۔ جب وہ دونوں سو گئے تو عمرو بن امیہ نے یہ سمجھ کر کہ اس قبیلہ کے سردار عامر بن طفیل نے بے گناہ ستر مسلمانوں کو شہید کیا ہے کیوں نہ ان دونوں کو قتل کر کے ان کا بدلہ لے لوں اس نے ان دونوں کا قتل کر ڈالا حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا اس قبیلہ سے عہد و پیمان تھا مگر عمرو کو اس کی خبر نہ تھی مدینہ پہنچ کر آپ کو سارا واقعہ سنایا تو آپ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ تو ہمارا معاہدہ ہے لہذا دیت اور خون بہا دینا ضروری ہے چنانچہ آپ نے ان دونوں کی دیت روانہ فرمائی بنی نضیر چونکہ بنی عامر کے حلیف تھے لہذا دیت کا کچھ حصہ از روئے معاہدہ بنو نضیر کے ذمہ بھی واجب الادا تھا اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ اعانت اور امداد لینے کی غرض سے بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے اکابرین صحابہ آپ کے ہمراہ تھے آپ جا کر ایک دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے۔ بنو نضیر نے بظاہر خندہ پیشانی سے جواب دیا اور خون بہا میں شرکت کا وعدہ کیا لیکن اندرونی طور پر نبی کریم ﷺ پر چھت سے بھاری پتھر گرا کر قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس سازش کے دوران سلام بن شکم نے کہا کہ ایسا ہر گز نہ کرو خدا کی قسم ایسا ہر گز نہ کرو اس کا ربّ اس کو خبر کر دے گا نیز یہ بدعہدی بھی ہے چنانچہ کچھ دیر نہ گزری تھی کہ جبرائیل امین وحی لے کر

---

1 سیرت ابن ہشام، ج،۲، ص ۹۱

2 کنیت ابوامیہ ہے بدر و احد میں مشرکین کی طرف سے شریک تھے۔ ان کی وفات حضرت امیہؓ کی خلافت کے آخری زمانہ میں ہوئی (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ابو حسن علی بن محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد شیبانی جزری، عزالدّین ابن الاثیر، دار الکتب العلمی بیروت طبع اولی ۱۴۱۵ھ، ج۲، ص ۶۱۹)

نازل ہوئے۔اور مخالفین کے مشورے سے آپ کو مطلع کر دیا۔آپ فوراً اٹھ کر مدینہ تشریف لے آئے آپ ایسے اٹھے جیسے کوئی ضرورت کی غرض سے اٹھتا ہے اور صحابہ وہیں بیٹھے رہے یہود کو جب آپ کے چلے جانے کا علم ہوا تو بہت پشیمان ہوئے۔اس موقع پر کنانہ بن حویرا یہودی بول پڑا تم کو نہیں معلوم کہ حضور ﷺ کیوں اٹھ کر چلے گئے ہیں خدا کی قسم ان کو تمہاری غداری کا علم ہو گیا ہے بخدا وہ اللہ کے رسول ہیں۔ (1)

اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ نے بنو نظیر پر حملہ کرنے کا حکم دیا اس دوران آپ نے ام مکتوم ؓ کو مدینہ کا عامل مقرر کیا اور مضبوط قلعوں کی طرف روانہ ہوئے۔آپ نے ان کا محاصرہ کر لیا۔یہود نے اپنے قلعوں میں گھس کر دروازے بنو نظیر کے بند کر لیے۔کچھ تو ان کو اپنے مضبوط قلعوں پر گھمنڈ تھا اس کے علاوہ عبداللہ بن ابی اور منافقین کے اس پیام نے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ان کو اور مغرور بنا دیا تھا لیکن ان میں سے عین موقعہ پر کسی کو بھی مسلمانوں کے مقابلے میں آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ (2)

اس کے علاوہ بنو نظیر نے ایک اور غداری یہ کی کہ نبی کریم ﷺ کو پیغام بھیجا کہ آپ تین آدمی ہمراہ لائیں ادھر سے ہمارے تین آدمی آپ سے بات چیت کریں گے اگر وہ ایمان لے آئیں تو ہم بھی ایمان لے آئیں گے اور اندرونی طور پر یہ سازش کی کہ ملاقات کے وقت کپڑوں میں خنجر چھپا کر جائیں اور موقع پا کر آپ کو قتل کر دیں مگر آپ کو ان کی عیاری کا قبل از ملاقات ہی علم ہو گیا۔یہ وہ بنو نظیر کی عیاریاں اور غدّاریاں تھیں جن کی وجہ سے ان پر حملہ کی نوبت آئی۔اور پندرہ دن تک ان کو محاصرہ میں رکھا گیا ان کے باغوں اور درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا گیا۔بالآخر شکست خوردہ ہو کر امن کے خواستگار ہوئے آپ نے دس دن کی مہلت دی کہ مدینہ خالی کر دو،اہل وعیال،عورتوں اور بچوں کو جہاں چاہو لے جاؤ صرف سامان حرب لے جانے کی اجازت نہیں اس کے علاوہ جس قدر سامان اونٹوں اور سواریوں پر لے جا سکتے ہو لے جاؤ۔یہودیوں نے مال کے طمع میں مکانوں کے دروازے اور چوکھٹ تک اتار لیئے جس قدر سامان اونٹوں پر لاد سکتے تھے لاد کر مدینہ سے جلاوطن ہو گئے۔ان میں سے کچھ خیبر چلے گئے اور کچھ شام جا کر آباد ہو گئے۔رسول اللہ ﷺ نے ان کے اموال و جائداد کو مہاجرین میں تقسیم کر دیا تاکہ انصار سے ان کا بوجھ ہلکا ہو سکے۔آپ نے تمام مال مہاجرین صحابہ میں تقسیم فرمایا ماسوائے دو انصاری ابو دجانہ ؓ اور سہل بن حنیف ؓ کو بوجہ تنگ دستی حصّہ دیا۔اس غزوہ میں بنو نظیر کے دو آدمی مسلمان بھی ہوئے یامین بن نمیر اور ابو سعید بن وھب۔اس کے بدلہ میں ان کے مال واسباب

---

1 عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، محمد بن محمد بن محمد بن احمد ابن سیّد النّاس، دار القلم بیروت، طبع اولیٰ ۱۴۱۴ھ، ج،۲، ص ۶۷تا ۷۰

2 فتح الباری، ابن حجر، ج۷، ص، ۳۳۰

سے کچھ تعرّض نہیں کیا گیا وہ اپنے املاک پر قائم رہے اور سور و حشر اسی غزوہ کے پس منظر میں نازل ہوئی جس کو عبداللہ بن عباسؓ سورۃ بنی نظیر کہا کرتے تھے۔[1]

غزوہ مریسیع یا بنی مصطلق (۲شعبان ۵ھ)

اس غزوہ کا سبب ایک اطلاع تھی جو نبی کریم ﷺ کو بنی مصطلق حارث بن ضرار کے بارے میں ملی کہ اس نے ایک بہت بڑی جمعیت تیّار کی ہے اور مسلمانوں پر حملہ کی تیاّری کر رہا ہے۔آپ نے اس خبر کی تحقیق کے لیے بریدہ بن حصیب اسلمی کو روانہ کیا۔انہوں نے واپس آکر اطلاع دی کہ خبر بلکل درست ہے تب آپ نے صحابہؓ کو جہاد کے لیے روانہ ہونے کا حکم دیا۔اس سفر میں آپ کے ساتھ تیس گھوڑے گھوڑے تھے۔مال غنیمت کے لالچ میں منافقین نے بھی آپ کا ساتھ دیا۔ مدینہ میں زید بن حارثہ کو قائم مقام بنایا گیا ازواج مطہرات میں حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔آپ تیز رفتاری سے چل کر مریسیع کے مقام تک پہنچے اور فوراً دشمن پر حملہ کر دیا۔اس وقت وہ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے۔[2]

وہ حملہ کی تاب نہ لا سکے دس آدمی قتل ہوئے باقی مرد عورتیں اور بچے گرفتار کر لیے گئے۔مال و اسباب ضبط کر لیے گئے۔دو ہزار اونٹ پانچ ہزار بکریاں،مال غنیمت میں آئیں دو سو گھرانے قید ہوئے انہیں قیدیوں میں سردار بنی مصطلق حارث بن ابی ضرار کی بیٹی جویریہ بھی تھی۔مال غنیمت کی تقسیم کے وقت جویریہ ثابت بن قیسؓ کے حصہ میں آئیں ثابت نے انہیں مکاتبہ بنادیا۔تو وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں جویریہ سردار بنی مصطلق کی بیٹی ہوں میری اسیری کے بارے میں آپ بہتر جانتے ہیں ثابت نے مجھے مکاتبہ بنالیا ہے بدلے کتابت میں آپ سے اعانت و امداد کے لیے حاضر ہوں۔[3]

آپ نے اس سے کہا اس سے بہتر چیز تم کو بتاؤں اگر تم پسند کرو وہ یہ کہ تمہاری طرف سے کتابت کی رقم میں ادا کر دوں اور آزاد کر کے تمہیں اپنی زوجیت میں لے لوں جویریہ نے کہا کہ میں راضی ہوں۔اس طرح جویریہ ازواج النبی ﷺ میں شامل ہو گئیں۔جب یہ خبر صحابہ کرامؓ تک پہنچی تو بنی مصطلق کے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا۔کہ یہ لوگ اب رسول اللہ ﷺ

---

1 البدایۃ والنہایہ،ج۴،ص۷۴تا۸۰

2 البدایۃ والنہایہ،ج۴،ص۶۴

3 ایضًا

کے دامادی رشتہ دار ہیں ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں۔میں جویریہ سے زیادہ اپنی قوم کے حق میں بابرکت نہیں دیکھا جس کی وجہ سے ایک دن میں سو گھرانے آزاد ہوئے ہوں۔[1]

غزوہ احزاب یا خندق

اس غزوہ کا سبب یہ بنا کہ بنو نظیر کی جلاوطنی کے بعد حی بن احطب بمع چند ساتھیوں کے مکہ گیا اور قریش کو نبی کریم ﷺ سے مقابلہ پر آمادہ کیا اور ان کو یہ پیشکش کی کہ نخلستان میں جس قدر کھجوریں آئیں گی ان کا نصف حصہ ہر سال تم کو دیا کریں گے۔یہ سن کر عیینہ بن حصن فراری[2] تیار ہو گیا اور قریش تو پہلے ہی تیّار بیٹھے تھے۔[3]
اس طرح ابوسفیان دس ہزار کی جمعیت لے کر مسلمانوں کا نام نشان مٹانے کی نیّت سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔[4]

رسول اللہ ﷺ کو جب ان کی روانگی کی خبر ملی تو صحابہ سے مشورہ فرمایا اس موقعہ پر حضرت سلیمان فارسیؓ کے مشورے پر سب کا اتفاق ہوا۔کہ مدینہ کے گرد خندق کھودی جائے اور خندق کے پار رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔کھلے میدان میں مناسب نہیں۔رسول اللہ ﷺ نے خود اس کے حدود مقرّر فرمائے اور خط کھینچ کر دس دس آدمیوں میں دس دس گز زمین تقسیم فرمائی۔خندق اس قدر گہری کھودی گئی کہ تری نکل آئی۔خندق کی کھدائی میں چھے دن لگ گئے۔[5]

رسول اللہ ﷺ خود بھی خندق کھود رہے تھے اور خود اپنے دست مبارک سے کدال زمین پر مار کر ابتدأ کی اس دوران یہ الفاظ مبارک آپ کی زبان پر تھے:

((بسم اللهوبه بدينا ولو عبدنا غيره شقينا ،حيذا ربًّا و حيذا دينًا))[6]

---

1 سنن ابی داؤد، کتاب العتاق، باب فی بیع المکاتب اذا فسخت المکاتبۃ، ج۴، ص۲۱

2 کنیت ابومالک ہے فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے۔حنین اور طائف کی جنگوں میں شریک تھے ان کے چچا حر بن قیس حضرت عمرؓ کے قریبی ساتھیوں میں سے ہیں۔ان کی ایک بیٹی حضرت عثمانؓ کے نکاح میں تھی ۔(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج۲، ص۶۱۹

3 عیون الاثر، ابن سیّد النّاس، ج۲، ص۶۷

4 فتح الباری، ابن حجر، ج۷، ص۳۹۳

5 طبقات کبریٰ، ابن سعد، ج۲، ص۷۹

6 طبقات کبریٰ، ابن سعد، ج۲، ص۷۹

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع کرتے ہیں مبادا اگر اس کے سوا کسی اور کی عبادت کریں تو بڑے ہی بدنصیب ہیں وہ کیا ہی اچھا ربّ ہے اور اس کا دین ہی اچھا دین ہے۔

سردیوں کا موسم تھا سرد ہوائی چل رہی تھیں۔ کئی کئی دن افاقہ میں گزر رہے تھے مگر انصار اور مہاجرین نہائیت ذوق و شوق کے سات خندق کھودنے میں مصروف کار تھے۔ مٹی بھی ڈھو رہے تھے اور ساتھ ان کلمات کا ورد بھی زبان پر جاری تھا۔[1]

((نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدَا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدَا))[2]

ترجمہ : ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور آپ کے واسطے سے اپنی جانوں کو خدا کے ہاتھ میں فروخت کر دیا ہے جب تک جان میں جان ہے کافروں سے جہاد کریں گے۔

ان الفاظ کے جواب میں نبی کریم ﷺ یہ اشعار ارشاد فرما رہے تھے:

((فقال رسول الله: لاعيش إلاعيش الآخرة. فاغفرللأنصاروالْمُهَاجِرَةْ))[3]

ترجمہ : بے شک زندگی تو حقیقت میں آخرت کی زندگی ہے پس اے اللہ مہاجرین اور انصار کی بخشش فرما۔

مسلمان جونہی خندقیں کھود کر فارغ ہوئے قریش دس ہزار کا لشکر جرار لے کر مدینہ پہنچ گئے۔ اور احد کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ نبی کریم ﷺ تین ہزار کا لشکر لے کر کوہ سلع کے قریب جا کر ٹھہرے۔ دونوں لشکروں کے درمیان خندقیں حائل تھیں ۔ حی بن احطب نے بنو قریظہ کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی بھرپور کوشش کی حالانکہ ان کا مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ تھا کہ وہ مل کر مدینہ کا دفاع کریں گے یہاں تک کہ حیَ نے ان کو عہد شکنی پر آمادہ کر لیا جب نبی کریم ﷺ کی بدعہدی کی خبر ملی تو آپ کو بہت دکھ ہوا آپ نے اس خبر کی تحقیق کے لیے حضرت سعد بن معاذؓ، سعد بن عبادہؓ، اور عبداللہ بن رواحہؓ کو بھیجا اور ساتھ ہی یہ ہدایت بھی کی کہ اگر خبر درست ہو تو مبہم انداز میں بیان کرنا۔ واپسی پر انہوں نے بنو قریظہ کی بدعہدی کی کنایۃً تصدیق کر دی۔[4]

صورت واقعہ یہ تھی کہ باہر سے دشمن نے پورے مدینہ کو گھیرے میں لیے ہوئے تھا اور اندرونی دشمن بھی ان کے ساتھ جا کر مل گیا جاڑوں کی راتیں تھیں اور کئی کئی دن کا فاقہ اور دوسری طرف منافقین نے بھی آنکھیں بدل لیں۔ انہوں نے حیلہ نہانے

1 کتاب المغازی، واقدی، ج ۲، ص ٦٧

2 صحیح بخاری، ج ۴، ص ۲۵

3 جامع مصنّف عبدالرّزاق، باب فی فضائل الانصار، ج ۱۱، ص ٦۲

4 فتح الباری، ابن حجر، ج ۷، ص ۳۹۷

شروع کر دیئے۔اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر پست دیوار ہونے کی وجہ سے غیر محفوظ ہیں۔اور عورتوں کی حفاظت بھی ضروری ہے۔اس لیے ہمیں اس جنگ سے رخصت دیں۔یوں لوگ ایمان کی کسوٹی پر پرکھے جانے لگے۔مگر اہل ایمان ثابت قدم رہے۔یہ وقت اہل ایمان اور خود رسول اللہ ﷺ کے لیے انتہائی آزمائش کا تھا اس صورت حال کی منظر کشی قرآن نے بھی کی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا- هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ﴾ (1)

ترجمہ:اس وقت کو یاد کرو جب دشمن تمہارے سر پر آ پہنچا تھا اوپر کی جانب سے بھی اور نیچے کی جانب سے بھی اور آنکھیں ششدر رہ گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے خدا کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔اہل ایمان کو خوب آزمائے گئے اور ہلائے گئے

ان حالات میں بھی اہل ایمان گھبرائے نہیں بلکہ ان کے ایمان میں اضافہ ہی ہوا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ﴾(2)

ترجمہ:اور سچے مومنوں (کا اس وقت یہ حال تھا کہ) جب انہوں نے حملہ آور لشکروں کو دیکھا تو پکار اٹھے،یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔اللہ اور اس کے رسول کی بات سچی تھی۔اس واقعہ نے ان کے ایمان اور ان کی سپردگی کو اور زیادہ بڑھا دیا۔

غرض اندرونی اور بیرونی دشمنوں نے کھل کر مخالفت کی اور ان کے مذموم ارادے کھل کر سامنے آ گئے دو ہفتے اسی طرح گزر گئے لڑائی کی نوبت نہ آئی پس دونوں اطراف سے تیر اندازی ہوتی رہی۔محاصرہ کے دوران غطفان قبیلہ کے سردار نعیم بن اشجعی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور کہتا ہے یا رسول اللہ ﷺ میں آپ پر ایمان لے آیا ہوں لیکن میرے ایمان کا میری قوم کو علم نہیں ہے اگر آپ کی اجازت ہو تو اس مشکل مرحلہ میں کوئی تدبیر کروں تو آپ نے فرمایا تم ایک تجربہ کار آدمی ہو (فان الحرب خدعہ) اور لڑائی تو نام ہی حیلہ اور ترکیب کا ہے چنانچہ نعیم نے قریش اور بنو قریظہ کے لشکروں میں

---

1 سورۃ الاحزاب ۱۰:۲۳

2 سورۃ الاحزاب ۲۳:۲۲

جا کر دونوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکا یا اور ان کے مابین عداوت پیدا کر دی جس کا یہ اثر ہوا کہ دونوں میں پھوٹ پڑ گئی اور یوں بنو قریظہ قریش کی امداد سے کنارہ کش ہو گئے۔[1]

آپ نے اس موقع پر یہ دعا فرمائی:

((اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الكِتَابِ، وَمُجْرِيَ السَّحَابِ، وَهَازِمَ الأَحْزَابِ، اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ))[2]

ترجمہ: اے اللہ، کتاب کو نازل کرنے والے، بادلوں کو چلانے والے، لشکروں کو شکست سے دوچار کرنے والے، ان کو (دشمن کو) شکست دے اور ہمیں فتح سے ہمکنار فرما۔

اللہ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی قریش اور غطفان پر سخت آندھی چلی جس سے ان کے خیمے اکھڑ گئے رسیاں اور طنابیں ٹوٹ گئیں ہانڈیاں الٹ گئیں۔ غبار اڑ اڑ کر آنکھوں میں بھرنے لگا جس سے کفار کے تمام لشکر پر خوف طاری ہو گیا اس صورتحال کو بھی قرآن نے ایک خوبصورت پیرائے میں ڈھالا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴾[3]

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کے اس انعام کو یاد کرو جو تم پر ہوا جب کافروں کے بہت سے لشکر تمہارے سروں پر آ بیٹھے تھے اس وقت ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور تمہاری مدد کے لیے آسمان سے لشکر جو تم کو دکھائی نہ دیتے تھے یعنی فرشتے، اللہ تمہارے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے۔

اس طرح دس ہزار کا لشکر وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ جب قریش واپس ہوئے تو آپ نے فرمایا:

((الآنَ نَغْزُوهُمْ وَلاَ يَغْزُونَنَا، نَحْنُ نَسِيرُ إِلَيْهِمْ))[4]

---

1 عیون الاثر، ابن سیّد النّاس، ج ۲، ص ۸۹

2 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ الخندق، ج ۵، ص ۱۱۱

3 سورۃ الاحزاب ۹:۲۳

4 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ الخندق، ج ۵، ص ۱۱۱

ترجمہ :اب ہم ان پر حملہ آور ہوں گے اور یہ کافر ہم پر حملہ آور نہ ہو سکیں گے ہم ہی ان پر حملہ کرنے کے لیے چلیں گے۔جب صبح ہوئی تو آپ نے مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی آپ کی زبان پر یہ کلمات تھے:

((لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ، أَعَزَّ جُنْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَغَلَبَ الأَحْزَابَ وَحْدَهُ، فَلاَ شَيْءَ بَعْدَهُ))[1]

ترجمہ :اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں،اس نے اپنے لشکر کو غالب کیا،اپنے بندے کی مدد کی،اس اکیلے نے لشکروں کو مغلوب کر دیا ،اس کی بعد کوئی شی نہیں(جس کی مدح سرائی کی جائے)۔

اس غزوہ میں کفار کے تین آدمی نوفل بن عبداللہ، عمرو بن عبدود، منیہ بن عبید، قتل ہوئے جبکہ مسلمانوں کی طرف سے سعد بن معاذ،انس بن اویس، عبداللہ بن سھل، طفیل بن نعمان، ثعلبہ بن غنم اور کعب بن زید شہید ہوئے۔

غزوہ بنی قریظہ

نبی کریم ﷺ صبح کی نماز کے بعد غزوہ خندق سے واپس پہنچے اور آپ نے اور تمام مسلمانوں نے ہتھیار اتار دیئے۔ظہر کی نماز کے وقت حضرت جبرائیلؑ ایک خچر پر سوار عمامہ باندھے ہوئے نمودار ہوتے ہیں اور آپ سے کہتے ہیں کہ آپ نے ہتھیار اتار دیئے ہیں جبکہ فرشتوں نے ابھی ہتھیار نہیں کھولے۔[2]

اس واقعہ کی تفصیل میں حضرت انسؓ کی روایت بھی موجود ہے:

وہ غبار جو حضرت جبرائیلؑ کی سواری سے کوچہ غنم میں اٹھتا تھا وہ اب تک میری نظروں میں ہے۔اور آپ کو اللہ کا حکم پہنچایا کہ اللہ نے آپ کو بنی قریظہ کی طرف جانے کا حکم دیاہے جبرائیل امینؑ روانہ ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ تمام لوگ عصر کی نماز بنی قریظہ میں ادا کریں۔[3]

بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو علم دے کر روانہ فرمایا جب حضرت علیؓ وہاں پہنچے تو یہود نے آپ کو کھلم کھلا گالیاں دیں جو کہ ایک مستقل اور ناقابل معافی جرم تھا اس کے بعد نبی کریم ﷺ خود روانہ ہوئے اور پہنچ کر بنی قریظہ کو پچیس روز تک محاصرہ میں رکھا بالآخر بنی قریظہ اس بات پر آمادہ ہوگئے کہ رسول اللہ ﷺ جو حکم دیں ہمیں منظور ہے جس طرح

---

1 طبقات کبریٰ،ابن سعد، کتاب المغازی، باب مرجع النّبی من الاحزاب و مخرجہ الی بنی قریظہ، ج ۲، ص ۵۷

2 البدایۃ والنہایۃ، ج ۴، ص ۱۶

3 البدایۃ والنہایۃ، ج ۴، ص ۱۶

خزرج اور بنو نظیر میں حلیفانہ تعلقات تھے اسی طرح اوس اور بنی قریظہ میں حلیفانہ تعلقات تھے اسی لیے اوس نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ جس طرح خزرج کے التماس پر حضور ﷺ نے بنی نظیر کے ساتھ جو معاملہ فرمایا تھا اسی طرح کا معاملہ ہماری درخواست پر بنی قریظہ کے ساتھ فرمائیں آپ نے ارشاد فرمایا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہارا فیصلہ تم میں سے ہی ایک شخص کرے تو اس پر انہوں نے کہا کہ سعد بن معاذؓ جو فیصلہ کریں گے وہ ہمیں قبول ہو گا۔ سعد بن معاذؓ چونکہ خندق میں زخمی ہو گئے تھے تو نبی کریم ﷺ نے مسجد نبوی میں ہی ان کے لیے ایک خیمہ لگوا دیا تھا تاکہ قریب سے ہی ان کی عیادت کر سکیں۔ آپ نے ان کے بلانے کے لیے ایک آدمی بھیجا وہ گدھے پر سوار ہو کر تشریف لائے جب آپ کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا:

((قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ، أَوْ خَيْرِكُمْ)) [1]

ترجمہ: اپنے سردار کے عزّت واحترام میں کھڑے ہو جاؤ۔

جب سواری سے اتار کر بٹھایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ان لوگوں نے اپنا فیصلہ تیرے سپرد کیا ہے سعدؓ نے جواب دیا کہ میں ان کی بابت یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں لڑنے والے یعنی مرد قتل کر دیئے جائیں عورتیں اور بچے اسیر ہو کر لونڈی اور غلام بنائے جائیں اور ان کا تمام مال واسباب مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے آپ نے فرمایا اے تو نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ [2]

تمام بنو قریظہ کو گرفتار کر کے مدینہ لایا گیا اور ایک انصاری عورت کے مکان میں محبوس رکھا گیا اور بازار میں ان کے لیے خندقیں کھدوائی گئیں بعض روایات میں ہے کہ دو دو چار چار کو اس مکان سے نکلوایا جاتا اور ان خندقوں میں ان کی گردنیں ماری جاتیں عورتوں میں صرف ایک عورت کی گردن ماری گئی جس کا جرم یہ تھا کہ اس نے کھوٹے سے چکی کا پاٹ گرایا تھا جس سے خلاد بن سوید شہید ہوئے ابن ہشام کی روایت کے مطابق اس عورت کا نام بنانہ تھا۔ [3]

---

1 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبیؐ من الاحزاب و مخرجہ الی بنی قریظہ، ج۵، ص۱۱۱

2 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبیؐ من الاحزاب و مخرجہ الی بنی قریظہ، ج۵، ص۱۱۲

3 عیون الاثر، ج۲، ص۱۰۷

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ان مردوزن کی تعداد چار سو تھی اور سبایا بنی قریظہ کو فروخت کے لیے نجد اور شام کی طرف بھیج دیا گیا اور ان کی قیمت سے گھوڑے اور ہتھیار خریدے گئے اور جو مال واسباب بنی قریظہ میں میں ملا تھا وہ مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا (1)

بنی قریظہ کے بارے اللہ تعالیٰ نے بزبان رسول ﷺ یہ وحی نازل فرمائی:

﴿ وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطَئُوهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ﴾(2)

ترجمہ: اور جن اہل کتاب نے ان کی مدد کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کو قلعوں سے نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں تمہارا رعب ڈال دیا ایک گروہ کو تم قتل کرتے تھے اور ایک گروہ کو قیدی بناتے تھے اور اللہ نے تم کو وارث بنایا ان کی زمین کا اور ان کے گھروں کا جس پر تم نے ابھی قدم نہیں رکھا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

ان روایات سے یہ بات بلکل واضح ہو جاتی ہے کہ بنو قریظہ کے جرائم اس قدر شدید تر تھے کہ ان کے لیے یہ سزا ہی لازم آتی تھی اور اگر اس دور کے انتقامی جذبات کا مطالعہ کیا جائے تو شاید یہ کوئی بڑی سزا نہیں تھی، جہاں مرنے کے بعد بھی مقتولین کا مثلہ کیا جاتا تھا۔ زندہ انسانوں کو چیر پھاڑ دیا جاتا تھا۔ ان سزاؤں کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

غزوہ خیبر ۷ھ

آنحضرت ﷺ نے ذوالحجہ اور اوائل محرم مدینہ میں ہی قیام کیا اس دوران آپ کو خیبر میں یہودیوں پر چڑھائی کرنے کا حکم ہوا جن یہودیوں نے کفار مکہ کے ساتھ مل کر غزوہ خندق میں مدینہ پر حملہ کیا تھا اس موقعہ پر آپ کو ایک یہ ہدایت بھی کی گئی کہ فتح خیبر کی پیش گوئی سن کر منافقین بھی آپ کے ساتھ چلنے کے لیے تیّار ہو جائیں گے اللہ نے حکم دیا کہ اس سفر میں آپ ہر گز ان کو ساتھ نہ لے کر جائیں چنانچہ یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا﴾(3)

---

1 شرح مواہب لدنیہ، زرقانی، ج ۲، ص ۱۳۷

2 سورۃ الاحزب ۳۳:۲۶

3 سورۃ الفتح ۴۸:۱۵

ترجمہ: جب تم مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے جانے لگو گے تو پیچھے چھوڑ جانے والے لوگ تم سے ضرور کہیں گے کہ ہمیں بھی ساتھ چلنے دو یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے فرمان کو بدل دیں ان سے صاف کہ دینا کہ تم ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔

آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں کچھ عرصہ قیام کے بعد محرم الحرام ۷ھ چودہ سو پیادوں اور دو سو سواروں کا لشکر لے کر خیبر کی طرف خروج فرمایا اس سفر میں ام المومنین حضرت ام سلمیٰ آپ کے ہمراہ تھیں اس غزوہ میں آپ نے یہ حکمت عملی اختیار کی کہ آپ نے خیبر اور غطفان کے درمیان مقام رجیع پر قیام کیا اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ کسی ذریعہ سے آپ کو علم ہو گیا تھا کہ غطفان نے یہود خیبر کی امداد کے لیے لشکر تیّار کر رکھا ہے لہذا آپ نے غطفان اور خیبر کے درمیان قیام کیا تاکہ غطفان کے یہود مرعوب ہو کر خیبر کے یہودیوں کی مدد کے لیے نہ پہنچ سکیں چنانچہ جب یہود غطفان کو علم ہوا کہ خود ہماری جان کو ہی خطرہ ہے تو واپس ہو گئے۔

حضرت انسؓ کی ایک روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ رات کو خیبر پہنچے اور آپ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ آپ رات کے وقت دشمن پر حملہ نہ کرتے تھے صبح ہونے کا انتظار کرتے تھے اگر آذان سنتے تو حملہ نہ کرتے تھے ورنہ حملہ فرماتے۔اس دن بھی آپ نے صبح کی آذان کا انتظار فرمایا، جب صبح کی آذان نہ سنی تو حملہ کی تیّاری کی صبح ہوتے ہی یہود کدال اور پھاوڑے لے کر اپنے کاروبار کو نکلے آپ کے لشکر کو دیکھ کر شور مچادیا کہ محمد اپنی کل فوج لے کر آگئے آپ نے ان کو دیکھ کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا:

((وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ))[1]

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا: خیبر تباہ ہو جب ہم قوم پر حملہ آور ہوں۔

چونکہ خیبر میں متعدد قلعے تھے یہود آپ کو دیکھتے ہی مع اہل وعیال قلعوں میں محصور ہو گئے آپ نے ان قلعوں پر یکے بعد دیگرے حملے شروع کیے اور قلعے فتح ہوتے گئے۔سب سے پہلے ناعم نامی قلعہ فتح ہوا اسوع بن سلمہ اس قلعہ کے دامن تھے یہود نے اوپر سے چکی کا پاٹ گرایا جس سے ان کی شہادت ہوئی قلع ناعم کی فتح کے بعد قلعہ قموص فتح ہوا یہ نہایت مضبوط قلعہ تھا جب صحابہ کرامؓ نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا تو نبی کریم ﷺ درد شقیقہ کی وجہ سے میدان میں تشریف نہ لا سکے اس لیے علم دے

---

1 صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیّر، باب غزوہ خیبر، ج ۳، ص ۱۴۲۷

کر ابو بکرؓ کو بھیجا پوری قوّت کے باوجود قلعہ فتح نہ ہو سکا دوسرے روز حضرت عمرؓ کو روانہ فرمایا حضرت عمرؓ بھی اس قلعہ کو فتح نہ کر سکے اور ناکام لوٹے۔[1]

اسی روز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کل علم اس کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبوب رکھتا ہو اور اس کے ہاتھ پر فتح فرمائے گا"۔[2]

ہر شخص یہ سعادت حاصل کرنے کا منتظر تھا تمام رات اسی شوق و اضطراب میں گزری جب صبح ہوئی تو آپ نے حضرت علیؓ کو بلایا حضرت علیؓ کی آنکھیں اس وقت آشوب میں مبتلا تھیں آپؐ نے لعاب دہن لگایا اور دعا کی آنکھیں اسی وقت درست ہو گئیں گویا کبھی کوئی شکایت ہی نہ تھی۔ علم عنایت فرمایا اور ہدایات دیں کہ جہاد و قتال کرنے سے پہلے اہل خیبر کے سامنے اسلام کی دعوت رکھنا ،اللہ کے حقوق کے بارے میں ان کو خبر دار کرنا خدا کی قسم اگر تیرے واسطے سے اللہ تعالیٰ کسی ایک شخص کو بھی ہدایت سے نواز دیتا ہے تو وہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے کہیں بہتر ہے حضرت علیؓ علم لے کر روانہ ہوئے ان کے مقابلہ کے لیے یہود کا مشہور پہلوان مرحب یہ اشعار پڑھتے ہوئے مقابلے کے لیے آگے بڑھا:

قد علمت خیبرانی مرحب   شاک السلاح بطل مغامر

اہل خیبر جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں۔ سلاح پوش۔ بہادر اور تجربہ کار

عامر نے اس کے پاؤں پر تلوار مارنے کا ارادہ کیا کہ تلوار پلٹ کر ان کے اپنے ہی پاؤں میں جا لگی اور اسی زخم کی وجہ سے ان کی وفات ہوئی۔ بعد ازاں حضرت علیؓ اس کے جواب میں یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھے:

انا الّذی سمتنی امی حیدرة   کلیث غابات کریه المنظرة

میں وہی ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا جنگل کے شیر کی طرح نہایت مہیب ہوں۔

یہ کہہ کر اس زور سے تلوار ماری کہ مرحب کے سر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔[3]

اس کے بعد مرحب کا دوسرا بھائی مقابلہ کے لیے آیا ادھر سے حضرت زبیرؓ آگے بڑھے اور یاسر کا کام تمام کر دیا۔[4]

---

1 شرح زرقانی، ج۲، ص۲۲۲

2 صحیح مسلم، باب غزوہ ذی قرد وغیرہا، ج۳، ص۱۴۳۲

3 عیون الاثر، ابن سیّد النّاس، ج۲، ص۱۷۵

4 سیرت ابن ہشام، ج۳، ص۳۷۵

یہ قلعہ بیس دن کے مسلسل محاصرہ کے بعد حضرت علیؓ کے ہاتھ پر فتح ہو گیا مال غنیمت کے علاوہ بہت سے قیدی ہاتھ آئے جن میں صفیہ سردار بنی نظیر حیؔ بن احطب کی بیٹی اور کنانہ بن ربیعہ کی بیوی بھی شامل تھیں۔[1]

اس کے بعد صعب بن معاذؓ کا قلعہ فتح ہوا جس میں غلّہ،چربی،اور کھانے پینے کا بہت سامان تھا۔وہ سب مسلمانوں نے قبضہ میں لے لیا۔اس کے بعد بچے کھچے یہودیوں نے حصن قلعہ میں جا کر پناہ لے لی۔یہ بھی ایک مستحکم قلعہ تھا۔تین روز تک نبی کریم ﷺ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس قلعے کو محصور کیے رکھا بالآخر ایک یہودی آپؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے ابو قاسمؐ اگر آپ ایک مہینہ بھی اس قلعہ کا محاصرہ کیے رکھیں تو اس کے رہنے والوں کو کوئی پرواہ نہیں ہو گی کیوں کہ انہوں نے زیر زمین پانی کے چشمے بنا رکھے ہیں رات کو نکلتے ہیں اور پانی لے کر دوبارہ اپنے قلعوں میں محصور ہو جاتے ہیں اس جنگ کو جیتنے کے لیے آپ کو ان کا پانی بند کرنا ہو گا۔نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا ان کا پانی بند کر دیا۔یہودی مجبور ہو کر قلعے سے باہر نکلے،سخت مقابلہ ہوا دس یہودی جہنّم واصل ہوئے اور کچھ مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔یوں بہت کم جانی نقصان کے یہ قلعہ بھی فتح ہو گیا۔اس کے علاوہ اور بھی قلعے تھے جن میں قلعہ ابی ،ولیس اور سالم بھی مشہور ہیں جو سخت معرکوں کے بعد مسلمانوں نے فتح کر لیے۔جب تمام قلعے فتح ہو گئے تو یہودیوں نے امان کی درخواست کی جو نبی ﷺ نے منظور کر لی اور ان کو جلاوطن کر دیا گیا۔[2]

غزوہ موٴتہ[3](جمادی الاوّل ۸ھ)

صلح نامہ حدیبیہ کی کامیابی کے بعد جہاں نبی کریم ﷺ نے دوسرے ممالک کے سربراہان کو خطوط لکھے تھے:

وہاں شام کے امیر شرجیل بن عمرو غسّانی کو ایک خط روانہ کیا یہ خط جب حارث بن عمیرؓ لے کر موٴتہ کے مقام پر پہنچے تو شرجیل نے ان کو قتل کرا دیا۔[4]

جو ایک سنگین جرم تھا آپؐ نے اسی وجہ سے تین ہزار کا لشکر حضرت زید بن حارثہؓ کی قیادت میں موٴتہ کی طرف روانہ کیا اور ارشاد فرمایا:

---

1 طبقات کبریٰ،ابن سعد،ج ۲،ص ۱۱۷

2 مواہب لدنیا،زرقانی،ج ۲،ص ۲۳۶

3 شام کی حدور میں بلقاء کی بستیوں میں سے ایک بستی کا نام ہے یہاں ہی غزوۂ موٴتہ ہوا تھا جس میں نبی کریم ﷺ نے حضرت جعفرؓ کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ فرمایا تھا۔(معجم البلدان،شہاب الدّین ابی عبداللہ یاقوت الحموی الرومی البغدادی دار صادر بیروت، ج ۵،ص ۲۲۰)

4 کتاب المغازی،واقدی،ج ۲،ص ۷۵۶

اگر زیدؓ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابی طیارؓ امیر لشکر ہوں گے اگر جعفرؓ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ امیر لشکر ہو ں گے اگر عبداللہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان جس کو چاہیں اپنا امیر بنالیں اسی وجہ سے اس غزوہ کو غزوہ جیش الامرأ بھی کہتے ہیں ۔حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ آپ نے جیش الامرأ روانہ فرمایا اور ایک سفید علم حضرت زیدؓ کے ہاتھوں میں دیا اور فرمایا کہ اوّل ثنیۃالوداع کے مقام تک آپ خود تشریف لے گئے اور کچھ اہم ہدایات دے کر لشکر کو روانہ فرمایا آپ نے لشکر کو یہ وصیت فرمائی کہ ہر حال میں تقوٰی کو ملحوظ رکھنا،اپنے رفقاؑ کی خیر خواہی کرنا،اور اللہ سے کفر کرنے والوں کے خلاف جہاد کرنا،خیانت نہ کر نا،کسی بوڑھے اور بچے کو قتل نہ کرنا،ادھر شرجیل کو جب اس لشکر کی روانگی کی اطلاع ملی تو اس نے ایک لاکھ سے زائد کا لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے تیار کرلیا دوسری طرف ہرقل ایک لاکھ کی فوج لے کر خود شرجیل کی مدد کے لیے بلقأ کے مقام پر پہنچ گیا معان کے مقام پر پہنچ کر مسلمانوں کو اس کی اطلاع ملی کہ دولاکھ سے زائد کا لشکر جرار تین ہزار مسلمانوں کے مقابلے کے لیے بلقأ کے مقام پر اکٹھا ہو گیا ہے۔مسلمانوں کا یہ مختصر سا لشکر دو دن تک معان کے مقام پر ٹھہرا رہا اور یہ مشورہ ہوتا رہا کہ کیا کرنا چاہیے۔ایک رائے یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی جائے اور ان کے حکم اور امداد کا انتظار کیا جائے"۔ (1)

پھر عبداللہ بن رواحہؓ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا:

اے قوم خدا کی قسم تم جس بات کو مکروہ سمجھ رہے ہو وہی شہادت ہے۔جس کی تلاش میں تم نکلے ہو ہم کافروں سے کسی قوّت یا کثرت کی وجہ سے نہیں لڑتے ہمارا لڑنا تو محض دین اسلام کی سربلندی کے لیے ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالٰی نے ہم کو عزّت بخشی پس اٹھو اور چلو دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ضرور ملے گی۔ (2)

لوگوں نے کہا عبداللہ بن رواحہؓ نے سچ کہا ہے خدا کے فدائیوں اور عاشقوں کی یہ تین ہزار کی جماعت اعدأاللہ کے دو لاکھ لشکر کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئی۔منیہ کے میدان میں دونوں جماعتوں کا آمنا سامنا ہوا۔مسلمانوں کی طرف سے اللہ کے رسول ﷺ کی ہدایت کے مطابق حضرت زید بن حارثہ رایۃالاسلام لے کر آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے ان کے بعد حضرت جعفر نے علم ہاتھ میں لیا جب دشمن نے ہر طرف سے گھیر لیا تو گھوڑے سے نیچے اترے گھوڑے کے کوچے کاٹ کر سینہ سپر ہو کر لڑتے لڑتے جب دایاں بازو کٹ گیا تو علم کو بائیں ہاتھ میں لے لیا بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو جھنڈا گود میں لے لیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

---

1 عیون الاثر،ابن سیّد النّاس،ج ۲،ص ۱۹۹

2 ایضًا

عبداللہ بن عمرو کی ایک روایت ہے:

فوجدنا ھ فی القتلیٰ ووجدنا مافی جسدة بضعًا و تسعین من طعنة و رمیة (1)

ترجمہ: ہم نے حضرت جعفرؓ کو شہدائمیں پایاتوان کے جسم پر تیروں اور زخموں کے نوے سے زائد نشانات تھے۔

رایۃالاسلام جب زمین پر گر گیا تو حضرت ثابت بن مخرمؓ نے اٹھالیا اور بآواز بلند کہا کہ اے لشکر اسلام کسی کو اپنا امیر مقرر کرلو تو تمام مسلمانوں نے متفقہ طور پر حضرت خالد بن ولیدؓ کو اپنا سپہ سالار مقرر کرلیا اب وہ رایۃالاسلام لے کر آگے بڑھے ان سے ہی مروی ایک روایت ہے کہ غزوہ موتہ میں لڑتے لڑتے میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں صرف ایک یمنی تلوار میرے ہاتھ میں باقی رہی۔ (2)

اگلے دن خالدؓ نے لشکر کی صفوں کو تبدیل کردیا مقدمۃالجیش کو ساقہ اور میمنہ کو میسرہ کردیا دشمن لشکر کی ہیئت دیکھ کر مرعوب ہو گیا اور سمجھا کو مسلمانوں کے پاس نئی امداد آگئی ہے۔اس منظر کے ابن سعد ابو عامرؓ راوی ہیں کہ جب خالدؓ نے رومیوں پر حملہ کیا توان کو ایسی فاش شکست دی کہ میں نے ایسی شکست کبھی نہیں دیکھی مسلمان جہاں چاہتے تھے دشمن کی گردنیں اڑاتے تھے۔

نبی کریم ﷺ مدینہ میں صحابہ کرامؓ کو موتہ کے حالات بتارہے تھے صحیح بخاری کے الفاظ ہیں:

((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى زَيْدًا، وَجَعْفَرًا، وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ، فَقَالَ: أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ: حَتَّى أَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِ اللَّهِ، حَتَّى فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِم)) (3)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ زیدؓ، جعفرؓ، اور ابن رواحہؓ کے بارے میں لوگوں کو خبر دے رہے تھے کہ حضرت زیدؓ کے ہاتھ میں جھنڈا آیا پھر وہ شہید ہو گئے پھر حضرت جعفرؓ کے ہاتھ میں جھنڈا آیا پس وہ بھی شہید ہو گئے پھر عبداللہؓ بن رواحہ کے ہاتھ میں جھنڈا آیا یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے اس دوران آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے یہاں تک کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار کے ہاتھ میں آگیا اور اللہ نے دشمن پر فتح سے نوازا۔

---

1 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ موتہ من ارض الشام، ج۵، ص۱۴۳

2 ایضا

3 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ موتہ، ج۵، ص۱۴۳

غزوہ فتح مکہ

صلح نامہ حدیبیہ میں لوگوں کو اختیار دیا گیا تھا کہ جس کے عہد میں چاہیں شامل ہو جائیں اس فیصلہ کے بعد بنو بکر قریش کے اور بنو خزاعہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں شامل ہو گئے دونوں قبیلوں میں زمانہ جاہلیت سے ہی چپقلش چلی آرہی تھی حدیبیہ کی میعادی صلح کی وجہ سے فریقین کافی پرامن ہو گئے تھے چنانچہ نوفل بن معاویہ نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ بنو خزاعہ پر اس وقت شب خون مارا جب وہ پانی کے ایک چشمے، جس کا نام وتیر تھا، سو رہے تھے خزاعہ نے بھاگ کر حرم میں پناہ لے لی مگر ان کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا اس سارے معاملے قریش نے بنو بکر کی ہر طرح کی امداد کی۔
عمرو بن سالم خزاعی چالیس آدمیوں کا وفد لے کر مدینہ منوّرہ میں بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے ان کی باتیں سن کر اعانت و امداد کا وعدہ فرمایا۔[1]

یہ وفد واپس چلا گیا آپ نے ایک قاصد کو قریش کے پاس روانہ کیا اور قریش کو اختیار دیا کہ تین باتوں میں سے کوئی تسلیم کر لیں:

۱۔ مقتولین خزاعہ کی دیت دی جائے۔

۲۔ بنو بکر کے عہد اور عقد سے علیحدہ ہو جائیں۔

۳۔ صلح حدیبیہ کے فسخ کا اعلان کر دیں۔

قریش کی طرف سے قرطہ بن عمرو نے قاصد کا پیغام سن کر تیسری شرط قبول کر لی اور کہا کہ ہم معاہدہ حدیبیہ کے فسخ پر راضی ہیں قاصد پیغام لے کر واپس لوٹ آیا بعد میں قریش کو ندامت ہوئی لہٰذا انہوں نے صلح کی مدّت بڑھانے کے لیے ابو سفیان کو مدینہ بھیجا لیکن صلح کی تجدید نہ ہو سکی وہ مسجد میں خود ہی صلح کی تجدید کر کے مکہ واپس آ گیا۔[2]
اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو پوشیدہ طور پر مکہ کی تیّاری، اور سامان حرب کو تیّار رکھنے کا حکم دیا چنانچہ دس رمضان المبارک ۸ھ بعد نماز عصر آپؐ مدینہ سے دس ہزار کی جمعیت لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے اس سفر میں حضرت ام سلمہؓ آپ کے ہمراہ تھیں۔[3]

---

1 طبقات کبریٰ، ابن سعد، ج ۲، ص ۱۳۴

2 شرح مواہب لدنیہ، زرقانی، ج ۲، ص ۲۹۳

3 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ الفتح فی رمضان، ج ۵، ص ۱۴۵

مدینہ سے روانگی کے وقت آپ اور صحابہؓ روزہ میں تھے لیکن جب کدید کے مقام پر پہنچے تو نبی کریم ﷺ نے صحابہ کی مشقت کے خیال سے روزہ توڑ دیا آپ کو دیکھ کر صحابہ نے بھی روزہ توڑ دیا۔ (1)

مقام مرّالظھران پہنچ کر جہاں آپ عشاٗ کے وقت پہنچے تھے صحابہ کو حکم دیا کہ ہر شخص اپنے خیمے کے آگے آگ جلائے اس کے بعد آپ کدا کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے آپ مکہ میں نہایت عاجزی سے داخل ہوئے دنیاوی حکمرانوں کی طرح شاہانہ انداز سے داخل نہیں ہوئے آپ کی اس شان انکساری کو بھی صحابہ کرام نے یوں بیان کیا ہے عبداللہ بن مغفل سے مروی ہے کہ ہم نے فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ سواری پر سوار ہیں اور خوش الحانی سے سورۃ انا فتحنا پڑھ رہے ہیں۔ (4)

اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی بھی ایک روایت ہے کہ آپ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: یہ وہ دن ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا پھر سورۃ اذا جاء نصر اللہ تلاوت فرمائی۔

مکہ میں جس پر امن انداز سے صحابہ کرامؓ داخل ہوئے اس کی مثال نہیں ملتی نبی اکرم ﷺ نے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم فرمادیا آپ مقام کداء سے گزرتے ہوئے بالائی جانب سے مکہ میں داخل ہوئے۔ خالد بن ولید کو اسفل مقام کداء سے اور زبیرؓ کو اعلیٰ مکہ سے داخل ہونے کا حکم مرحمت فرمایا۔(2)

اور ساتھ ہی یہ ہدایات فرمائیں:

"تم ابتداء بالقتال نہ کرنا صرف اس شخص سے لڑنا جو تم سے تعارض کرے اور مکہ نہایت ادب و احترام سے داخل ہونا۔ آپ نے سب سے پہلے ام ھانی بنت ابی طالب کے گھر پڑاو ڈالا یہ چاشت کا وقت تھا آپ نے غسل کیا آٹھ رکعات نماز نفل ادا کی نماز سے فراغت کے بعد شعب ابی طالب تشریف لے گئے جہاں آپ کا خیمہ نصب کیا گیا تھا"۔ (3)

خالد بن ولیدؓ جب اسفل مکہ سے داخل ہوئے تو بنو بکر، بنو حارث بن عبد، ہذیل اور قریش کے کچھ اوباش آپ کے مقابلے کے لیے جمع تھے اور خالد بن ولیدؓ پر فوراً ہلہ بول دیا خالد نے ان کا مقابلہ کیا تو تاب نہ لاسکے اور شکست کھا کر بھاگے۔ جب آپ ﷺ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو خالد سے دریافت کیا کہ تم کو قتال کرنے سے منع کیا تھا خالدؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ابتداء نہ کی بلکہ ہاتھ کو روکے رکھا لیکن جب مجبور ہو گیا اور تلواریں ہم پر چلنے لگیں تو اس وقت مقابلہ کیا فرمایا قضا اللہ خیراً جو اللہ نے مقدور کیا خیر

---

1 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ الفتح فی رمضان، ج۵، ص۱۴۵

2 صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب فتح مکہ، ج۳، ص۱۴۰۵

3 شرح مواہب لدنیہ، زرقانی، ج۲، ص۳۲۵

ہے اس کے بعد امن ہو گیا فتح مکمل ہو گئی تو نبی کریم ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے خانہ کعبہ کے احاطے میں تین سو ساٹھ بت پڑے تھے آپ ایک ایک بت کی طرف چھڑی کے اشارے سے گراتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے جاء الحق وزھق الباطل جب آپ حرم میں داخل ہوئے تو اونٹنی پر سوار تھے اسی حالت میں طواف فرمایا پھر عثمان بن ابی طلحہ کو بلایا اور خانہ کعبہ کی چابیاں لیں اور بیت اللہ کھلوایا اس میں تصویریں پڑی تھیں ان کو مٹانے کا حکم دیا پھر خانہ کعبہ کو آب زم زم سے دھویا گیا پھر آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور نماز ادا کی۔ [1]

ادئیگی نماز کے بعد دروازہ کھولا باہر تشریف لائے سب منتظر تھے کہ مجرموں اور دشمنوں کے بارے میں کیا حکم ہو تا ہے یہ رمضان المبارک کی بیس تاریخ تھی باب کعبہ پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا کلید آپ کے ہاتھ میں تھی حسب نسب پر فخر کرنے کے دستور کو ختم کر دیا اسلامی مساوات کا حکم دیا اور عام معافی کا اعلان فرمایا خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد عثمان بن ابی طلحہ کو بلایا کنجی حوالے کی اور فرمایا کنجی ہمیشہ کے لیے لے لو (یعنی ہمیشہ تمہارے خاندان میں رہے گی میں نے خود نہیں دی بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دلوائی ہے ظالم اور غاصب کے کوئی تم سے چھین نہیں سکے گا۔ [2]

ظہر کی نماز کا وقت ہوا تو بلال کو حکم دیا کہ وہ بام کعبہ پر کھڑے ہو کر آذان دیں قریش مکہ دین حق کی فتح و مبین کا عجیب و غریب منظر پہاڑوں کی چوٹیوں سے دیکھ رہے تھے آنحضرت ﷺ طواف سے فارغ ہو کر کوہ صفا پر تشریف لے گئے بیت اللہ کی طرف منہ کیے ہوئے دست بدعا اور مشغول حمد و ثناء رہے۔ [3]

دعا سے فارغ ہونے کے بعد کوہ صفا پر ہی بیٹھ گئے لوگ بیعت کے لیے جمع ہو گئے آپ اسلام، خدا اور رسول کی اطاعت پر بیعت لینے لگے مردوں سے فارغ ہونے کے بعد عورتوں سے بیعت لینا شروع کی عورتوں سے بیعت لیتے وقت پانی کا ایک پیالہ منگوا لیتے اور اس میں اپنا دست مبارک ڈال کر نکال لیتے اور حکم دیتے اس پیالے میں اپنا ہاتھ ڈال لو، عورتیں اس میں اپنا ہاتھ ڈال کر تر کر لیتیں اس طرح بیعت پختہ ہو جاتی۔ [4]

---

1 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مقام النبیؐ بمکہ زمن الفتح، ج ۳، ص ۱۲۰

2 شرح مواہب لدنیا، زرقانی، ج ۲، ص ۳۳۶

3 ایضاً

4 ایضاً

یوں مکہ فتح ہو گیا اور کائنات کے اس عظیم فاتح نے ان تمام لوگوں کو معاف کر دیا جنہوں نے آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے تھے، آپ پر پتھروں کی بارش کی تھی۔ جو آپ سے کئی جنگیں کر چکے تھے اور مسلسل بر سر پیکار تھے۔ آپ فتح مکہ کے بعد انیس دن مکہ مکرمہ میں مقیم رہے۔[1]

غزوۂ حنین

حنین مکہ اور طائف کے ایک جگہ کا نام ہے جہاں ہوازن اور بنو ثقیف کے قبائل آباد تھے یہ قبائل نہائیت جنگجو اور تیر انداز تھے مکہ فتح ہوا تو ان کو یہ ڈر پیدا ہو گیا کہ کہیں آپؐ ان پر حملہ نہ کر دیں اس لیے یہ مشورہ ہوا کہ ہم خود ہی حملہ کر دیں چنانچہ ان کا سردار مالک بن عوف نصری بیس ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوا اور اس نے اپنی فوج کو یہ تنبیہ کر دی تھی کہ تمام لوگ اپنے اہل وعیال کو ساتھ رکھیں تاکہ کوئی شخص اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر بھاگ نہ سکے۔

آنحضرت ﷺ کو جب ان واقعات کی اطلاع ملی تو عبداللہ بن ابی حدرا اسلمی کو تحقیق کے لیے روانہ کیا۔ وہ دو دن ان میں رہے اور ان کے جنگی حالات معلوم کر کے آپ کو ان کی جنگی تیاریوں کی اطلاع دی تب آپ نے مقابلہ کے لیے ساز وسامان تیار کیا صفوان بن امیہ سے سو زرہیں مستعار لیں۔ ۸ شوال کو بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ مدینہ سے حنین کی طرف روانہ ہوئے جب آپ اتنے بڑے لشکر کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے تو ایک شخص نے کہا کہ لن نغلب الیوم من قلۃ جس میں فخر و تکبر کا شائبہ تھا الغرض یہ کلمہ بارگاہ ایزدی میں پسند نہ آیا اور بجائے فتح کے پہلے ہی واہلہ میں شکست کا منہ دیکھنا پڑا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا:

﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ﴾[2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کی اور حنین کے دن تمہاری کثرت تعداد نے تم کو دھوکے میں ڈال دیا۔ اور تم کو کسی چیز نے کوئی فائدہ نہ دیا۔ زمین تم پر تنگ ہو گئی بجائے اس کے کہ تم کو فائدہ دیتی۔ اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔

اسلامی فوج شام کے وقت وادی حنین میں پہنچی۔ جبکہ ہوازن و ثقیف پہلے ہی اپنی کمین گاہوں میں دبکے بیٹھے تھے اپنی کمین گاہوں سے نکل کر یک دم ہلہ بول دیا اور ہر طرف سے مسلمانوں پر تیروں کی بارش کر دی جس سے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور صرف آپ کے رفقائے خاص ہی آپ کے ساتھ رہ گئے۔ آپ نے تین بار پکار کر فرمایا۔ اے لوگو! ادھر آؤ ۔

---

1 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مقام النبی ﷺ بمکہ زمن الفتح، ج ۳، ص ۱۲۰

2 سورۃ التوبہ ۹:۲۵

((أَنَا النَّبِيُّ لاَ كَذِبْ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ المطَّلِبْ))[1]

ترجمہ: میں سچا نبی ہوں اور میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

اللہ نے مجھ سے فتح و نصرت اور میری عصمت و حمایت کا وعدہ کیا ہے وہ بالکل حق ہے اس میں کذب کا کوئی امکان نہیں ہے اور میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

ادھر حضرت عباسؓ نے بلند آواز سے مہاجرین و انصار کو آواز دی۔

((یا معشر الأنصار یا أصحاب السمرة!))۔[2]

ترجمہ: اے گروہ انصار، اے نیزے چلانے والو۔

آوازوں کا کانوں میں پہنچنا تھا کہ یک دم سب پلٹ پڑے اور پروانہ وار شمع نبوّت کے گرد جمع ہو گئے آپ نے مشرکین پر حملہ کرے کا حکم دے دیا جب گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی اور میدان کارزار گرم ہو گیا تو آپ نے ایک مشت خاک لے کر کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا:

((شاهت الوجوه!)) [3]

ترجمہ: برے ہوئے یہ چہرے۔

میدان جنگ میں کوئی شخص ایسا نہ بچا جس کی آنکھ میں یہ غبار خاک نہ پہنچا ہو۔[4]

اور ایسا کرنا ہی تھا کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے۔ بہت سے بھاگ گئے اور بہت سے اسیر بنا لیے گئے اس معرہ جنگ میں دشمن کے ستر آدمی قتل ہوئے اور بہت سامال غنیمت ہاتھ آیا۔

---

1 صحیح بخاری، کتاب لمغازی، باب قول اللہ و یوم حنین اذا اعجبتکم، ج۵، ص ۱۵۳

2 طبقات کبریٰ، ج۲، ص ۱۵۱

3 طبقات کبریٰ، ج۲، ص ۱۵۱

4 فتح الباری، ابن حجر، ج۸، ص ۳۲

سرایاکا مختصر تعارف

سرایاان چھوٹی جماعتوں کو کہاجاتا تھاجو نبی کریم ﷺ کسی علاقے کے دشمنوں سے باخبر رہنے اور پیش آمدہ حملوں سے بچنے کے لیے بھیجا کرتے تھے۔ عصر حاضر میں بھی جاسوسی کے لیے فوجی دستوں کو تیّار کیا جاتاہے۔ سریہ کی لغوی تعریف اور تفصیل درج ذیل ہیں۔

لغوی تحقیق

لسان العرب کے مطابق:

(وأَما السَّرِيَّة مِنْ سَرايا الجيوشِ فَإِنَّهَا فَعِيلة بِمَعْنَى فاعِلَة، سُمِّيت سريَّةً لأَنها تَسْري لَيْلًا فِي خُفْيةٍ لئلَّا يَنْذَرَ بِهِمُ العدوُّ فيَحْذَروا أَو يَمْتَنِعُوا. يُقَالُ: سرَّى قائِدُ الجيشِ سَرِيَّةً إِلَى العدوِّ)۔[1]

ترجمہ: سریہ کو سریہ اس لیے کہا جاتاہے کیوں کہ یہ ایسا لشکر ہوتاہے جو رات کو خفیہ طور پر چلتاہے تاکہ دشمن کو ڈرا کر رکھے اور روکے رکھے جیسے کہاجاتاہے کہ امیر نے دشمن کی طرف ایک سریہ کو چلایا۔

سریۃ ان جنگی دستوں کو کہاجاتا تھاجو نبی کریم ﷺ مختلف اغراض کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ روانہ فرمایا کرتے تھے سرایاکی درج ذیل اقسام تھیں۔

۱۔ دشمن کی نقل وحرکت کی خبر رکھنے کے لیے۔

۲۔ دشمن کے حملے کی خبر سن کر اپنے آپ کو دفاع کے لیے تیّار رکھنا۔

۳۔ قریش مکہ کی تجارت کی روک تھام کے لیے تاکہ وہ مجبور ہو کر مسلمانوں کو حج وعمرہ کی اجازت دیں۔

۴۔ امن وامان کے قیام کے لیے فوجی دستوں کی روانگی۔

۵۔ دعوت اسلام کے لیے صحابہ کرامؓ کی تشکیل۔

1 لسان العرب، فصل السین المہملہ، ج۱۴، ص ۳۸۳

سریہ غطفان ۳ھ

ہر ملک اپنے دفاع اور خود مختاری کی فکر میں رہتا ہے۔اگر وہ اپنی اس ضرورت سے اجتناب برتے تو دشمن کے لیے تر نوالہ ثابت ہوتا ہے۔اسی ضرورت کے پیش نظر نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کی حفاظت اور دفاع کے لیے ہر ممکن اقدامات کیے ۔سریہ غطفان بھی اسی غرض کے پیش نظر روانہ کیا گیا:

((وذلك أَنَّهُ بَلَغَ رَسُول اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أن جمعا مِن بني ثعلبة ومحارب بذي أمر قد تجمعوا يريدون أن يصيبوا مِن أطراف رَسُول اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جمعهم رَجُل منهم يقال لَهُ دعثور بْن الحارث مِن بني محارب الخ))[1]

ترجمہ:اس سریہ کا سبب ایک خبر تھی جو نبی کریم ﷺ کو پہنچی کہ قبیلہ بنو ثعلبہ کی ایک فوج ذی امر میں حملہ کی غرض سے جمع ہوئی ہے اور اس فوج کا سپہ سالار دعثور بن حارث [2] نامی شخص ہے۔

یہ سریہ ذی امر[3] کے مقام پر ہوا جس بنا پر اس کو سریہ ذی امر کہتے ہیں۔یہ سریہ،سریہ غطفان کے نام سے بھی مشہور ہے۔ بنو محارب اور بنو ثعلبہ کی ملی جلی ایک جماعت مدینہ پر حملہ کے ارادے سے جمع ہوئی تھی،حضور ﷺ ۴۵۰افراد کو لے کر دفاع کے لیے نکلے دشمن کو جب اطلاع ملی تو وہ پہاڑ کی چوٹیوں میں چھپ گیا۔اتفاق سے اس روز زوردار بارش ہو گئی ایک موقع پر نبی ﷺ اپنے لشکر سے الگ ہو گئے اسی دن دعثور نامی شخص نے آپ ﷺ پر حملہ کیا۔لیکن تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی اور پھر بھی آپ نے سے معاف کر دیا حالاں کہ آپ اس کو مار سکتے تھے۔آپ ﷺ کے اس اخلاق کو دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا۔یہ سریہ بھی دفاعی ضرورت کے پیش نظر تیار کیا گیا تھا۔اس سریہ میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور حضور ﷺ گیارہ یا پندرہ دن مدینہ سے باہر رہ کر پھر مدینہ آ گئے۔اس کا ایک اثر تو یہ ہوا کہ دعثور اپنی قوم میں جا کر اسلام کی تبلیغ کرنے لگا دوسرا دشمن مرعوب ہو گیا۔ مسلمانوں کی آمد کا سن کر دشمن بھاگ گیا ان کا ایک آدمی مسلمانوں نے قید کر لیا اس کا تعلق بنو ثعلبہ سے تھا اس پر اسلام پیش کی گیا تو اس نے اسلام قبول کر لیا۔

---

1 طبقات ابن سعد،ج۲،ص۲۶

2 دعثور بن حارث غطفانی،غزوہ انمار میں رسول اللہ ﷺ پر تلوار سونتنے،والا بعد میں مسلامان ہو گیا(طبقات ابن سد،ج۱،ص۲۴۹)

3 مدینہ سے غطفان جاتے ہوئے نخیل کے علاقے میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں سریہ ذی امر کے لیے فوجیں جمع ہوئیں تھیں(ایضًا)

سریہ محمد بن سلمہ، ۲ھ

نبی کریم ﷺ کو جب خبر ملتی کہ دشمن مدینہ منوّرہ پر حملہ کر رہا ہے تو آپ فوراً اس کا قلع قمع کرنے کے لیے لشکر کو تیّار فرماتے تھے ایک اچھے سپہ سالار کی یہ نشانی ہوتی ہے کہ وہ دشمن کی ہر حرکت پر نظر رکھتا ہے اور اس کو طاقت پکڑنے سے پہلے ہی اس کا تدارک کرتا ہے آپ ﷺ نے اس سریہ میں ایسے ہی کیا:

((بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّد بْن مسلمة إلى بني ثعلبة وبني عوال مِن ثعلبة وهم بذي القصة. الخ))[1]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کو جب طلیحہ[2] اور سلمہ کے حملہ آور ہونے کی خبر ملی تو آپ نے ابو سلمہؓ کی سرکردگی میں ایک دستہ روانہ کیا۔ یہ سریہ ابو سلمہ مخزومی کے نام سے مشہور ہے اس کا جائے مقام فید تھا جہاں بنو اسد کا کنواں تھا۔ طلیحہ بن خویلد اور سلمہ نے وہاں مسلمانوں کے خلاف لشکر جمع کیا تھا مسلمانوں کی اطلاع پا کر وہ بھاگ گئے اور جنگ کی نوبت نہ آئی مال غنیمت میں اونٹ اور بکریاں مسلمانوں کے حصہ میں آئیں۔ غزوہ احد کے بعد جس قبیلہ نے مدینہ کی حکومت کے خلاف ہتھیار اٹھائے وہ بنو اسد خزیمہ ہی تھا یہ سریہ چار ہجری کا چاند نمودار ہونے پر روانہ کیا گیا تھا۔

اس بروقت حکمت عملی کی وجہ سے مسلمان ایک بڑی پیش آمدہ جنگ سے بچ گئے اور معاشی استحکام کا ذریعہ بھی بنا۔ اگر اللہ کے نبی ﷺ ان کا تدارک نہ کرتے تو یہ لوگ مدینہ پر حملہ کر کے شہر کی آبادی کو نقصان پہنچا سکتے تھے۔

سریہ عبداللہ بن انیس ۳ھ

دشمن جب اکیلا حملہ کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ دوسرے ممالک اور قبائل کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ ایک بڑی طاقت مجتمع کرنے کے بعد بھرپور حملہ کرے اگر ایسے دشمن کا بروقت تدارک نہ کیا جائے اور اسے مہلت دی جائے تو خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے ایسی صورتحال میں ایک اچھا سپہ سالار دشمن کو آگے بڑھنے سے پہلے حملہ کرے گا۔ اس سریہ کے متعلق ابن سعد لکھتے ہیں:

---

1 طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۴۵

2 طلیحہ بن خویلد اسدی، آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد نبوّت کا دعویٰ کیا تھا۔ حضرت ابو بکر نے اس کے خلاف بھی جہاد کیا تھا (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصّحابہ، ج ۳، ص ۳۰۴)۔

((وَذٰلِكَ أَنَّهُ بَلَغَ رَسُولَ اللَّهِ صلّى الله عليه وسلم أَنَّ سُفْيَانَ بْنَ خَالِدٍ الْهُذَلِيَّ ثُمَّ اللِّحْيَانِيَّ وَكَانَ يَنْزِلُ عُرَنَةَ وَمَا وَالَاهَا فِي نَاسٍ مِنْ قَوْمِهِ وَغَيْرِهِمْ قَدْ جَمَعَ الْجُمُوعَ لِرَسُولِ ---------الخ))(1)

ترجمہ: یہ سریہ بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ سفیان بن خالد کو قتل کیا جائے کیوں کہ وہ اپنے قبیلہ اور باہر کے لوگوں کو مسلمانوں پر حملہ کی غرض سے جمع کر رہا ہے۔

اس سریہ میں حضرت عبداللہ بن انیس نے نبی ﷺ سے دشمن کو چکمہ دینے کی اجازت مانگی تھی۔ کیوں کہ اس کے بغیر دشمن کی کمین گاہوں تک پہنچنا ممکن نہ تھا اس لیے اللہ کے نبی ﷺ نے ایسا کرنے کی اجازت مرحمت فرمادی تھی جب عبداللہ بن انیسؓ اپنی منزل پر پہنچے تو استفسار کرنے پر آپ نے جواب دیا کہ میں بنی خزاعہ کا ایک قبائلی عرب ہوں۔ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ مسلمانوں کے خلاف لشکر تشکیل دے رہے ہیں۔ میں اسی سلسلے میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ اس طرح خالد بن سفیان نے آپ پر بھروسہ کر لیا۔ مختلف باتیں ہوتی رہیں جب وہ بالکل اکیلا رہ گیا تو خالد بن سفیان نے اسے تنہائی میں باتیں کرنے کے لیے بلایا۔ اور اس دوران اسکا سر قلم کر دیا۔ یوں ایک بڑے فتنہ کا تدارک کیا گیا۔ اس سریہ میں دشمن کی جارحیت روکنے کے لیے اسے بے خبر رکھ کر مارنے کا اصول ملتا ہے۔

سریہ منذر بن عمرو، ۴ھ

اسلام کی دعوت دین کی حکمت عملی کو اہل اسلام کی کمزوری سمجھنے لگے اور داعیان اسلام کو اپنے ملک میں بلا کر قتل کر دیا جائے تو ایسے دشمن کو قرار واقعی سزا دینا ایک ملک کا فریضہ ہے تا کہ آئندہ کوئی ایسی جراءت نہ کر سکے۔

اس سریہ کا مقصد محض اسلام کی اشاعت تھا اور ستر داعیان اسلام کی جماعت رئیس قبیلہ کلاب کی دعوت پر روانہ کی گئی لیکن بیر معونہ کے قریب رعل وذکوان کے ہاتھو ں تمام صحابہ کرامؓ کو شہید کر دیا گیا صرف ایک صحابی بچے تھے جنھوں نے مدینہ میں آکر خبر دی تھی۔ حضور ﷺ کو قاری صحابہ کرام کی شہادت کا بہت دکھ ہوا۔ ایک ماہ تک فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے رہے۔ اور رعل وذکوان پر لعنت بھیجتے رہے۔ اس سریہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اتنے کٹھن حالات میں بھی اشاعت اسلام کا فریضہ ادا کیا گیا۔ اس سریہ سے یہ اصول بھی ملتا ہے کہ حضور ﷺ نے اشاعت اسلام کو جنگ پر ترجیح دی۔ کیوں کہ اصل مقصود تو دین کی سربلندی ہے نہ کہ مال غنیمت اور علاقوں کا حصول۔

---

1 طبقات ابن سعد، باب عبداللہ ابن انیس، ج ۲، ص ۵۰

سریہ مرثدؓ ۳ھ

اسلام اپنے ماننے والوں کو بے جا ظلم وزیادتی سے روکتا ہے ور امن وامان کے ساتھ رہنے کو ترجیح دیتا ہے لیکن جب دشمن اپنی فسادانہ سرگرمیوں سے باز نہ آئے تو ایسے حالات میں دشمن کے خلاف سخت ردّ عمل کی اسلام ترغیب دیتا ہے۔

سریہ مرثد کی تفصیل میں ابن سعد لکھتے ہیں:

"قبیلہ عضل و قارہ نے تعلیم اسلام کے لیے درخواست کی تھی اور آنحضرت ﷺ نے حضرت عاصمؓ، حضرت خبیبؓ، حضرت مرثدؓ، وغیرہ دس صحابہ کو اس مقصد کے لیے روانہ فرمایا مقام رجیع پر بنو لحیان نے ان پر حملہ کیا اور ایک کے سوا تمام کو شہید کردیا گیا"۔[1]

یہ سریہ بھی نبی کریم ﷺ کی دشمنان دین کو اسلام کی طرف بلانے اور اس کی برکات سے مستفید کرنے کے لیے نبوّت کی ذمہ ّداریوں کی ادائیگی پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن اس اخلاص کے بدلے میں مکاری سے کام لیا گیا اور صحابہ کرامؓ کو بے دردی سے قتل کردیا گیا۔اس سریہ کا مقصد تعلیم اسلام کے سوا کچھ نہ تھا۔

سریہ علی بن ابی طالبؓ ٦ھ

مدینہ منوّرہ میں اسلامی ریاست کا قیام یہود ونصاریٰ کو ایک آنکھ نہیں بھایا تھا اور جب سے ایک اسلامی معاشرہ کا وجود عمل میں آیا تھا اور یہودیوں کو ان کی فسادانہ سرگرمیوں کی بنیاد پر جلاوطن کردیا گیا تھا وہ مسلمانوں کو ہر وقت ختم کرنے کے درپے رہتے تھے ۔اس سریہ میں یہ مقصد ہی کارفرما تھا:

((بَلَغَ رَسُولَ اللَّهِ صلّى الله عليه وسلم أَنَّ لَهُمْ جَمْعًا يُرِيدُونَ أَنْ يُمِدُّوا يَهُودَ خَيْبَرَ---الخ))[2]

ترجمہ: اس سریہ کا مقصد بنو سعد سے اپنی حفاظت مقصود تھا جن کے بارے میں آپؐ کو خبر مل چکی تھی کہ وہ یہود خیبر کی کمک کے لیے فوج جمع کر رہے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے علیؓ بن ابی طالب کو بذات خود جھنڈا باندھا اور اپنے ہاتھ سے ان کو عمامہ پہنایا اور فرمایا:

((ان کے علاقے میں قیام کرو، جب تک وہ خود لڑائی شروع نہ کریں تم نہ کرنا))۔

---

1 طبقات کبریٰ، ابن سعد، باب سریہ مرثد بن ابی مرثد، ج ۲، ص ۴۲

2 طبقات کبریٰ، ابن سعد، باب سریہ علی بن ابی طالب الی بنی سعد بن بکر، ج ۲، ص ۸۹

یعنی دشمن کو موقعہ دیا جائے کہ وہ اسلام کی دعوت کو سمجھے اور قبول کرلے۔ لیکن اس کے باوجود بھی وہ اگر جنگ کے لیے ہی آمادہ ہو تو اس کے خلاف جنگ کرنا ہی موثر حل ہے تاکہ اس کے شر سے بچا جاسکے کیوں کہ اس سریہ میں آپ ﷺ کو اطلاع مل چکی تھی کہ بنو سعد خیبر کے یہودیوں کے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔

سریہ بشیر بن سعدؓ[1] شوال ۷ھ

تاریخ گواہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی مکی زندگی میں کبھی اس طرح کے سرایا جمع نہیں کیے تھے ان جتھوں کو دشمن کے راستے میں تعینات کرنا اور دشمن کی سرگرمیوں کو محدود کرنے کی کوشش، مدینہ منوّرہ میں پیش آئی کیوں کہ اب اسلام زور پکڑ رہا تھا اور اگر نبی کریم ﷺ اس طرح کے پیشگی اقدامات نہ کرتے تو تھوڑے ہی عرصے میں اس ریاست کو ختم کرنا دنیا کی عظیم طاقتوں کے لیے مشکل نہ تھا یہ سریہ بھی ان ہی حالات کے پیش نظر پیش آیا جس کی تفصیل ابن سعد نے یوں بیان کی ہے:

((بَلَغَ رَسُولَ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – أن جمعا من غطفان بالجناب----الخ))[2]

ترجمہ: یہ سریہ بھی مدافعت کے لیے روانہ کیا گیا۔ جب قبیلہ غطفان کے جمع ہونے کی خبر ملی۔

یہ سریہ یمن کی طرف بھیجا گیا تھا جو قبیلہ غطفان کا علاقہ تھا عیینہ بن حصن فزاری نے قبیلہ غطفان کے بہت سے لوگوں کو یہ کہہ کر مدینہ منوّرہ پر حملہ کرنے کے لیے تیار کر لیا تھا کہ میں بھی تمہارا ساتھ دوں گا حضور ﷺ کو پتا چلا تو آپ نے بشیر بن سعد انصاریؓ کو بھیجا۔ آپؓ کے ساتھ تین سو افراد شامل تھے مسلمان رات کو چلتے اور دن کو چھپ جاتے یہاں تک کہ یمن پہنچ گئے جب دشمن کو مسلمانوں کی خبر ملی تو وہ بھاگ گئے۔ مال غنیمت میں کافی اونٹ ہاتھ لگے نیز دو آدمی بھی قیدی بنائے گئے جو مدینہ پہنچ کر بارگاہ نبوی میں مسلمان ہو گئے۔ یوں ایک بہت بڑے فتنہ سے بغیر کشت وخون کیے مسلمانوں کو نجات مل گئی۔

1۔ کنیت ابوالنعمان، ان کے بیٹے کا نام نعمان بن بشیر تھا۔ عقبہ ثانیہ، جنگ بدر و احد اور تمام غزوات میں شرکت کی۔ جنگ یمامہ میں ۱۲ھ کو شہید ہوئے۔ نعمان نے اپنے والد سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔ (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج ۲، ص ۲۶۹)

2 طبقات ابن سعد، باب سریہ بشیر بن سعد، ج ۲، ص ۹۱

سریہ عمرو بن العاصؓ ذات سلاسل ۸ھ

دشمن کی جارحیت کو روکنے کے لیے ایک عمدہ حکمت عملی یہ ہوتی ہے کہ اسے منزل مقرّرہ پر پہنچنے ہی نہ دیا جائے۔اس کے لیے جاسوسی کے نظام کا مضبوط ہونا انتہائی ضروری ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابن سعد نے رسول اللہ ﷺ کی اس حکمت عملی کو بیان کیا ہے:

((بَلَغَ رَسُولَ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – أن جمعا مِن قضاعة قد تجمعوا يريدون أن يدنوالیٰ اطراف رسول الله ﷺ))[1]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کو اطلاع ملی کہ قضاعہ کا ایک لشکر مدینہ کی طرف حملہ کے لیے بڑھ رہا ہے۔

غزوہ موتہ کے ایک مہینہ کے بعد جمادی الاوّل ۸ ہجری کو پیش آیا۔ یہ بنو قضاعہ کی طرف روانہ کیا گیا رسول اللہ ﷺ نے عمرو ابن العاصؓ کو لشکر کا قائد مقرّر کرتے ہوئے ان کے ساتھ تین سو سپاہی بھیجے اس سریہ کا مقصد یہ تھا کہ بنو قضاعہ کو رومیوں کی مدد سے باز رکھا جائے۔اوراس کے لیے نبی کریم ﷺ نے ایک مضبوط اقدام کی ضرورت محسوس کی۔ جس کیا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن مسلمانوں کی جمعیت دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔یوں آپ ﷺ کی یہ حکمت عملی بھی کامیاب رہی۔

سریہ زید بن حارثہؓ ۶ھ

سفراء کو قتل کرنا عربوں میں ایک عام سی بات سمجھی جاتی تھی کبھی تو راستے میں ہی لوٹ لیا جاتا تھا لہذا جن لوگوں کو سفارت کاری کے لیے بھیجا جاتا تھا ان کی حفاظت ایک اہم مسئلہ تھا۔یہ سریہ ایک ایسے ہی مسئلہ کے تدارک کے لیے تھا جس کی وضاحت ابن سعد نے یوں کی ہے :

((بَعَثَ رَسُولَ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – زيد بْن حارثة إلى بني سليم فسار حتى ورد الجموم ناحية بطن نخل عَن يسارها. وبطن نخل مِن المدينة عَلَى أربعة برد-----الخ))[2]

ترجمہ: حضرت دحیہ کلبیؓ کو رسول اللہ ﷺ نے خط دے کر قیصر کی طرف روانہ کیا تھا شام سے واپسی پر راستہ میں حسمی کے مقام پر ہنیذ نے چند آدمیوں کے ساتھ ان پر ڈاکہ ڈالا اور جو کچھ ان کے پاس تھا سب چھین لیا سوائے بدن کے کپڑوں کے جو کہ پھٹے پرانے تھے آنحضرت ﷺ نے ان کے تدارک کے لیے حضرت زیدؓ کو بھیجا۔

---

1 طبقات کبریٰ ابن سعد، سریہ عمرو بن العاص الی ذات سلاسل، ج ۲، ص ۹۹

2 طبقات کبریٰ، ابن سعد، ج ۲، ص ٦٦

ربیع الثانی ۶ ہجری میں یہ سریہ بنی سلیم کی طرف بھیجا گیا یہ مدینہ سے ۴۸ میل کے فاصلے پر وادی نخل کا نواحی علاقہ ہے وہاں پر مزینہ قبیلہ کی عورت ملی جس کا نام حلیمہ تھا اس نے بنی سلیم کے اترنے کی جگہ کی نشاندہی کر دی۔بنی سلیم بھاگ گئے اونٹ ، بکریاں اور کچھ قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے ان قیدیوں میں حلیم اور اس کا شوہر بھی تھا۔ مدینہ پہنچ کر حضور ﷺ نے حلیمہ اور اس کے شوہر کو آزاد کر دیا۔اس سریہ کا مقصد جن لوگوں نے مسلمانوں کو لوٹا تھا ان کا تعاقب کرنا تھا۔تاکہ ان کو اس کی سزا دی جاسکے۔یہ ایک کامیاب کاروائی تھا۔

سریہ خبط یا سیف البحر

جن ممالک کے ساتھ معاہدات طے پا جائیں اور فریقین کے مابین جنگ بندی ہو جائے ان کو اپنے ملک میں تحفّظ اور امان دینا اسلام میں لازم قرار دیا گیا ہے۔اور اس اصول کی اہمیّت اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کہ بین الاقوامی قوانین کے واضعین خود انسان ہیں جب کہ قوانین اسلام کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔جس کی پابندی ایک مسلمان پر لازم ہو جاتی ہے کیوں کہ وہ ان اصولوں کو اپنے ایمان کا حصہ سمجھتا ہے اس سریہ کو بھی معاہدین کی حفاظت کے لیے بھیجا گیا تھا۔

سریہ خبط کی تفصیل ابن سعد نے یوں بیان کی ہے :

((كَانَتْ رَايَةُ حَمْزَةَ أَوَّلَ رَايَةٍ عَقَدَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَحَدٍ مِنْ الْمُسْلِمِينَ . وَذَلِكَ أَنَّ بَعْثَهُ وَبَعْثَ عُبَيْدَةَ كَانَا مَعًا))[1]

ترجمہ : آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح کی سرداری میں تین سو مسلمانوں کی جمعیت جس میں حضرت عمرؓ بھی شامل تھے روانہ فرمایا۔

اس سریہ کا مقصد یہ تھا کہ یہ مہم قافلہ قریش کی حفاظت اور جہینہ کو روکنے کے لیے بھیجی گئی تھی قریش کا کاروان تجارت شام سے آ رہا تھا۔اور خدشہ تھا کہ قبیلہ جہینہ ، قافلہ قریش پر حملہ آور ہو گا۔لیکن اس دوران اس لشکر میں خوراک کی اس قدر کمی ہو گئی کہ امیر لشکر مجاہدین کو روزانہ ایک ایک کھجور راشن میں دیتے تھے۔یہاں تک کہ ایک وقت وہ بھی آیا کہ کھجوریں بھی ختم ہو گئیں اور لوگ بھوک سے بے چین ہو کر درختوں کے پتے کھانے لگے اسی لیے اس سریہ کا نام جیش الخبط رکھا گیا۔

---

1 سیرت ابن ہشام، باب سریہ رایہ حمزہ، ج ا، ص ۵۹۵

جانثاری کی یہ مثال تاریخ میں کم ہی ملے گی۔اس کی وجہ نبی کریم ﷺ کی خاص تربیت تھی جس نے صحابہ کرامؓ کو مقصد کے حصول کے لیے جان کی قربانی دینے پر آمادہ کر دیا تھا۔اور ظاہر ہے یہ کوئی دنیاوی جاہ وجلال کا طلب کرنا نہیں تھا بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے لیے تھا۔

سریہ کعبؓ بن عمیر غفاری ۸ھ

مبلّغین اسلام کو تکالیف پہنچانا اور ان کا قتل ہر دور میں رہا ہے کیوں کہ اسلام انقلاب تہذیب کی بات کرتا ہے جس کو باطل قوّتیں اپنے لیے خطرہ سمجھتی ہیں کسی ملک میں اسلامی مبلغین کا یوں قتل کرنا اور مسلمانوں کا اس پر خاموش رہنا دین متین میں ناپسندیدہ ہے جب اسلامی ممالک معاہدات کی پابندی کرنے کے پابند ہیں تو باقی ممالک کو بھی معاہدات کی شرائط کا پابند ہونا چاہئے یہ سریہ اسلام کی دعوت دینے کے لیے روانہ کیا گیا۔

سریہ کعب کی وضاحت میں ابن سعد یوں رقمطراز ہیں:

((بعثة الیٰ بنی جریمه داعیاً الیٰ الاسلام ولم یبعثه مقاتلاً ---الخ))(1)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے کعب بن عمیر غفاریؓ کو پندرہ آدمیوں کے ساتھ ذات اطلاع کی طرف دعوت اسلام کی غرض سے روانہ کیا۔

یہ مختصر دستہ وادی طلاح جو وادی قریٰ کے آگے ہے بھیجا گیا جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو ایک بہت بڑی جماعت موجود تھی ۔جن کو اسلام کی دعوت دی گئی جسے انہوں نے قبول نہ کیا بلکہ اسکے جواب میں تیر اندازی شروع کر دی صحابہ نے بہت سخت مقابلہ کیا لیکن دشمن کی کثرت کی وجہ سے تمام صحابہ شہید ہو گئے۔سوائے ایک زخمی کے جو شہداء میں پڑا تھا وہ لوگ انہیں بھی شہید سمجھ کر چھوڑ گئے۔جب رات کو انہیں موقعہ ملا تو بڑی مشکل سے مدینہ پہنچ گئے رسول اللہ ﷺ کو یہ سن کر بہت صدمہ ہوا۔اس سریہ کا مقصد سراسر دعوت اسلام تھا لیکن نہ صرف دعوت کا انکار کیا گیا بلکہ بے دردی سے مسلمانوں کو شہید کیا گیا۔

اس فصل میں چند سرایا کا مختصراً ذکر کیا گیا ہے اس کے علاوہ بھی بہت زیادہ سرایا بھیجے گئے لیکن ان تمام سرایا کے اغراض ومقاصد کم وبیش یہی تھے جو شروع میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔

---

1 طبقات کبریٰ، ابن سعد، ج۲، ص۱۰۵

فصل سوّم :

عہد نبوی ﷺ میں صلح وجنگ کے اصول

مبحث اوّل:　”صلح“ کے اصول

مبحث دوّم:　”جنگ“ کے اصول

عہد نبوی ﷺ میں صلح وجنگ اصول

اسلام نے جہاں زندگی کے تمام شعبہ جات میں انسانی ہدایت کے لیے مکمل اصول و قوانین عطا کیے ہیں وہاں معاشرے میں پرامن زندگی گزارنے اور شر و فساد کے خاتمہ کے لیے بھی تعلیمات نبوی ﷺ کی کرنوں سے ضیاء پاشی فرمائی ہے۔اسلام دین فطرت ہے اور انسان کے لیے وہی اصول وضوابط مقرر کرتا ہے جو انسان کی عظمت وشرف کے ضامن ہیں۔تاریخ انسانی کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ روح انسانی کی تسکین کے لیے تہذیبی طور پر ترقی کرنے کا عمل ہر دور میں جاری وساری رہا انسان کی ابتداء بے لباسی کے عالم میں ہوئی۔حضرت آدمؑ کو ستّر ڈھانپنے کے لیے درخت کے پتے استعمال کرنے پڑے۔رفتار زمانہ کے ساتھ انسان نے تزئین وآرائش کے لیے نت نئے لباس پہننا شروع کر دیئے اور اپنی زیب وزینت میں اضافہ کرتا چلا گیا اسی طرح لوگوں کو منظم ومنضبط رکھنے کے لیے قوانین کا بننا اور پھر ان میں ترمیم وتنسیخ ہر دور میں معاشروں کا لازمی جزو رہا لیکن اافسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ تاریخ میں جنگوں کے لیے کوئی اصول مقرر نہیں کیے گئے۔اور جہاں کوشش کی گئی وہ بھی کتاب آئین کا حصہ ہی رہے ان کو عملی طور پر نافذ نہ کیا جاسکا جیسا کہ جنگ عظیم اول اور دوم میں دور جدید کے اپنے بنائے ہوئے اصولوں کی دھجیاں اڑائی گئیں۔اور انسانی حرمت کو خوب پامال کیا گیا۔

یہ تو عصر حاضر کی بات تھی۔ جبکہ چودہ سو سال پہلے ان اصولوں کے بارے میں سوچنا بھی گناہ تصور کیا جاتا ہوگا۔کیوں کہ انسان تاریکی میں مبتلا تھا اس کے پاس علم کے حصول کا بھی کوئی ذریعہ نہ تھا کاغذ قلم تک ناپید تھے انسان انسان کے خون کا پیاسا تھا۔دشمنی اور انتقام ورثے میں ملتے تھے۔ بعض قبیلوں کا تو زندگی کا انحصار ہی لوٹ مار تھا۔انسانوں کو غلام بنانا اور فروخت کرنا معیوب عمل نہ تھا۔دوران جنگ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کی کوئی تمیز نہیں کی جاتی تھی۔قیدیوں کو باندھ کر تڑپا تڑپا کر قتل کیا جاتا۔بعض دفعہ زندہ آگ میں جلا دیا جاتا۔اگر پھر بھی انتقام کی آگ ٹھنڈی نہ ہوتی تو مردہ لاشوں کا مثلہ بنا دیا جاتا۔علاقوں کو فتح کرنے کے بعد خوب قتل عام کیا جاتا۔

نبی کریم ﷺ نے ان تمام سیّئات جنگ سے منع فرمادیا اور نہ صرف واضح ہدایات دیں بلکہ ان پر عمل پیرا ہو کر بھی دکھادیا اور جنگ کے بھی اصول مقرر فرمادیئے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جنگ کو جہاد کا نام دیا اور اسکے مقاصد ہی رضائے الٰہی کا حصول، امن وامان کا قیام، خاتمہ فساد فی الارض، اور غلبہ دین بیان فرمائے ہیں۔دور نبوی ﷺ میں کم سے کم انسانی خون بہا۔اور دین کے غلبہ کا مشن تھوڑے ہی عرصہ میں مکمل کر لیا گیا۔

عہد نبوی ﷺ میں اصول صلح

۱۔مذہبی رواداری

اسلام اپنے ماننے والوں کو دوسرے مذاہب کے ساتھ رواداری و مساوات کا حکم دیتا ہے حتی کہ اگر دین کے معاملہ میں ان سے بحث و مباحثہ کرنے کی نوبت آئے تو بھی احسن انداز میں مناظرہ کرنے کی تاکید کرتا ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾(1)

ترجمہ:اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر عمدہ طریقے سے۔

اس آیت کی روشنی میں اسلام کا یہ اصول صلح متعیّن ہو جاتا ہے کہ جب دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ پر امن رہنے کا معاہدہ ہو جائے اور مذاکرات کے دوران وہ دین کے معاملے میں بحث و مباحثہ سے کام لیں تو اس وقت ان سے عمدہ ،اور حکمت کے احسن انداز میں گفتگو کی جائے اس دوران کسی قسم کی بداخلاقی کا شائبہ بھی نہ ہونے پائے۔

اس اصول کی تائید سیرت محمد ﷺ سے بھی ہوتی ہے کہ جب نجران کے عیسائیوں کے ساتھ حضور ﷺ نے معاہدہ کیا تھا اس کی ایک شق یہ تھی کہ ان کے کسی معبد کو منہدم نہ کیا جائے گا نہ کسی پادری کو نکالا جائے گا۔تبدیلی مذہب کے لیے ان کو مجبور نہیں کیا جائے گا جب تک وہ کوئی نئی بات نہ نکالیں یا سود نہ کھائیں معاہدہ برقرار رہے۔(2)

۲۔دیّت کو قصاص پر فوقیت دینا

مسلمانوں کے مابین خونریزی کی صورت میں بھی اسلام قصاص کی بجائے دیّت کو ترجیح دیتا ہے۔بشرطیکہ مقتول کے وارث راضی ہوں۔جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾(3)

---

1 سورۃالعنکبوت ۲۰:۴۶[1]

2 سنن ابی داود،ج۳،ص

3۔ سورۃالبقرۃ ۲:۱۷۸

ترجمہ: ہاں جس کو اس کے فریق کی طرف سے کچھ معافی ہو جائے (مگر پوری معافی نہ ہو) تو (مدّعی کے ذمّے) معقول طور پر (خون بہا کا) مطالبہ کرنا اور (قاتل کے ذمّے) خوبی کے ساتھ اس کے پاس پہنچا دینا۔ یہ تمہارے ربّ کی طرف سے آسانی اور مہربانی ہے۔ اس کے بعد جو زیادتی کا مرتکب ہوا اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔

قرآن کے اس اصول سے انسانی جان کی حفاظت اور عظمت کا اصول بھی نکلتا ہے کہ کہیں ایک جان کے قتل کی وجہ سے دوسری زندگی کا خاتمہ ہی نہ ہو جائے لہٰذا اسلام چاہتا ہے کہ کم سے کم انسانی خون بہے اور جہاں تک ممکن ہو انسانی تحفّظ ہو سکے۔

۴۔ دشمن کی طرف سے صلح کی پیشکش قبول کرنا

محض دشمنی کی بنیاد پر امن کی بجائے قوم کو جنگ کی دلدل میں دھکیل دینا اور صلح کی پیشکش کو ٹھکرا دینا اسلام کا مزاج نہیں ہے اور اس اصول کی تائید اس قرآنی آیت سے ہوتی ہے:

﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾[1]

ترجمہ: اور اگر وہ صلح کی خواہش کریں تو ان کی بات مان لو اور اللہ پر توکل کرو بے شک وہ سننے والا اور علم والا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

"کہ اگر وہ بظاہر صلح پر آمادہ ہوں اور اندر ہی اندر تمہیں زک پہنچانے کی تیّاریاں کر رہے ہوں تب بھی تم صلح کی طرف بڑھنے والے ہاتھ کو جھٹک نہ دو بلکہ اسے گرم جوشی سے تھام لو اللہ تعالیٰ جس نے پہلے بھی ہر مشکل وقت میں تمہاری اعانت کی ہے وہ اب بھی قادر ہے کہ تمہارے دشمنوں کے منصوبوں کو خاک میں ملا دے اور تمہیں کامیاب کر دے"۔

یہ قرآنی احکامات مسلمانوں کے لیے دشمن کے ساتھ تعلقات کو قائم رکھنے اور امن کی طرف بڑھنے والے ہاتھ کو خیر مقدم کرنے کی طرف اہم اصول ہیں۔ جن پر عمل کر کے آفاقی امن ممکن ہے۔

۵۔ تہذیب مخالف کے ساتھ مصالحت

جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے بعثت سے قبل معاہدہ امن ((حلف الفضول)) میں شرکت فرمائی تھی۔ کیوں کہ یہ امن وامان کا معاہدہ تھا اس لیے آپ اس کو بہت پسند فرماتے تھے آپ ﷺ کے نزدیک اس معاہدہ کی اتنی اہمیّت تھی کہ زمانہ رسالت میں بھی آپ ﷺ اس کا تذکرہ فرماتے ہوئے فخر محسوس فرماتے کہ اس معاہدے کے مقابلے میں مجھے سرخ اونٹ

---

[1] سورۃ الانفال ۶۱:۱۰

بھی دیئے جاتے تو میں نہ لیتا اور اگر اب بھی شرکت کے لیے بلایا جائے تو میں اسے قبول کروں گا اس معاہدے کا نام حلف الفضول اس لیے رکھا گیا کہ بنو جرہم کے تین سرداروں نے پہلے بھی اس نوعیت کا ایک معاہدہ کرنے کی کوشش کی تھی اور قبیلہ جرہم کہ وہ لوگ جو اس معاہدے کے محرک تھے ان کا نام "فضل" سے شروع ہوتا تھا۔[1]

اس معاہدہ حلف الفضول سے یہ اصول نکلتا ہے کہ مغربی تہذیب کا جواب ہمیں نفرت اور تشدد کی بجائے اخلاق کریمانہ کے ساتھ دینا چاہئے۔ اگر وہ نیکی کے کاموں میں، جس سے فقراء و مساکین کی دلجوئی مقصود ہو، بلائیں تو اس میں ان کا ساتھ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۶۔ تعمیر کعبہ اور مشرکین کے مابین ثالثی کا کردار

آنحضرت ﷺ کی عمر ابھی ۳۵ سال تھی جب قریش نے کعبۃ اللہ کی عمارت کو سیلاب سے ہونے والی شکستگی کے پیش نظر از سر نو تعمیر کرایا۔ اس تعمیر میں سب قبائل نے حصہ لیا لیکن حجر اسود کے نصب کرنے کا معاملہ پیش آیا تو اختلاف اتنا بڑھا کہ تلواریں بے نیام ہو گئیں۔ چار دن یہ اختلاف جاری رہا پانچویں دن یہ طے ہوا کہ دوسرے دن جو شخص سب سے پہلے خانہ کعبہ میں آئے گا وہی حکم قرار پائے گا۔ حسن اتفاق نبی مہربان محمد ﷺ سب سے پہلے تشریف لائے۔ تمام لوگ بے اختیار بول پڑے ((ھذا لامین رضیناہ))[2]

ترجمہ: اس امانتدار پر ہم سب راضی ہیں۔

اس موقع پر آپ ﷺ نے ایک چادر منگوائی اور ہر قبیلہ کے سردار کو اس چادر کا کونہ پکڑوا کر اس میں شریک کر لیا اور خود پتھر اٹھا کر خانہ کعبہ کے قریب نصب فرما دیا۔ یوں ایک خون ریز جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی۔[3]

۷۔ ریاست کے تمام فریقین کے ساتھ اتحاد

میثاق مدینہ میں تمام فریقین کو قیام امن کی خاطر ساتھ ملا لیا گیا اور درج ذیل دفعات پر آمادہ کر لیا گیا:

ا۔ مدینہ کی کل آبادی کو ایک سیاسی وحدت قرار دیا گیا یعنی اگر مدینہ پر حملہ کیا گیا جس کا امکان ہر وقت موجود تھا تو مدینہ کے تمام باشندے مل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔

1 سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۲۰۱

2 سیرت النبی، ابن ہشام، ج ۱، ص ۱۹۷

3 صحیح بخاری، باب فضل مکہ وبنیانھا، ج ۲، ص ۱۴۵

۲۔دفاع کے اخراجات میں یہودی اپنی حصے کی رقم ادا کریں گے۔ (1)

رسول اللہ ﷺ کی اس حکمت عملی سے تمام قبائل کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات مضبوط ہوگئے اور مدینہ کا دفاع مزید مستحکم ہوگیا۔آج بھی عہد نبوی ﷺ کے اس اصول سے فائدہ اٹھا کر پڑوسی ممالک سے سفارت کاری کی جاسکتی ہے۔

۸۔صلح نامہ اور سخت شرائط کو قبول کرنا

قریش نے صورت حال کی نزاکت محسوس کرلی اور صلح کی پیش کش کردی جو نبی کریم ﷺ نے تسلیم کرلی اور مشرکین کی طرف سے سخت ناپسندیدہ شرائط کو بھی تسلیم کرلیا جو بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں کہ :

"رسول اللہ ﷺ اس سال مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس جائیں گے اگلے سال مسلمان مکہ میں آئیں گے اور تین روز قیام کریں گے ان کے ساتھ سوار کا ہتھیار ہوگا، میانوں میں تلواریں ہوں گی اور ان سے کسی قسم کا تعرّض نہیں کیا جائے گا۔دس سال تک فریقین جنگ بند رکھیں گے اس عرصے میں لوگ مامون رہیں گے کوئی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔جو محمد ﷺ کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے داخل ہوسکے گا۔جو قبیلہ جس فریق میں شامل ہوگا اس فریق کا ایک جزو سمجھا جائے گا۔لہذا ایسے کسی فریق پر زیادتی ہوئی تو خود اس فریق پر زیادتی متصوّر ہوگی۔قریش کا جو آدمی اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر یعنی بھاگ کر محمد ﷺ کے پاس جائے گا محمد ﷺ اسے واپس کرنے کے پابند ہوں گے لیکن محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے جو شخص پناہ غرض سے بھاگ کر قریش کے پاس آئے گا قریش اسے واپس نہ کریں گے"۔ (2)

نبی کریم ﷺ نے ان سخت شرائط کے باوجود جنگ پر صلح کو ترجیح دی اور بغیر کسی تامل کے کفار کی تمام شرائط کو قبول فرمایا۔

۹۔شرائط معاہدہ کی پاسداری

صلح نامہ حدیبیہ جب لکھا جارہا تھا ابو جندلؓ قریش مکہ کی قید میں تھے اسلام دشمنی کی وجہ سے ان کے والد سہیل نے ان کو بیروں میں بیڑیاں ڈال کر قید کردیا تھا اور وہ کئی برس تک اس قید و بند میں گرفتار رہے ٦ھ صلح حدیبیہ میں ان کے والد ہی قریش مکہ کی طرف سے مصالحت کے لیے آئے تھے جب شرائط لکھی جارہی تھیں تو ان میں ایک شرط تھی "قریش کا جو آدمی خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو مسلمانوں کے پاس چلا جائے گا تو مسلمان اس کے واپس کرنے پر مجبور ہوں گے تو ابو جندل جو اسلام قبول

1 سنن ابی داود، باب الحکم بین اہل الذمہ، ح ۳۵۹۱

2 صحیح بخاری، باب الشروط فی الجہاد، ص ۸۰

کر چکے تھے اور کفار کی قید میں تھے کسی طرح بھاگ کر بیڑیوں سمیت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اپنے زخم دکھا کر فریاد کی کہ انہیں اپنے ساتھ مدینہ لے چلیں حضور ﷺ نے سہیل کو کافی سمجھایا کہ وہ ابو جندل کو مدینہ جانے کی اجازت دے دیں مگر وہ راضی نہ ہوا اور کہا کہ شرائط صلح کی رو سے آپ اسے نہیں لے کر جا سکتے چنانچہ حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی مخالفت کے باوجود ابو جندل کو سہیل کے حوالے کر دیا اور کہا "ابو جندل صبر سے کام لو خدا تمہارے اور دوسرے مظلوم مسلمانوں کے لیے کوئی راستہ پیدا کر دے گا، ہم صلح کر چکے ہیں اور صلح کے بعد ان سے بد عہدی نہیں کر سکتے۔ ابو جندل کفار کی اذیّتیں سہتے رہے اور جب مکہ کے ستم زدّہ مسلمانوں نے مقام عیص میں پناہ لی تو یہ بھی وہاں چلے گئے۔ یوں حضور ﷺ نے ان کڑی شرائط کی پابندی پر عملدر آمد فرمایا۔[1]

اس واقعہ سے یہ درس ملتا ہے کہ معاہدات کی سخت سے سخت شرائط پر بھی عمل کیا جائے اور بلا وجہ دشمن کے ساتھ جنگ وجدل سے باز رہا جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا قول بھی ہے کہ :

((مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا فِي غَيْرِ كُنْهِهِ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ))[2]

ترجمہ: جس نے اپنے معاہد کو بغیر کسی وجّہ کے قتل کر دیا اس پر جنت کی بو حرام ہے۔

یعنی معاہدہ کے دوران شرائط کی خلاف ورزی ایک نا قابل تلافی جرم ہے۔

۹۔ "صلح نامہ حدیبیہ" اور خارجی تعلقات

صلح نامہ حدیبیہ کی شرائط بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں۔ جبکہ آپ ﷺ کے ہمراہ ایک جانباز فوج بھی تھی ۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ جیسے نڈر کمانڈرز بھی اس بظاہر کمزور صلح کے خلاف تھے۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ حدیبیہ کا یہی وہ صلح نامہ ہے جس نے جنگی فضا کو بدل کر رکھ دیا۔ عرب کے لوگوں کو علم ہو گیا کہ اسلام انسانیت اور امن کا پیغام ہے اور مسلمان اس راہ میں اس حد تک صادق ہیں کہ انہوں نے وحشیانہ تشدد کے باوجود قیام امن کی کوششوں کو ترک نہیں کیا۔[3]

---

1 الاستیعاب فی معرفہ الاصحاب، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ القرطبی، دار الجیل بیروت، ۱۴۱۲ھ، ج ۲، تذکرہ ابو جندل وابو بصیر

2 سنن ابی داود، کتاب الجہاد، باب فی الوفا للمعاہد و حرمۃ ذمہ، ج ۳، ص ۸۳

3 سیرت ابن ہشام، ج ۳، ص ۳۲۵۔ ۳۳۳

۱۰۔یہودیوں کی مذہبی آزادی

مدینہ میں کچھ ایسے قبائل بھی تھے جنہوں نے ابھی تک نہ اسلام قبول کیا تھا اور نہ یہودی کہلواتے تھے ان کے لیے تابعین کی اصطلاح استعمال کی گئی۔ان کے ساتھ یہ معاہدہ ہوا کہ خون بہا، فدیہ ،انصاف اور نیکی کے کاموں میں ان کے بنیادی حقوق کی حفاظت کی جائے گی۔ان کی قبائلی روایات کا احترام کیا جائے گا۔اس کے بدلے میں وہ شہر کے مشترکہ دفاع اور حصہ رسدی اخراجات جنگ کو برداشت کرنے کے ذمہ دار قرار دیئے گئے:

۱۔اور اگر آپس میں کوئی جھگڑا ہو جائے تو رسول اکرم ﷺ کو حکم تسلیم کیا جائے گا۔ گویا اس معاہدہ کی رو سے آپ کی بالادستی بھی تسلیم کرلی گئی اور اندرونی استحکام کی طرف سے بھی کسی حد تک اطمینان حاصل ہو گیا۔

۲۔مدینہ کے تمام شرکاء پر مدینہ میں ہنگامہ آرائی اور کشت و خون حرام ہو گا۔

۳۔قریش اور اس کے مددگاروں کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

۴۔یہ معاہدہ کسی ظالم یا مجرم کے لیے آڑ نہیں بنے گا۔[1]

۱۱۔"معاہدہ تبوک" اور قیام امن کا اصول

رجب ۹ھ کو تبوک کا معاہدہ عمل میں آیا۔یمنہ بن رویہ فرمانروائے ایلہ کی طرف سے صلح پر آمادگی کو نبی مہربان ﷺ نے شرف قبولیت عطا فرمایا۔جو درج ذیل ہے:

۱۔یہ وثیقہ امن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ذمہ داری پر لکھا گیا۔

۲۔یمنہ بن رویہ اور ایلہ کے شہری،ان کا بحری بیڑہ،ان کے سیاح اور مسافر بحری ہوں یا بری اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے امن میں ہیں۔

۳۔اس امن میں شام اور یمن کے وہ لوگ بھی شامل ہیں جو ان کے حلیف ہیں۔ان لوگوں کو بری اور بحری راستوں سے گزرنے کا حق حاصل ہو گا۔اور وہ ہر چشمہ پر خیمہ زن ہو سکیں گے۔

---

1 سیرت ابن ہشام، ج ۱، ص ۵۰۳۔۵۰۴

اس صلح نامہ میں سراسر سلامتی اور امن کی طرف دعوت ہے اور جنگی اعمال کا قلع قمع کرنا مقصود ہے۔[1]

۱۲۔ ''صلح نامہ ثقیف'' اور انتقامی کاروائی پر صلح کو ترجیح

قبیلہ بنی ثقیف اسلامی سفیر عروہ بن مسعود ثقفیؓ کو قتل کر چکا تھا۔ پھر کچھ عرصہ بعد ان کو صلح کا خیال آیا۔ اس وقت اسلامی طاقت غلبہ حاصل کر رہی تھی۔ لیکن اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ نے چند نامناسب مطالبوں کے سوا مطالبہ صلح کو منظور کر لیا۔ صلح نامہ کے الفاظ یہ تھے:

۱۔ یہ تحریری وثیقہ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری پر لکھا گیا ہے۔

۲۔ مسلمان ثقیف کے علاقے میں نہ گھاس کاٹیں گے۔ نہ وکٹری۔ نہ یہاں کے جانوروں کا شکار کریں گے۔

۳۔ جو شخص اس کی خلاف ورزی کرے گا اس کو سزا دی جائے گی۔ جو زیادہ تجاوز کرے گا اسے دربار نبوّت میں پیش کیا جائے گا۔ جو اس کے خلاف جائے گا وہ اپنے نفس پر ظلم کرے گا۔[2]

۱۳۔ ''فتح مکہ'' اور عام معافی کا اصول

فتح مکہ کے بعد آپ نے کوئی انتقامی کاروائی کیے بغیر تمام لوگوں کے لیے عام معافی کا اعلان کر دیا اور معافی کے اعلان سے قبل آپ ﷺ مندرجہ ذیل فرامین جاری کر چکے تھے:

۱۔ جو شخص ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے گا۔

۲۔ جو خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ جو شخص ابوسفیان یا حکیم بن حرام کے گھر پناہ لے لے اسے بھی قتل نہ کیا جائے گا۔

۴۔ معذور کا پیچھا نہ کیا جائے گا۔

۵۔ بوڑھوں، عورتوں، اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے گا۔[3]

۱۴۔ بین الاقوامی تعلقات اور سفارتی وفود کی روانگی

---

1 صحیح بخاری، کتاب الزکٰوۃ، باب خرص التمر، ج۴، ص ۲۷۴

2 سیرت ابن ہشام، ج۳، ص ۳۸۲

3 فتوح البلدان، ص ۵۳۔۵۴

۹ھ کو آپ ﷺ نے جزیرہ العرب کو ایک حکومت کے ماتحت رکھنے کے لیے بہت سے قبائلی وفود کا مدینہ میں استقبال کیا۔اس سال کو "عام الوفود" سے موسوم کیا جاتا ہے ابن سعدؒ نے لکھا ہے:

"کہ ایک ہی دن میں چھے سفیر روانہ ہوئے۔ان میں سے ہر سفیر اس قوم کی زبان سے بخوبی واقف تھا۔جس کی طرف روانہ کیا گیا ۔اس کے علاوہ آپ نے مختلف اقوام اور قبائل کو جو خطوط لکھے ان کی تعداد سوا دو سو تک پہنچ چکی ہے"۔

عہد نبوی ﷺ میں اصول جنگ

عہد نبوی ﷺ میں جو غزوات اور سرایا ہوئے اور آپؐ صحابہ کرامؓ کو جنگ پر روانہ کرتے ہوئے ہدایات دیتے تھے یا دوران جنگ اور بعد از جنگ جو اعمال آپؐ کی ذات اقدس سے صادر ہوئے ان سے جو اصول مستنبط ہوتے ہیں۔وہ درج ذیل ہیں:

ا۔ غفلت میں حملہ کرنے سے احتراز

حضرت انس بن مالکؓ غزوہ خیبر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((كَانَ إِذَا جَاءَ قَوْمًا بِلَيْلٍ لاَ يُغِيرُ عَلَيْهِمْ حَتَّى يُصْبِحَ))(1)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ جب کسی قوم پر رات کے وقت پہنچتے تو جب تک صبح نہ ہو جاتی حملہ نہ کرتے تھے۔

عربوں میں یہ عام قاعدہ تھا کہ آخر شب میں جب لوگ بے خبر سو رہے ہوتے تھے تو ان پر اچانک حملہ کر دیتے تھے ۔رسول اللہ ﷺ نے اس عادت کو ختم کر دیا اور یہ اصول مقرر کر دیا کہ صبح ہونے سے پہلے دشمن پر حملہ نہ کیا جائے۔

۲۔ آگ میں جلانے کی ممانعت

انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے عرب اور غیر عرب دشمن کو زندہ جلا دیا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ نے اپنے مبارک دور میں اس وحشیانہ حرکت کی ممانعت فرما دی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جنگ پر جانے کا حکم دیا اور ہدایت دی کہ اگر فلاں دو آدمی تم کو ملیں تو ان کو جلا دینا مگر جب ہم روانہ ہونے لگے تو بلا کر فرمایا:

((إِنِّي كُنْتُ أَمَرْتُكُمْ أَنْ تُحَرِّقُوا فُلاَنًا وَفُلاَنًا بِالنَّارِ، وَإِنَّ النَّارَ لاَ يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللَّهُ، فَإِنْ أَخَذْتُمُوهُمَا فَاقْتُلُوهُمَا))(2)

---

1 صحیح بخاری، باب دعا النبی ﷺ ج ۴، ص ۴۸

2 صحیح بخاری، باب التودیع، ج ۴، ص ۴۹

ترجمہ: میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں شخص کو جلادیں مگر آگ کا عذاب دینا سوائے خدا کے کسی کے لیے مناسب نہیں ہے اس لیے اگر تم انہیں پاؤ تو بس انہیں قتل کر دینا۔

۳۔ لوٹ مار کی ممانعت

جنگ خیبر کے موقعہ پر صلح ہو جانے کے بعد کچھ نو مسلموں نے لوٹ مار شروع کر دی تو یہودیوں کا سردار نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور کرخت لہجے میں آپ کو خطاب کر کے بولا:

((يَا مُحَمَّدُ، أَلَكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا حُمُرَنَا، وَتَأْكُلُوا ثَمَرَنَا، وَتَضْرِبُوا نِسَاءَنَا))[1]

ترجمہ: اے محمد ﷺ کیا تم کو یہ زیب دیتا ہے کہ تم ہمارے گدھوں کو ذبح کرو ہمارے پھل کھا جاؤ اور ہماری عورتوں کو مارو، یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو فوراً نماز کی منادی کا حکم دیا جب تمام اہل لشکر جمع ہو گئے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَيَحْسَبُ أَحَدُكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ، قَدْ يَظُنُّ أَنَّ اللَّهَ لَمْ يُحَرِّمْ شَيْئًا إِلَّا مَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ، أَلَا وَإِنِّي وَاللَّهِ قَدْ وَعَظْتُ، وَأَمَرْتُ، وَنَهَيْتُ، عَنْ أَشْيَاءَ إِنَّهَا لَمِثْلُ الْقُرْآنِ، أَوْ أَكْثَرُ، وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُحِلَّ لَكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتَ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا بِإِذْنٍ، وَلَا ضَرْبَ نِسَائِهِمْ، وَلَا أَكْلَ ثِمَارِهِمْ، إِذَا أَعْطَوْكُمُ الَّذِي عَلَيْهِمْ))۔[2]

ترجمہ: کیا تم میں کوئی شخص تکبر کی وجہ سے یہ سمجھ رہا ہے کہ اللہ نے سوائے ان چیزوں کے جو قرآن میں درج ہیں اور کوئی چیز حرام نہیں کی؟ خدا کی قسم میں جو کچھ تم کو نصیحت کرتا ہوں اور جو امر و نہی کے احکام دیتا ہوں وہ بھی قرآن کی طرح یا اس سے زیادہ ہیں اللہ نے تمہارے لیے یہ جائز نہیں کیا ہے کہ بلا اجازت اہل کتاب کے گھروں میں گھس جاؤ ان کی عورتوں کو مارو پیٹو، اور ان کے پھل کھا جاؤ۔ حالانکہ ان پر جو کچھ واجب تھا وہ تمہیں دے چکے۔ (یعنی ذمی ہونے کے ناطے جو ان پر اسلام نے فرائض عاید کیے ہیں)۔

۴۔ سفراء کے قتل کی ممانعت

مغرور حکمران عموماً ایسی حرکت کیا کرتے تھے۔ سفیر کو قتل کرنے کا مطلب درحقیقت جنگ کی دعوت دینا ہوتا تھا اس سے متعلق نبی کریم ﷺ نے واضح حکم دیا کہ سفیروں کو قتل نہ کیا جائے:

---

1 سنن ابی داؤد، باب تعشیر اہل الذمہ اذا اختلفوا، ج ۳، ص ۱۷۰

2 ایضاً

((لَوْلَا أَنَّكَ رَسُولٌ لَضَرَبْتُ عُنُقَكَ)) (1)

ترجمہ: اگر سفیروں کا قتل ممنوع نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا۔

یہ بات آپؐ نے قاصد عبادہ بن حارث کو مخاطب کر کے فرمائی کیوں کہ اس کو مسیلمہ کذاب نے قاصد بنا کر بھیجا تھا اور اس نے نہایت گستاخانہ انداز میں آپؐ سے گفتگو کی۔

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر عثمان بن عفانؓ قریش مکہ کی طرف سفیر بنا کر بھیجا گیا تھا جن کے قتل کی افواہ پھیل گئی تھی اور نبی کریم ﷺ نے بیعت رضوان کی تا کہ بدلہ لیا جا سکے۔

اس طرح غزوہ مؤتہ میں بھی عیسائیوں کے سردار شرجیل بن حسنہ نے نبی کریم ﷺ کے قاصد دحیہ کلبی کو لوٹ لیا تھا اور دوسرے قاصد حارث بن عمیرؓ(2) کو قتل کر دیا تھا اور آپؐ نے ان کے قصاص کے لیے یہ جنگ تھی۔ (3)

۵۔ دوران جنگ اظہار اسلام یا کوئی علامت دیکھنے پر قتل کی ممانعت

دور نبوی ﷺ میں نبی کریم ﷺ نے جنگ میں یہ اصول بھی مدوّن فرما دیا تھا کہ اگر کوئی شخص اسلام کا اظہار بھی کر لیتا ہے یا اس سے کسی قسم کے مسلمان ہونے کی امید بھی لگ جائے تو اسے قتل کرنا بھی جائز نہیں ہے اس بات کی تائید میں درج ذیل احادیث مبارکہ ہیں ۔

((اذا رأیتم مسجدًا و سمعتم مؤذنا فلاتقتلوا احدًا))(4)

ترجمہ: جب تم مسجد دیکھ لو یا اذان کی آواز سن لو تو پھر کسی شخص کو قتل نہ کرو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ کہیں غلط فہمی سے فوج دشمن پر حملہ آور ہو جائے اور بعد میں پتا چلے کہ یہ علاقہ تو مسلمانوں کا ہے۔

امام بخاریؒ نے اس عنوان پر باقاعدہ ایک باب باندھا ہے جس میں حدیث کا متن یہ ہے:

---

1 سنن ابی داؤد، باب فی الرسل، ج۳، ص ۸۴

2 ان کا پورا نام حارث بن عمیر ازدی ہے۔ بعض لوگوں نے ان کو صحابی لکھا ہے رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک خط دے کر شاہ بصرہ کی طرف بھیجا تھا لیکن راستے میں ہی ان کو باندھ کر قتل کر دیا گیا۔ (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج۲، ص ۴۳۷)

3 سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، باب فی تعشیر اہل الذّمہ اذا اختلفوا بالتجارات، ج۳، ص ۱۷۰

4 صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب السّریۃ النّبی ﷺ قبل النجد، ج۵، ص ۱۶۰

((بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الحُرَقَةِ، فَصَبَّحْنَا القَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ، وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ رَجُلًا مِنْهُمْ، فَلَمَّا غَشِينَاهُ، قَالَ: لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَكَفَّ الأَنْصَارِيُّ فَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِي حَتَّى قَتَلْتُهُ، فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا أُسَامَةُ، أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قُلْتُ: كَانَ مُتَعَوِّذًا، فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا، حَتَّى تَمَنَّيْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذَلِكَ اليَوْمِ-))[1]

ترجمہ: ہمیں نبی کریم ﷺ نے ایک سریہ کیساتھ مقام حرکات کی طرف بھیجا وہ لوگ ہمیں دیکھ کر اپنا علاقہ چھوڑ کر بھاگنے لگے ان میں سے ایک شخص کو ہم نے پکڑ لیا تو اس نے کہہ دیا لا الہ الا اللہ ہم نے اسے تلوار سے مارا یہاں سے اس کی جان نکل گئی پھر میں نے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا قیامت کے دن جب وہ شخص اس کلمہ کے ساتھ تم سے جھگڑا کرے گا تو تمہارا کیا حال ہوگا۔ تو میں نے کہا یا رسول اللہ اس نے تو ہتھیاروں کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا آپؐ نے فرمایا کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا کہ اس نے واقعی اس وجہ سے کلمہ پڑھا پھر آپؐ برابر یہی الفاظ دہرتے رہے، (قیامت کے دن تمہارا کیا حال ہوگا) یہاں تک کہ میں یہ چاہنے لگا کہ کاش میں آج کے دن ہی اسلام لایا ہوتا۔

کتب احادیث کے اندر اس طرح کے اور بھی واقعات مذکور ہیں جن سے جنگ نبوی ﷺ کا یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ مقصد جنگ نہیں بلکہ لوگوں کی اصلاح ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے دعوت دین کو سب سے پہلے دین کی سربلندی کا ذریعہ بنایا لیکن جب اصلاح کی کوئی صورت باقی نہ رہی تو تلوار کو بھی اصلاح کا ذریعہ بنایا جس کے دور رس اثرات آج بھی عالم انسانیت میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ کہ دنیا کے کونے کونے میں اسلام کے نام لیوا موجود ہیں۔

۶۔ دشمن سے مڈ بھیڑ کی آرزو کرنے کی ممانعت

دور حاضر میں بھی دیکھا گیا ہے کہ غالب اقوام مقبوضہ علاقوں میں مظلوم انسانوں کیساتھ مڈ بھیڑ کرنے اور ان کو اذیّت ناک سزاؤں میں مبتلا رکھنے کی آرزومند رہتی ہیں لیکن نبی کریم ﷺ نے چودہ سو سال پہلے ہی جنگ کی آرزو اور خواہش کرنے سے منع فرما دیا تھا ارشاد نبوی ہے:

((لاَ تَمَنَّوْا لِقَاءَ العَدُوِّ، وَسَلُوا اللَّهَ العَافِيَةَ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ الجَنَّةَ تَحْتَ ظِلاَلِ السُّيُوفِ))[2]

ترجمہ: دشمن سے مڈ بھیڑ ہونے کی آرزو مت کرو۔ اللہ سے عافیت طلب کرو لیکن جب دشمن مقابلے میں آجائے تو پھر ثابت قدم رہو۔ اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔

---

1 صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب بعث النّبی ﷺ اسامہ بن زید، ج ۵، ص ۱۶۰

2 صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب لا تتمنوا لقاالعدوا، ج ۴، ص ۶۳

اس فرمان سے ان علمائے کرام کی رائے کی تائید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ عہد نبوی ﷺ میں جو جنگیں لڑی گئیں وہ دفاعی تھیں نہ کہ جارحانہ۔یعنی اللہ کے نبی نے امن کو جنگ پر ترجیح دی ہے لیکن اگر کوئی قوم جنگ مسلط کرے تو پھر پیٹھ نہ دکھائی جائے بلکہ جرأت و بہادری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنا لازم ہے۔

۷۔دوران جنگ اسلحہ ضائع کرنے کی ممانعت

اسلام نے جہاں دیگر معاملات میں میانہ روی اور اعتدال کا اصول دیا ہے وہاں جنگ میں بھی اسلامی فوج کو اسلحہ ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے صحیح بخاری کی ایک روایت ہے کہ :

((إِذَا أَكْثَبُوكُمْ فَارْمُوهُمْ، وَاسْتَبْقُوا نَبْلَكُمْ)) [1]

ترجمہ: جب کافر تمہاری زد میں آجائیں اس وقت تیر چلاؤ اور اپنے تیروں کو بچائے رکھو۔

۸۔دوران جنگ بنیادی حقوق کا احترام

موجودہ دور میں بھی اکثر حکومتیں ہنگامی حالات کا سہارا لے کر، دوسرے لفظوں میں کرفیو لگا کر اہل علاقہ کے بنیادی حقوق کو تا اطلاع ثانی معطل کر دیتی ہیں یہ چیز اسلام میں چودہ سو سال پہلے بھی جائز نہ تھی۔

حضرت معاذ بن انسؓ سے روایت ہے:

((غَزَوْتُ مَعَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ كَذَا وَكَذَا، فَضَيَّقَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ وَقَطَعُوا الطَّرِيقَ، فَبَعَثَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُنَادِي فِي النَّاسِ أَنَّ مَنْ ضَيَّقَ مَنْزِلًا أَوْ قَطَعَ طَرِيقًا فَلَا جِهَادَ لَهُ)) [2]

ترجمہ: میں فلاں غزوہ میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔لوگوں نے دوسروں کے پڑاؤ پر جا کر ان کو تنگ کیا۔لوٹ مار کی۔آپ ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا جس نے منادی کی کہ جو دوسروں کو گھروں میں تنگ کرے یا لوٹے مارے۔اس کا جہاد قبول نہیں۔

1 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ بدر، ج ۵، ص ۷۳

2 سنن ابی داؤد، باب مایؤمر من انضمام العسکر، ج ۳، ص ۴۱

۹۔ جنگ میں عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے قتل کی ممانعت

دشمن کی فوج میں اگر عورتیں، بوڑھے اور بچے شامل ہوں تو اسلامی فوج کو یہ حکم ہے کہ ان پر ہاتھ اٹھانے سے گریز برتیں ۔ارشاد نبوی ہے:

((لاتقتلوا امرأة ولا صغيرًا ولاشيخاً فا نيا))[1]

ترجمہ: کسی عورت، بچے اور بوڑھے کو قتل مت کرو۔

۱۰۔ کھیتوں، باغات، اور درختوں کو تباہ کرنے کی ممانعت

دور جاہلیت میں دہشت اور خوف وہراس پھیلانے کے لیے جنگ زدہ علاقوں کی فصلیں اور باغات تباہ کردیئے جاتے تھے یا آگ لگادی جاتی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے مبارک دور میں اسلامی افواج کو روانہ کرتے ہوئے اس تباہ کاری کی بھی ممانعت فرمادی سوائے فوجی ضروریات کے، چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

((أَوْصَاهُ فِي خَاصَّةِ نَفْسِهِ، بِتَقْوَى اللَّهِ، وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا، فَقَالَ: " اغْزُوا بِاسْمِ اللَّهِ، وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ، قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ، اغْزُوا وَلَا تَغْدِرُوا، وَلَا تَغُلُّوا، وَلَا تَمْثُلُوا، وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا))[2]

ترجمہ: میں تم کو اللہ کے ساتھ پرہیزگاری کی وصیّت کرتا ہوں۔ مسلمانوں کے ساتھ نیکی کرنے کی۔ جو اللہ کے ساتھ کفر کرے اس سے اللہ کے نام پر فی سبیل اللہ جہاد کرنے کی۔ وعدہ خلافی نہ کرنے کی، تباہی نہ کرنے کی، مثلہ نہ کرنے کی، اور بچوں کو قتل نہ کرنے کی۔

یہ وہ ہدایات تھیں جو آپؐ نے موتہ کی طرف لشکر کو روانہ کرتے ہوئے ارشاد فرمائیں۔

۱۱۔ لاشوں کا مثلہ کرنے کی ممانعت

دور جاہلیت میں یہ عام رواج تھا کہ دشمن کی لاشوں کو اپنی سواریوں کے پاؤں تلے روندتے اس سے بھی اگر انتقام کی آگ ٹھنڈی نہ ہوتی تو کٹے ہوئے اعضاء کا ہار بنا کر گلے میں پہن لیتے، کلیجہ نکال کر چباتے۔ لاش کی کھوپڑی میں شراب پیتے۔

عہد نبوی ﷺ میں دوران جنگ ان تمام اخلاق رزیلہ کو ممنوع ٹھہرایا گیا۔ عمران بن حصینؓ سے روایت ہے:

---

1 مشکوۃ المصابیح، ولی الدّین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب العمری التبریزی، مکتبہ محمدیہ، چیچہ وطنی ساہیوال، طبع اولیٰ ۲۰۰۵ء، کتاب الجہاد، باب القتال فی الجہاد، ج ۲، ص ۱۱۵۳

2 سنن ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب وصیّۃ الامام، ج ۲، ص ۹۵۳

((كَانَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحُثُّنَا عَلَى الصَّدَقَةِ، وَيَنْهَانَا عَنِ الْمُثْلَةِ))[1]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ ہیں صدقہ کرنے کی ترغیب دیتے اور مثلہ کرنے سے روکا کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے انسانی لاشوں کی بے حرمتی کرنے سے منع فرمایا۔ غزوہ بدر میں مقتولین کی لاشوں سے بدبو پھیل رہی تھی۔ آپؐ نے ان پر مٹی ڈلوادی کچھ کو کنویں میں پھینکوادیا۔

اس طرح غزوہ خندق کا مشہور واقعہ ہے کہ مشرکین خندق کی وجہ سے مسلمانوں تک پہنچنے سے قاصر تھے ایک دن کچھ شہسواروں نے خندق کو عبور کرنے کی کوشش کی ان میں سے ایک نوفل تھا جو خندق میں گرپڑااور مسلمانوں نے اسے نیزوں پر دھر لیااور حضرت علیؓ نے بڑھ کر اس کا کام تمام کردیا قریش مکہ نے نوفل کی لاش حاصل کرنے کے لیے دس ہزار درہم کی پیشکش کی ان کو خدشہ تھا کہ مسلمان بھی شاید اس کی لاش کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو عام دستور تھا لیکن نبی مہربان ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ لاش دے دو اور قیمت کی ضرورت نہیں ہم لاشوں کی قیمت نہیں لیا کرتے۔

---

1 سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی النہیٰ عن المثلۃ، ج۳، ص ۵۳

باب سوم:

اسلام کے تشکیلی دور ثانی میں صلح و جنگ

کے اصولوں کا جائزہ

فصل اوّل: خلافت راشدہ کا مفہوم

فصل دوّم: عہد خلفائے راشدین میں معروف جنگوں کا مختصر تعارف

فصل سوّم: عہد خلفائے راشدین میں اصول صلح و جنگ

فصل اوّل:

خلافت راشدہ کا تعارف

مبحث اوّل: لغوی تحقیق

مبحث دوّم: قرآن سے وضاحت

مبحث سوّم : تاریخی واقعات کی روشنی میں

خلافت راشدہ کا مختصر تعارف

انسان کو زمین پر اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے روز اوّل سے ہی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے یہ فرمادیا تھا کہ :

﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾[1]

ترجمہ : میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں۔

اس پر فرشتوں نے کہا تھا:

﴿ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ﴾[2]

ترجمہ : کیا آپ زمین پر اس کو نائب بنائیں گے جو اس میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا حالانکہ آپ کی حمد و ثناء اور تقدیس کے لیے ہم ہی کافی ہیں۔

مگر فرشتوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾[3]

ترجمہ : میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے۔

اور یہی وہ نقطہ ہے جس میں انسان کی وجہ فضیلت ''علم'' بتائی گئی ہے زمین کی خلافت کے لیے اللہ تعالیٰ کو ایک باشعور اور باعلم مخلوق کی ضرورت تھی اس لیے آگے فرمایا:

﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا﴾[4]

ترجمہ :اللہ نے حضرت آدمؑ کو ساری چیزوں کے نام سکھا دیئے۔

پھر فرشتوں سے ناموں کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ :

---

1 سورۃ البقرۃ ۲:۳۰

2 ایضاً

3 ایضاً

4 سورۃ البقرۃ: ۳۱تا۳۲

﴿أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾[1]

ترجمہ: اگر تم اپنی بات میں سچے ہو (کہ انسان زمین میں خونریزیاں ہی کرے گا) تو ان چیزوں کے نام بتاؤ؟

لیکن انہوں نے اس کے مقابلے میں عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

﴿سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ﴾[2]

ترجمہ: آپ کی ذات تمام عیوب سے پاک ہے ہم تو بس اتنا ہی علم رکھتے ہیں جتنا آپ نے ہمیں عنائیت فرمایا ہے حقیقت میں جاننے اور سمجھنے والا آپ سے زیادہ کوئی نہیں ہے۔

مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسان ہی زمین میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے اور اسے اللہ تعالیٰ نے کچھ ذمہ داریاں دے کر زمین میں تخلیق کیا ہے اور ساتھ ہی کائنات میں باقی مخلوق کے مقابلے میں علم اور شعور سے نوازا ہے تاکہ وہ اس علم کو کام میں لا کر اس دنیا کو صحیح ڈگر پر چلائے خود سر اور سرکش انسانوں کو جو اللہ کی مخلوق پر ظلم روا رکھتے ہیں قلع قمع کرے۔ اور علم کے غلط استعمال کے ذریعے زمین میں فساد اور خونریزیاں نہ کرتا پھرے۔ اسی لیے اللہ نے خلافت فی الارض کا وعدہ ان لوگوں کے ساتھ کیا ہے جو اللہ قائم شدہ قابلیّتوں پر پورا اترتے ہیں کہ وہ لوگ علم کے ساتھ ساتھ ایمان اور عمل صالح کی صفات سے بھی متصف ہوں قرآن میں بارہا مرتبہ اہل ایمان کے ساتھ یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ ان خوبیوں کے ساتھ ان کو خلافت کے مرتبے پر فائز کیا جائے گا۔

اس باب میں خلافت راشدہ علی منہاج النّبوۃ کی بحث کی جائے گی جس سے مراد نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد خلفائے اربعہ کا دور ہے جس میں اسلام کو صحیح معنوں میں پھلنے پھولنے کا موقعہ ملا اور اسلامی سلطنت کی حدود میں وسعت آئی۔

---

1 سورۃ البقرۃ: ۳۱ تا ۳۲

2 ایضاً

''استخلاف''کی لغوی تحقیق

لسان العرب کے مطابق

''استخلاف باب استفعال سے مصدر ہے اس کا اصل مادہ خلف ہے جس کے معنی ہیں (پیچھے ہونا) لغت کے مشہور امام لیث کہتے ہیں ''خلف ضد قدام''۔ [1]

''ابن سیدہ کہتے ہیں ''خلف نقیض القدام'' (خلف قدام کی نقیض ہے) خلف یخلف کے معنی آتے ہیں صار خلفہ یعنی (وہ فلاں کے پیچھے پیچھے ہو لیا) ''۔ [2]

''اسی طرح خلف اور اخلف کا مطلب ہے ''جعل خلفه'' یعنی اس کو اپنے پیچھے لگالیا۔

اور تخلّف (تأخر) کے معنی میں آتا ہے اسی سے یہ مقولہ مشہور ہے کہ '' استخلف فلاناً من فلانٍ ای جعل مكانة''۔ [3]

یعنی جب یہ کہا جاتا ہے کہ (فلاں کو فلاں کا خلیفہ بنایا تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسے اس کی جگہ رکھ دیا)۔

اس حوالہ سے عربوں میں یہ مقولہ بولا جاتا ہے کہ:

''خلف فلان فلاناً'' یہ مقولہ اس وقت بولا جاتا ہے جب وہ اس کا نائب ہو جیسے کہا جاتا ہے کہ ''خلفه فی قومه خلافة''(فلاں نے اپنی قوم میں فلاں کی نیابت کی)۔ [4]

قرآن سے مزید وضاحت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَالَ مُوسَى لأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي﴾ [5]

---

1 لسان العرب، ابن منظور افریقی، ج۱، ص ۴۱۰

2 ایضاً

3 ایضاً

4 ایضاً

5 سورۃ اعراف ۹:۱۴۲

ترجمہ: حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ تم میری قوم میں میرے نائب بنو۔

اس کا مطلب ہے خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں قرآن کریم میں جہاں بھی انسان کو خلیفہ الارض کہا گیا ہے۔اس سے مراد انسان کا دنیا میں اللہ تعالیٰ کا نائب ہونا ہے اور نائب کا یہ کام ہوتا ہے کہ اپنے پروردگار کی لگائی ہوئی ذمہ داریوں کو اس کی ہدایات کے مطابق اچھے طریقے سے سرانجام دے ان شرائط اور تقاضوں کے مطابق جو پروردگار نے مقرر کیے ہیں۔

مولانا مودودیؒ اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ :

''زمین میں اللہ تعالیٰ کی دست و نیابت کے لیے ضروری ہے کہ اہل زمین میں سے وہ لوگ خلافت کے طور پر متمکّن ہوں جو سنّت اللہ کے مطابق اس کے مستحق ہوں ورنہ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ زمین کا نظام بگاڑ کا شکار ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا منشاء پورا نہیں ہوگا جس طرح گاڑی ہمیشہ اس سمت میں چلا کرتی ہے جس سمت میں ڈرائیور اس کو لے کر چلا کرتا ہے اور دوسرے لوگ جو گاڑی میں بیٹھے ہوتے ہیں وہ خواستہ ناخواستہ اس سمت پر چلنے پر مجبور ہوتے ہیں اس طرح تمدّن کی گاڑی بھی اس سمت سفر کرتی ہے جس سمت میں وہ لوگ جانا چاہتے ہوں جن کے ہاتھ میں تمدّن کی باگیں ہوتی ہیں'' ۔[1]

دنیا میں صحیح معنوں میں اللہ کا نظام چلانے کے لیے ضروری ہے کہ زمام اقتدار نیک اور صالح لوگوں کے ہاتھوں میں ہو جو خدا کے سامنے جواب دہی کے احساس سے خوف کھاتے ہوں جیسا کہ حضرت عمر فاروقؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر دریائے فرات کے کنارے بکری کا بچہ بھی بھوک سے مر جاتا ہے تو اس کے بارے میں بھی عمرؓ سے پوچھا جائے گا۔

قرآن مجید میں بھی خلافت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں سے کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾[2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ مقرّر کرے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں

---

1 تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں، مولانا مودودی، اسلامی پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۵ تا ۶

2 سورۃ النّور: ۵۵:۲۶

پر قائم کر دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے اور ان کی موجودہ حالت (خوف کو) امن سے بدل دے گا پس وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ :

"رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ تقریباً دس سال مکہ میں اس طرح رہے کہ خفیہ طریقے سے اللہ تعالیٰ اور اس کی وحدانیت کی طرف لوگوں کو بلاتے رہے اس وقت وہ خوف و حراس میں مبتلا رہتے تھے۔ابھی انہیں جہاد کا حکم نہیں ملا تھا پھر جب ہجرت مدینہ کا حکم آیا مدینہ آنے کے بعد ان کو اللہ تعالیٰ نے جہاد کی اجازت دے دی یہاں بھی وہ خوف زدہ تھے وہ صبح شام اسلحہ لیے پھرتے تھے وہ اس پر بھی جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا صبر کرتے رہے پھر صحابہ میں سے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ ہم تا ابد اسی طرح خوف زدّہ رہیں گے کیا ہم پر کوئی ایسا دن نہیں آئے گا جب ہم امن میں ہو ں گے اور اسلحہ رکھ دیں گے۔اس پر آپؐ نے فرمایا اب تم زیادہ صبر پر مجبور نہیں ہو گے تم میں سے ایک شخص ایک جم غفیر کے درمیان چادر لپیٹ کر بیٹھے گا اور ان میں سے کسی کے پاس بھی لوہا (اسلحہ) نہیں ہو گا"[1]

تاریخی واقعات کی روشنی میں

حضرت ابو بکر صدیقؓ اور بیعت خلافت :

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد سب سے بڑا مسئلہ آپ کی جانشینی کا تھا کیوں کہ آپؐ نے اپنی زندگی میں کسی کو نامزد نہیں فرمایا تھا اس لیے یہ بات امّت میں اختلاف کا باعث بن گئی یہاں میرا مقصد اس اختلاف کو بیان کرنا یا کسی فریق کی حمایت کرنا مقصود نہیں بلکہ تاریخی اعتبار سے اس واقعہ کا مطالعہ اور خلافت کی تاریخی اہمیت کو واضح کرنا ہے۔لہذا یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ وصال النبی ﷺ کے بعد اس مسئلہ سے منافقین مدینہ کو بھی فتنہ انگیزی کا موقعہ مل گیا تھا۔ابھی نبی کریم ﷺ کی تجہیز و تکفین بھی نہ ہوئی تھی کہ آپؐ کی جانشینی کا مسئلہ چھڑ گیا اور انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچ کر جانشینی کا دعویٰ کر دیا۔اس نازک صورتحال کا بروقت تدارک ضروری تھا۔عجب نہیں کہ آپؐ کے وصال کے ساتھ ہی اسلام کا شیرازہ بکھر جاتا۔حضرت ابو بکرؓ کو بروقت معاملے کی خبر ہو گئی آپ فوراً حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو لے کر سقیفہ بنی ساعدہ پہنچ گئے۔یہاں

---

1 تفسیر ابن کثیر، ج ۶، ص ۷۷

صورتحال ہی تبدیل تھی انصار مدعی تھے کہ آنحضرت ﷺ کی جانشینی میں ان کو بھی حصہ ملنا چاہیے اور قریش کے ساتھ ان کی جماعت میں سے بھی کسی کو امیر یا نائب الرسول ﷺ ہونا چاہیے۔

شاہ معین الدین ندویؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ:

"اگر انصار کی بات مان لی جاتی اور دو امیر بنا دیے جاتے تو اس کا مطلب یہ تھا کہ خود اپنے ہاتھوں سے ہی اسلام کا شیرازہ بکھیر دیا جائے۔ اور اگر صرف انصار میں ہی سے کسی کو نامزد کر دیا جاتا تو اس میں مشکل یہ تھی کہ قریش اور دوسرے عرب قبائل قریش کے علاوہ کسی کے سامنے سر نہیں جھکا سکتے تھے پھر انصاریوں میں اوس اور خزرج دو مقابل جماعتیں تھیں ان میں سے جسے بھی یہ منصب دیا جاتا دوسرا اسے تسلیم نہ کرتا"۔ (1)

اس موقعہ پر حضرت ابو بکرؓ نے کمال دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انصار کو سمجھایا اور اور برمحل تقریر کی:

"مجھے تم لوگوں کے فضائل و مناقب اور تمہاری اسلامی خدمات سے انکار نہیں لیکن عرب قریش کے علاوہ اور کسی کی سیادت قبول نہیں کر سکتے اور پھر مہاجرین اپنے تقدم فی الاسلام اور آنحضرت ﷺ کی خاندانی قرابت کی وجہ سے آپ کی جانشینی کے زیادہ مستحق ہیں یہ ابو عبیدہؓ اور عمر بن خطابؓ موجود ہیں ان میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو۔ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر فرمایا آپ ہم سب میں بزرگ ہیں ہم سب میں بہتر اور رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ مقرّب ہیں اس لیے ہم آپ کے ہاتھوں پر بیعت کرتے ہیں"۔(2)

اس تقریر کا کرنا تھا کہ اجتماع میں موجود تمام لوگ حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے اس انتخاب پر بھلا کس کا اختلاف ہو سکتا تھا۔ جن کی عظمت اور شان سے ہر شخص واقف تھا۔ اس کے دوسرے دن عام بیعت ہوئی اور ربیع الاوّل سنہ ۱۱ھ کو حضرت ابو بکرؓ مسند خلافت پر متمکّن ہو گئے۔ عام بیعت کے بعد آپ نے حسب ذیل تقریر کی۔ جس کی تفصیل صحیح بخاری یوں آئی ہے:

"اے لوگو میں تم پر حاکم بنایا گیا ہوں حالانکہ میں تمہاری جماعت میں سب سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھا کام کروں تو میری اطاعت کرو اور اگر کوکجروی کا مظاہرہ کروں تو مجھے سیدھا کر دو۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت، تمہارا کمزور فرد بھی میرے نزدیک قوی ہے یہاںتک کہ میں دوسروں سے اس کا حق اسے نہ دلا دوں اور تمہارا طاقتور شخص بھی میرے نزدیک کمزور

1 تاریخ اسلام، شاہ معین الدین ندوی، مشتاق بک کارنر اردو بازار لاہور، طبع اوّل، ج ۱، ص ۱۳۶

2 صحیح بخاری، باب الاستخلاف، ج ۱، ص ۵۱۸

ہے یہاں تک کہ میں اس سے دوسروں کا حق نہ لے لوں۔ یاد رکھو جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے اور جس قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو مصیبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو اور اگر ان کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں"۔ (1)

اس خطبہ میں ایک تو آپ کے آئندہ کے لائحہ عمل کا اعادہ ہے اور دوسرا عہد نبوی ﷺ کے معاملات کی تکمیل کرنا مقصود ہے کہ تمام معاملات سنّت نبوی ﷺ کو سامنے رکھتے ہوئے سرانجام دیئے جائیں گے۔ اور ان سے سر مو انحراف نہیں کیا جائے گا۔ اور آپ کے مختصر عہد خلافت میں جنگی معاملات میں بھی نبی کریم ﷺ کی ہی پیش روی اختیار کی گئی۔ اور آپ کی ہدایات پر ہی عمل کیا گیا۔

حضرت عمرؓ کا استخلاف

حضرت ابو بکرؓ نے اپنی علالت کے دوران حضرت عمرؓ کو خلافت کے لیے نامزد کر دیا تھا۔ آپ کی علالت کے دوران حضرت عمرؓ امامت کے فرائض سرانجام دیا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی بیماری کے دوران جب زندگی سے مایوس ہو گئے تو اکابر صحابہ کرامؓ کو بلا کر آئندہ اپنے جانشین کے بارے میں مشورہ کیا اور اپنی طرف سے حضرت عمرؓ کا نام پیش کیا اس پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ ان کی اہلیت میں تو کوئی شبہ نہیں لیکن وہ کسی قدر سخت ہیں۔ اس دوران حضرت طلحہ بھی عیادت کو آئے ہوئے تھے انہوں نے بھی حضرت عمرؓ کی درشت مزاجی کی شکایت کی اور کہا۔ جب وہ آپ کے سامنے اتنے سخت ہیں تو آپ کے بعد نہ جانے کیا کریں گے حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا جب ان پر خلافت کا بوجھ پڑے گا تو خود ہی نرم ہو جائیں گے، ایک صحابی نے کہا آپ عمرؓ کی اس قدر سختی کے باوجود ان کو اپنا جانشین بنانا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کو آپ کیا جواب دیں گے فرمایا میں عرض کروں گا ،الٰہی میں نے تیرے بندوں میں سے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا تھا جو ان میں سب سے اچھا تھا۔

اس کے بعد حضرت عثمانؓ کو بلا کر وصیّت نامہ لکھوایا ابھی لکھوانا شروع ہی کیا تھا کہ ضعف کی وجہ سے غشی طاری ہو گئی اس دوران حضرت عثمانؓ نے اپنی طرف سے حضرت عمرؓ کا نام لکھ دیا تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش آیا تو تحریر پڑھوائی۔ حضرت عمرؓ کا نام سن کر بے اختیار زبان سے اللہ اکبر نکل گیا اور فرمایا اللہ تم کو جزائے خیر دے تم نے تو میرے دل کی بات لکھ دی۔ وصیّت نامہ مکمل کر لینے کے بعد اپنے غلام کو حکم دیا کہ اسے لے جاؤ اور صحابہ کرام کے عام مجمع میں جا کر سناؤ اور خود بالا خانہ پر جا کر حا

1 طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۲۹

ضرین سے فرمایا کہ میں نے اپنے کسی عزیز کو خلیفہ نہیں بنایا بلکہ اس شخص کا انتخاب کیا ہے جو میرے نزدیک تم سب میں بہتر ہے سب نے بالاتفاق اس حسن انتخاب کی تائید کی اس کے بعد حضرت عمر کو بلا کر ضروری وصیّتیں کیں [1]

یوں حضرت عمرؓ کو باقاعدہ مشاورتی انداز میں اسلامی حکمران منتخب کر لیا گیا اور بعد کے حالات نے یہ ثابت کر دیا کہ اس ذمہ داری کے لیے حضرت ابو بکرؓ کے لیے آپ سے اچھا انتخاب ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ آپ نے فوج کو منظم کر دیا جس کی وجہ سے اسلامی سلطنت میں اضافہ ہوا۔ اس کے علاوہ تمام شعبہ زندگی میں نمایاں خدمات سر انجام دیں۔

حضرت عثمانؓ کی بیعت خلافت

حضرت عمرؓ کو ۲۳ھ میں شہید کر دیا گیا آپؓ کی شہادت کے بعد خلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ شدّت اختیار کر سکتا تھا لیکن آپ نے وصال سے قبل ہی صحابہ کرامؓ کے اصرار پر اس مسئلہ کے بارے میں غور فکر کرنا شروع کر دیا تھا لیکن خلافت کے لیے کسی پر نگاہ نہ جمتی تھی اپنے معیار سے سب میں کچھ نہ کچھ کمی پاتے تھے بعض لوگوں نے آپ کے بیٹے عبداللہ کا نام بھی پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ جس کو بیوی کو طلاق دینے کا سلیقہ نہیں وہ خلافت کا بار کیسے اٹھا سکتا ہے۔

آخر کار لوگوں کے اصرار پر حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، چھے آدمیوں کو، جن کی اسلام کی سربلندی کے لیے بہترین کارنامے دکھا چکے تھے۔ اور جن کو اللہ کے رسول ﷺ نے دنیا میں ہی جنّت کی خوشخبری سنادی تھی۔ نامزد کر کے فرمایا ان میں سے جس پر کثرت رائے ہو جائے اسے اپنا خلیفہ بنا لینا اور تاکید کر دی کے میرے مرنے کے بعد تین دن کے اندر یہ مرحلہ طے ہو جانا چاہیے اور حضرت صہیب رومیؓ کو حکم دی کہ میرے کفن دفن سے فراغت کے بعد ان چھے آدمیوں کو ایک مکان میں بند کر دینا اور جب تک ان میں سے کسی کا انتخاب نہ ہو جائے اس وقت تک نہ کھولنا عبداللہؓ (آپکے بیٹے) مشاورت میں شریک رہیں گے لیکن منصب امارت سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہوگا۔ کثرت رائے آجانے کے بعد بھی اگر کوئی مدّعی خلافت ہو تو اسے قتل کر دینا۔

"اس مرحلہ سے فراغت کے بعد لوگوں سے کہا کہ جو شخص خلیفہ منتخب ہو وہ مہاجرین، انصار، اعراب، اہل عرب، اور ذمیّوں کے حقوق کا پورا خیال رکھے اور ساتھ ہی ہر ایک کے حقوق کی وضاحت کے بعد تاکید کی کہ ذمیّوں کے ساتھ جو عہد ہے اسے پورا کیا جائے ان کے دشمنوں سے لڑا جائے اور ان کی طاقت سے زیادہ ان کو تکلیف نہ دی جائے"۔ [2]

---

1 طبقات ابن سعد، ذکر وصیّت ابی بکر، ج۳، ص ۱۴۳

2 طبقات ابن سعد، ذکر بیعۃ عثمان بن عفانؓ، ج۳، ص ۲۴۵

حضرت عمرؓ کی وصیّت پر عمل کیا گیا اور یوں حضرت عثمانؓ کا بطور خلیفہ تقرّر ہو گیا۔ آپ نے خلافت پر متمکّن ہونے کے بعد شروع میں فاروقی نظام میں کسی قسم کا تغیر و تبدّل نہیں کیا اور تمام عہد داران حکومت اور افسران فوج کے نام فرامین جاری کیے جن میں عمال کو رعایا پروری کی ہدایت، جلب زر کی ممانعت، مسلمانوں اور ذمیّوں کے حقوق کی حفاظت۔ افسران فوج کو فوجی نظام کی پابندی، تحصیلداروں کو واجبی محاصل سے زیادہ وصول کی ممانعت، امانتداری، یتیموں اور ذمیوں کے مال میں انصاف دیانت کی تاکید کی تھی۔

حضرت علیؓ کی بیعت خلافت

حضرت عثمانؓ کو باغیوں نے بے دردی سے شہید کر دیا۔ آپ کی وفات کے بعد تین دن تک مسند خلافت خالی رہی ۔ مدینہ شور قیامت برپا تھی ہر طرف باغی چھائے ہوئے تھے لیکن خلافت کا انتظام بھی ضروری تھا اس اکابر صحابہ میں سے حضرت علیؓ کی ہی ذات ایسی تھی جس پر سب کا اتفاق ہو سکتا تھا چنانچہ مہاجرین و انصار میں سے حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ خلیفہ کا انتخاب ضروری ہے حضرت علیؓ نے اشارہ سمجھ کر جواب دیا کہ مجھ کو اس کی حاجت نہیں ہے ۔ جسے تم منتخب کروگے میں بھی اسے قبول کرلوں گا ان لوگوں نے عرض کی آپ کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا اس منصب کا مستحق نہیں ہے اس لیے آپ کے علاوہ ہم کسی دوسرے کو اس منصب کے لیے منتخب نہیں کر سکتے حضرت علیؓ نے پھر عذر کیا کہ امیر ہونے کے مقابلے میں مجھے وزیر ہونا زیادہ پسند ہے آخر میں لوگوں نے پھر درخواست کی۔ کہ ہم لوگ آپ کے ہاتھ پر ہی بیعت کریں گے آخر کار مسلمانوں کے اصرار سے مجبور ہو کر اور امّت اسلامیہ کے اجتماعی مفاد کا خیال کرتے ہوئے آپ نے قبول فرمایا اور مجمع عام میں مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اس بیعت میں مدینہ کے تمام ممتاز صحابہ کرامؓ شریک تھے بیعت کے بعد آپ نے ۳۵ھ کو مسند خلافت پر قدم رکھا۔[1]

حضرت علیؓ نے بھی خلافت اپنے پیش رووں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے چلائی لیکن کچھ اندرونی شورشوں کی وجہ سے زیادہ مستحکم انداز میں نہ چلا سکے۔

---

1 البدایۃ والنہایۃ، ذکر بیعۃ علیؓ بالخلافۃ، ج ۷، ص ۲۵۳

فصل دوّم:

عہد خلفائے راشدہ میں وقوع پذیر

معروف جنگوں کا تعارف

معروف جنگوں کا مختصر تعارف

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کو خلافت کی ذمہ داری اٹھانا پڑی۔ انہوں نے نہائیت سمجھداری اور زیرک خیزی سے حالات کو قابو میں کیا اور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد ان تمام فتنوں کا سد باب کرنے کی حتی الامکان کوشش کی جو وصال النبی کے بعد در آئے تھے۔ ان فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ ارتداد کا تھا۔ جس میں کچھ لوگوں نے نبوت کا دعوی بھی کر دیا تھا حضرت ابو بکرؓ نے ایسے تمام مدعیان نبوت کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا۔ مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، طلیحہ بن خویلد اور ایک عورت سجاح بنت خویلد جیسے مدعیان نبوّت کا قلعہ قمع کیا۔

پھر منکرین زکٰوۃ کا معاملہ پیش آیا تو آپ نے ان کے خلاف بھی آپریشن کا حکم دیا یہ آپ کی مستقبل شناسی تھی کہ کہیں لوگ صوم و صلٰوۃ کا ہی انکار نہ کر دیں۔ چنانچہ فرمایا:

"خدا کی قسم جو شخص نبی کریم ﷺ کی زندگی میں بکری کا ایک بچہ زکٰوۃ میں دیتا تھا اگر وہ اس کے دینے سے انکار کرے گا تو میں اس کے خلاف جہاد کروں گا"۔ (1)

آپ کے زمانے میں عراق اور شام کی طرف اسلامی فوجوں نے پیش قدمی کی اور بہت سے علاقے اسلامی سلطنت کا حصہ بن گئے آپ کے بعد خلافت کی ذمہ داری حضرت عمرؓ کو دی گئی آپ کے عہد میں اسلامی سلطنت کی حدود میں کئی گنا اضافہ ہو گیا عراق، شام، فلسطین، مصر اور شمالی افریقہ کے بیشتر علاقے آپ کے دور میں فتح ہو چکے تھے۔

حضرت عثمانؓ کے دور میں اسپین کی طرف پیش قدمی کی گئی اور جو علاقے عہد فاروقی میں فتح نہ ہو سکے تھے۔ ان کو زیر نگیں کر لیا گیا ان ہی کے دور حکومت میں حضرت امیر معاویہؓ نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا غرض دس سال میں اسلامی سلطنت کی حدود ہندوستان کی سرحد سے لے کر شمالی افریقہ کے ساحل اور یورپ کے صدر دروازے تک پھیل گئیں۔

حضرت علیؓ اندرونی شورشوں کا ذیادہ شکار رہے۔ اور جنگ جمل اور جنگ صفین پیش آئیں اور مسلمانوں کو بہت سا جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ جو منافقین کی سازشوں کی وجہ سے پیش آئیں۔ آپ نے جنگ نہروان کے ذریعے خوارج کا قلع قمع کیا۔

عہد خلفائے راشدین میں جو جنگیں لڑی گئیں ان کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

---

1 صحیح بخاری، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ ج ۱، ص ۱۸۸

عراق کی فتوحات

اس دور میں جزیرہ العرب دو عظیم سلطنتوں میں گھرا ہوا تھا ایران میں ساسانی اور شام میں رومی دونوں حکومتیں عربوں کی پرانی دشمن تھیں ساسانی فرمانروا سابور ذی الاکتاف یمن حجاز فتح کر کے مدینہ تک پہنچ گیا تھا یہ عربوں کا شدید دشمن تھا جو عرب اس کے پاس گرفتار ہو کر آتے تھے ان کے شانے اکھڑوا دیتا تھا اس لیے عرب اسے ذی الاکتاف کہتے تھے اسی طرح شاہ ایران خسرو پرویز نے نبی کریم ﷺ کا نامہ مبارک پھاڑ دیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کے دور میں عرب قبیلہ وائل کے دو سرداروں مثنیٰ بن حارثہ شیبانی اور سوید عجلی نے حضرت خالد بن ولید کی سرکردگی میں فوجیں لے کر عراق پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے خالدؓ نے بانقیا اور باسوا کے حاکموں کو مطیع کرنے کے بعد عراق کے ایرانی حاکم ہرمز کو لکھا:

"یا اسلام قبول کرو یا جزیہ ادا کرو۔ ورنہ تم کو ایک ایسی قوم سے لڑنا پڑے گا جو موت کی اتنی ہی خواہش مند ہے جتنی تم زندگی کی تمنّا رکھتے ہو۔"[1]

جنگ ولجہ

ہرمز نے اس خط کو اردشیر کے پاس ایران بھجوا دیا اور خود خالد بن ولید کے مقابلے کے لیے نکلا کاظمیہ کے مقام پر فوجیں مد مقابل ہوئیں ایرانیوں نے اپنے پیروں کو زنجیروں سے جکڑ رکھا تھا تاکہ میدان سے منہ نہ پھرنے پائے لیکن مسلمان فوج نے اس زنجیر کے جال کو بھی توڑ ڈالا اور ایرانیوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور ہرمز مارا گیا۔

دوسری طرف اردشیر نے ہرمز کا خط ملتے ہی جو فوج روانہ کی تھی وہ بھی اسلامی فوجوں کی تاب نہ لا سکیں اور شکست سے دوچار ہوئیں۔[2]

اردشیر کو جب اس ذلت آمیز شکست کی خبر ملی تو اسے بہت افسوس ہوا اس نے شکست کا بدلہ لینے کے لیے ایران کے ممتاز بہادروں کی سرکردگی میں ایک عظیم لشکر روانہ کیا جس میں حیرہ اور کسکر کے تمام باشندے اور عیسائی عرب بھی شامل تھے ۔ ولجہ کے مقام پر آکر خیمہ زن ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید کو جب اس اجتماع کی خبر ہوئی تو مقابلہ کے لیے آگے بڑھے میدان جنگ کے قریب پہنچ کر تھوڑی سی فوج ساحل کے نشیب میں چھپا دی اور خود آگے بڑھ کر صف آراء ہوئے دونوں لشکروں میں خون ریز جنگ ہوئی جب ایرانی فوج تھک

---

1 تاریخ طبری، ج ۴، ص ۲۰۲۷۔۲۰۲۸

2 تاریخ طبری، ج ۴، ص ۲۰۲۸، ۲۰۲۷،۱

گئی تو تازہ دم مسلمانوں نے کمین گاہوں سے نکل کر حملہ کر دیا ایرانی اس حملہ کی تاب نہ لا سکے اور بدحواس ہو کر بھاگ نکلے۔اس جنگ میں بے شمار ایرانی مارے گئے۔[1]

جنگ الیس

حضرت خالد بن ولید الیس پہنچے اور ایرانیوں اور عربوں دونوں کو شکست دے کر ان کی بہت بڑی تعداد گرفتار کر کے قتل کرا دی۔یہاں سے فراغت کے بعد امغیشیا پہنچے لیکن یہاں کے باشندے ان کا رخ دیکھ کر پہلے ہی شہر خالی کر چکے تھے۔[2]

فتح حیرہ

ابن خلدون[3] نے لکھا ہے کہ پھر مسلمان فرات کے راستے حیرہ کی طرف بڑھے اہل حیرہ نے مسلمانوں کی پیش قدمی روکنے کے لیے فرات کا بند باندھ دیا تھا اس لیے کچھ دور جا کر کشتیاں رک گئیں۔

اس صورتحال کو دیکھ کر مسلمان کشتیوں سے اتر پڑے فرات کے کنارے پر مقابلہ ہوا۔اس معرکہ میں بھی مسلمان کامیاب ہوئے اور فرات کا بند کھول کر حیرہ کی طرف بڑھے۔[4]

مسلمانوں کی پیش قدمی دیکھ کر اہل حیرہ نے شہر کے دروازے بند کر لیے۔حضرت خالد نے ان کا محاصرہ کر لیا عرصہ تک محاصرہ جاری رہا آخر کار ایرانیوں نے محاصرہ سے گھبرا کر ایک لاکھ نوے ہزار درہم سالانہ پر صلح کر لی۔

حضرت خالد بن ولید نے یہ عہد نامہ لکھ کر ان کے حوالہ کیا کہ :

"اہل حیرہ ایک لاکھ نوے ہزار درھم سالانہ ادا کریں گے ہم اس کے معاوضہ میں ان کی حفاظت کریں گے اور اگر حفاظت نہ کر سکے تو یہ رقم ان پر واجب نہ رہے گی۔اور اگر وہ بدعہدی کریں تو ہم بری الذمہ ہیں"۔[5]

---

1 تاریخ طبری، ج ۴، ص ۲۰۳۱ تا ۲۰۳۷

2 البدایۃ والنہایۃ، ج ۲، ص ۲۹۸

3 نام ابو زید عبد الرّحمان ولی الدین ہے، یکم رمضان ۷۳۲ھ کو تونس میں پیدا ہوئے علم تاریخ میں تبحّر کی وجہ سے امام کہلائے سلطان برقوق نے مالکی مسلک کا قاضی القضاء مقرر کیا فلسفہ، تاریخ اور عمرانیات کی بدولت شہرت پائی قاہرہ میں وفات پائی۔ (http://apnaorg.com/books/english/ibn-e-khuldun/ibn-e-khuldun

4 تاریخ ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد بن محمد ابن خلدون ابو زید، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۸ھ، ج ۲، ص ۸۱

5 البدایۃ والنّہایۃ ج ۲، ص ۲۹۸

مسلمانوں کی ان فتوحات اور حضرت خالد بن ولید کے حسن سلوک سے حیرہ کے قرب وجوار کے باشندوں نے بھی بیس ہزار درھم پر صلح کرلی اور جنوبی عراق پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا(1)

فتح انبار اور عین التمر

اس دوران اردشیر مر گیا تھا اس کی موت سے ایران نے اندرونی اختلافات اور بڑھ گئے تھے لیکن مسلمانوں کے خلاف پوری قوم متحد تھی انہوں نے اپنے اختلافات کو بھلا کر فرخ زاد کو بادشاہ چن لیا تھا۔ایرانی فوجیں اس وقت شمالی عراق میں عین التمر سے لے کر انبار اور فرائض تک پھیلی ہوئی تھیں جنوبی عراق کی تسخیر کے بعد خالد بن ولید انبار پہنچے ایرانی فوجیں قلعہ بند تھیں حضرت خالد بن ولید نے محاصرہ کر کے حملہ شروع کر دیا لیکن ایرانی خندق کے اس پار سے تیر باری کر رہے تھے اس لیے مسلمانوں کا حملہ ناکام ہوتا تھا یہ صورتحال دیکھ کر حضرت خالدؓ نے بھی تیر باری کا حکم دے دیا اس طرح مسلمانوں نے تیر برسا کر ہزاروں آنکھیں بے کار کر دیں اس سے ایرانی گھبرا گئے اور خالدؓ نے خندق ٹپوا کر فوجیں دوسری طرف اتار دیں۔ایرانی تیر باری سے پہلے ہی گھبرا چکے تھے مسلمانوں کے خندق عبور کرنے کے بعد ان کے اوسان اور خطا ہو گئے اور انہوں نے ہتھیار ڈال کر صلح کرلی۔ (2)

حضرت خالدؓ ابھی انبار کے معرکے سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ دوسری طرف بہرام چوبیں کا لڑکا تازہ دم فوجیں لے کر عین التمر پہنچ گیا۔ لہذا حضرت خالد کو فوراً اس مقام پر پہنچنا پڑا مقام کرخ میں دونوں کا مقابلہ ہوا حضرت خالد نے عربوں کے سردار عقہ بن عقہ کو گرفتار کر لیا۔اس کی گرفتاری کے بعد عربوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ان کی بہت بڑی تعداد گرفتار ہو گئی اور ان کی قوم فروشی کی پاداش میں سب کو قتل کر دیا گیا یوں حضرت خالد نے یہ علاقہ بھی بزور شمشیر فتح کر لیا(3)
اور معمولی خراج کے علاوہ اور مفتوحہ علاقہ پر کوئی ٹیکس نہیں لگایا۔

---

1 تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۸۱

2 تاریخ طبری، ج ۴، ص ۲۰۵۹ تا ۲۰۶۱

3 تاریخ طبری، ج ۴، ص ۲۰۱۳

جنگ تبوک

عراق اور شام کی سرحد اور دومۃ الجندل میں عہد نبوی ﷺ سے عربی عیسائی قبائل مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے تھے غزوہ تبوک اسی سلسلہ میں ہوا تھااور حضرت خالدؓ نے یہاں کے ایک سردار اکیدر بن عبدالملک کو گرفتار کر کے مطیع بھی بنایا تھا۔ یہ سازشیں اب بھی جاری تھیں۔اس کے خاتمہ کے لیے حضرت ابو بکرؓ نے عیاض بن غنم کو روانہ کیا تھا۔ بعد میں ان کی امداد کے لیے حضرت خالدؓ بھی پہنچ گئے وہاں کا فرمانروا جودی نامی شخص تھا۔ عیاض اور خالدؓ نے دومۃ الجندل کا محاصرہ کر لیا جودی نے مقابلہ کیااور شکست کھا کر مارا گیا حضرت خالد نے پھاٹک توڑ کر قلعہ پر قبضہ کر لیا بنی کلب قبیلہ کو ایک مسلمان عاصم نے امان دے دی باقی قبائل قتل کر دیئے گئے [1]

جنگ فراض

فراض اس لحاظ سے ایک اہم مقام تھا کہ یہاں شام، عراق اور جزیرہ کی سرحدیں ملتی تھیں۔اس لیے اپنی حفاظت کے لیے رومی بھی ایرانیوں کے ساتھ مل گئے اور یہ متحدہ فوجیں مسلمانوں کے خلاف صف آراء ہوئیں اس لیے حضرت خالد نے فراض پہنچ کرنئے سرے سے فوجیں مرتّب کیں۔

اس جنگ میں ایک طرف ایرانی، عرب اور روم کی متحدہ فوجیں تھیں اور دوسری طرف تنہا مسلمان ،اور درمیں میں دریائے فرات حائل تھا متحدہ فوجوں نے غرور کے نشے میں دریائے فرات کو پار کر لیا یوں فرات کے ساحل پر فریقین کا آمنا سامنا ہوا۔ مسلمان تعداد اور وسائل کی کمی کے باوجود جذبہ جہاد سے لبریز تھے جس کی وجہ سے اللہ نے انہیں فتح سے ہمکنار کیا اور متحدہ طاقتوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ شکست خوردہ فوجوں کے عقب میں دریا تھااور سامنے مسلمان تھے اس لیے انہیں بھاگنے کا بھی راستہ نہ ملا۔اور تمام فوجیں ہلاک ہو گئیں۔اس جنگ کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ مثنیؓ کو عراق میں اپنا قائم مقام مقرر کر کے حج کے لیے روانہ ہو گئے وہاں سے واپس ہوئے تو حضرت ابو بکر نے آپ کو شام کی مہمات پر بھیج دیا۔[2]

---

[1] تاریخ ابن خلدون، ج ۴، ص ۴۹

[2] البدایۃ والنھایۃ، ج ۲، ص ۲۰۳

شام پر فوج کشی اور فتوحات

عربوں کی دوسری ہمسایہ حکومت رومیوں کی تھی رومیوں کا دارالحکومت قسطنطنیہ میں تھا عرب کے پڑوس شام میں ہرقل رومیوں کے ماتحت حکومت کرتا تھا۔زمانہ جاہلیت میں حبشہ کے عیسائیوں نے رومیوں کے ہی اشارے سے عربوں کی مرکزیت توڑنے کے لیے کعبہ یمانی بنایا تھا[1]

لشکر اسامہ کی روانگی کے اسباب

ظہور اسلام کے بعد شام کے رومی مسلمانوں کے دشمن ہو گئے تھے انہوں نے مسلمانوں کے سفیروں کو جن کو نبی کریم ﷺ نے خطوط دے کر مختلف ممالک کے فرمانرواؤں کے پاس بھیجا تھاان میں سے حضرت دحیہ کلبیؓ کو لوٹ لیا تھااور حضرت حارث بن عمروؓ کو قتل کر دیا گیا تھااسی کے انتقام میں غزوہ موتہ ہوا تھا پھر انہوں نے مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کیں اور آنحضرت ﷺ کوان کی مدافعت کے لیے نکلنا پڑا لیکن جنگ کی نوبت نہ آئی۔پھر اسی خطرہ کے انسداد اور شہدائے موتہ کے انتقام کے لیے رسول اللہ ﷺ حضرت اسامہ بن زید کو شام بھیجنے کا ارادہ فرما رہے تھے کہ آپ کا وصال ہو گیااور پھر حضرت ابو بکرؓ نے اس پر عملدر آمد کیا تھا۔

ان اسباب کی بنیاد پر رومیوں سے نبٹنا ضروری تھااس لیے سنہ ۱۳ھ میں حضرت ابو بکرؓ کبار صحابہ کے مشورہ سے شام پر فوج کشی کرنے کا فیصلہ کیااور شام کے ہر ہر حصہ پر علیحدہ علیحدہ فوجیں رونہ کیں دمشق میں یزید بن سفیان کو مامور کیا، حمص میں ابوعبیدہ بن جراح،اردن میں شرجیل بن حسنہ،اور فلسطین میں عمرو بن العاص اور ابوعبیدہ بن جراح ان سب کے سپہ سالار اعظم مقرر ہوئےان فوجوں کی مجموعی تعداد ستائیس ہزار تھی۔[2]

ہرقل والی حمص کو جب مسلمانوں کے حملے کی اطلاع ملی تواس نے مسلمان افسروں کے مقابلے کے لیے علیحدہ علیحدہ فوجیں روانہ کیں تاکہ مسلمان ایک مرکز پر جمع نہ ہو سکیں۔چنانچہ مسلمانوں نے جب شام کی سرحد پر قدم رکھاتوانہیں جگہ جگہ رومی فوجی جتھوں کا سامنا کرناپڑا۔ان کی کثرت کو دیکھ کر مسلمانوں نے دارالخلافہ سے مزید فوج کا مطالبہ کیا۔حضرت ابو بکرؓ نے عراق سے حضرت خالد بن ولید کو حکم دیا کہ وہ فوراًشام کی طرف روانہ ہو جائیں۔وہ راستے میں چھوٹی چھوٹی لڑائیاں لڑتے ہوئے شام پہنچے[3]

---

1 سیرۃ ابن ہشام،ج۱،ص ۳۰

2 فتوح البلدان،،ج۱،ص ۱۱۵

3 فتوح البلدان،ج۱،ص ۱۳۳

شام کی سرزمین پر پہنچ کر سب سے پہلے بصرہ پر فوج کشی کی اہل بصرہ نے اس شرط پر صلح کرلی کہ وہ جزیہ ادا کریں گے اور مسلمان اس کے معاوضہ میں ان کو سکیورٹی دیں گے۔دوسری طرف عمرو بن العاص فلسطین میں مصروف پیکار تھے۔اور ان کے مقابلے میں اجنادین کا عظیم الشان لشکر جمع تھا اس لیے بصرہ سے فراغت کے بعد خالد بن ولید عمرو بن العاص کی مدد کے لیے روانہ ہوگئے۔اور رومیوں کو شکست دے کر اجنادین پر قبضہ کرلیا۔اجنادین کے بعد ابو عبیدہؓ کے ساتھ مل کر دمشق کا محاصرہ کیا تین ماہ تک محاصرہ جاری رہا ابھی دمشق کا محاصرہ جاری تھا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا انتقال ہوگیا۔

جنگ بویب[1] اور مسلمانوں کی فتح، ۱۴ھ

حضرت عمرؓ نے مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی عراق کی جنگوں کی طرف توجّہ دی اور حضرت ابو عبیدہ ثقفی کی کمانڈ میں ایک تازہ دم لشکر مروان شاہ کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ جس میں حضرت ابو عبیدہؓ ایرنیوں کے ہاتھی کے تلے رونے گئے جس کی وجہ سے مسلمانوں کے حوصلے پست ہو گئے اور ہزاروں مسلمان دریائے فرات کی نظر ہو گئے۔حضرت عمرؓ اس خبر کو سن کر مسلمانوں کی بربادی کا بہت افسوس ہوا آپ نے اس کا انتقام لینے کے لیے اپنے پرجوش خطبوں سے عربوں میں آگ لگادی۔اس جنگ میں عیسائی عربوں نے بھی مسلمانوں کا ساتھ دیا اور حضرت عمرؓ نے عبداللہ بجلی کی ماتحتی میں ایک تازہ دم فوج محاذ جنگ پر روانہ کی بوران تخت کو جب مسلمانوں کی ان تیّاریوں کی خبر ہوئی تو اس نے بھی مہران بن جاذویہ کو بارہ ہزار کی منتخب فوج کے ساتھ مقابلہ کے لیے روانہ کیا وہ اپنی فوج لے کر سیدھا بویب آیا اور فرات کو عبور کرنے کے بعد دونوں فوجوں میں سخت مقابلہ ہوا اس لڑائی میں تمام مسلمانوں نے بے جگری سے دشمن کا مقابلہ کیا اور قریب قریب سب نے جام شہادت نوش کیا۔ مثنیٰ نے اپنے قبیلے کے ساتھ حملہ کیا جس سے ایرانیوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اس ریلے میں مہران خود قتل ہوگیا مثنی اس کے بعد فرات کے پل کو روک کر کھڑے ہوگئے اور جتنی ایرانی فوج نے اسے عبور کرنے کی کوشش کی سب کو تہہ تیغ کردیا اس معرکے کے بعد مسلمان پورے عراق میں پھیل گئے۔

ایرانی فوج کی اس شکست نے پورے عرب میں تہلکا مچادیا۔ایرانیوں نے بوران دخت کو تخت سے اتار کر سترہ سالہ یزد گرد کو حکمران بنالیا اور تمام قلعے اور چھاؤنیوں کو سامان جنگ سے بھر دیا اور سازش کرکے تمام مفتوحہ علاقوں میں بغاوت پھیلادی

---

1 بویب دریائے فرات کے قریب ایک معاون ندی ہے اس کے کنارے عربوں اور ساسانیوں کے درمیان جنگ ہوئی تھی عرب لشکر کے قائد مثنہء بن حارثہ تھے (معجم البلدان، شہاب الدّین ابو عبداللہ یاقوت بن عبداللہ رومی حموی، دار صادر بیروت، طبع ثانی ۱۹۹۵م ،ج ۱،ص ۲۷۴)

جس سے بہت سے علاقے مسلمانوں کے قبضے سے نکل گئے اور مثنی واپس عرب کی سرحد پر آگئے اور فوراً حضرت عمرؓ کو اس صورتحال سے آگاہ کیا۔[1]

جنگ قادسیہ[2] ۱۴ھ

اس جنگ کے لیے تمام عرب کے نامور بہادروں، رئیسوں، خطیبوں اور اہل الرائے کو مدینہ طلب کیا گیا آپ کی دعوت پر پورا مدینہ امنڈ آیا۔ آپ نے اس جنگ میں سینئر صحابی رسول ﷺ کو لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا۔ اس جنگ میں ستر بدری صحابہ، تین سو بیعت رضوان کے جانثار اور اسی قدر فتح مکہ میں شریک جانثار اور اتنے ہی صحابہ زادے شریک تھے۔ اس طرح بیس ہزار فوج کو روانہ کرتے وقت آپ نے بڑی قیمتی نصیحتیں بھی کیں۔ آپؓ دوران تجارت سارے عراق کا سفر کر چکے تھے اور یہاں کے چپہ چپہ سے واقف تھے اس لیے فوج کی نقل و حرکت، اس کی تنظیم اور مورچہ بندی سب اپنے ہاتھ میں رکھی حضرت سعد بن وقاصؓ کو ہدایت تھی کہ وہ ہر منزل اور ہر مرحلہ کا مفصل نقشہ بھیجتے رہیں۔ چنانچہ انہوں نے سب سے پہلی منزل شراف کا نقشہ بھیجا۔ آپ نے اس پر مفید ہدایات دیں۔ اس کے بعد حضرت سعدؓ نے قادسیہ کا پورا نقشہ بھیجا۔ اور آپ نے اسے دیکھ کر آئندہ پیش قدمی کے لیے مزید ہدایات دیں۔

حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو حکم دیا کہ جنگ سے پہلے اسلامی سفراء کو دربار ایران میں دعوت اسلام کے لیے بھیجا جائے۔ اس حکم پر سعد بن ابی وقاصؓ نے قادسیہ کے مقام میں مورچہ بندی کی اور اشعث بن قیس کندی کو تبلیغ اسلام کی غرض سے ایرانی لشکر میں بھیجا جب انہوں نے رستم کے دربار میں اسلام پیش کیا رستم نے سوال کیا کہ تم کس ارادے سے آئے ہو مسلمانوں نے جواب دیا کہ یزدگرد کے دونوں میں گفتگو ہوئی آخر میں مسلمانوں نے کہا کہ ہمارے نبی کی پیشن گوئی ہے کہ ہم تمہاری زمین پر قابض ہوں گے۔ رستم نے ان کی تحقیر کے لیے تھوڑی سی خاک منگوا کر دی کہ لو ہماری زمین میں تمہارا یہ حصہ ہے عمرو بن معدیکرب یہ خاک دامن میں لے کر واپس لوٹ آئے اور اپنے ساتھیوں سے آکر کہا کہ ان کے ملک پر قبضہ کے لیے یہ فال نیک

---

1 فتوح البلدان، بلاذری، ص ۲۶۵ تا ۲۶۶

2 کوفہ سے دس گیارہ میل مغرب میں عین بادیے کے کنارے واقع تھا۔ قادسیہ کی زمین نہر سے سیراب ہوتی تھی قلعہ کا نام قادسیہ کوفہ تھا جنگ قادسیہ خاص اسی مقام پر ہوئی۔ یہاں کھیتی باڑی کافی تھی آبادی کافی زیادہ تھی ارد گرد کھجور کے باغات تھے یہ مقام دریائے دجلہ کے کنارے واقع ہے (معجم البلدان، ج ۱، ص ۲۲۲)

ہے۔رستم کے بعد لوگوں نے یزدگرد کے پاس جاکر اسلام پیش کیا اس نے غصہ میں آکر کہا کہ اگر سفیروں کا قتل کرنا جائز ہوتا تو تم میں سے کوئی سلامت نہ جاسکتا اور رستم کو سخت تنبہ کی کہ اس نے ان کو کیوں آنے دیا۔[1]

رستم کو مسلمانوں سے سابقہ تجربہ ہو چکا تھا اس لیے وہ مسلسل جنگ کو ٹالتا رہا اور سعد بن ابی وقاصؓ کو پیغام بھیجا کہ وہ دوبارہ اپنا سفیر بھیجیں۔انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو چند آدمیوں کے ہمراہ بھیجا۔رستم نے انہیں مرغوب کرنے کے لیے بڑے ٹھاٹھ کا دربار سجایا۔حضرت مغیرہ اس شان سے تھے کہ تلوار بھی قرینہ سے نہ تھی۔نیام کی بجائے چیتھڑے لپیٹے ہوئے تھے۔اسی انداز ملبوسانہ میں دربار میں داخل ہوئے۔دونوں میں بڑی طویل گفتگو ہوئی۔آخر کار رستم نے کہا کہ غالباً تم معاش کی تنگی اور پریشان حالی کی وجہ سے جنگ پر آمادہ ہوئے ہو ہم تم کو اتنا دینے کے لیے تیاّر ہیں جس سے تمہاری تنگ دستی ختم ہو جائے ۔تو مغیرہ بن شعبہؓ نے جواب دیا کہ بے شک ہم افلاس زدّہ تھے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک پیغمبر مبعوث فرمایا جس کی اطاعت سے ہماری بدبختی، خوش بختی میں بدل گئی۔اس نے ہمیں اپنے معاندین کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اس لیے ہم تمہیں ایک اللہ کی پرستش اور نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں اگر اسے قبول کرتے ہو تو فبھا۔ورنہ ہمارا تمہارا فیصلہ تلوار کرے گی۔یہ سن کر رستم غصہ سے بھر گیا اور کہا آفتاب و مہتاب کی قسم کل صبح ہونے سے پہلے تم سب کو خاک میں ملادوں گا۔حضرت مغیرہ یہ سن کر لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہتے ہوئے لوٹ آئے۔[2]

ان مذاکرات کے بعد ہی فوجوں کو جنگ کی تیاّری کا حکم دے دیا گیا۔راتوں رات تمام ایرانی فوجیں مرتّب ہو گئیں ۔صبح ہوتے ہی قادسیہ کے میدان میں ہر طرف ایرانی فوجوں کا سمندر موجزن تھا۔مسلمان پہلے سے ہی تیاّر تھے۔عین جنگ کے موقع پر حضرت سعدؓ کو عرق النساء کا درد شروع ہو گیا جس سے آپ کی نقل و حرکت رک گئی۔اس لیے آپ نے اپنی جگہ خالد بن ارفط [3] کو سپہ سالار مقرر کیا اور خود میدان جنگ کے قریب ہی ایک محل میں ٹھہر گئے جہاں سے جنگ کا پورا معائنہ کیا جاسکتا تھا ۔اور یہیں سے احکامات بھیج رہے تھے۔بعد نماز ظہر جنگ کا آغاز ہوا اور رات کی تاریکی تک جنگ ہوتی رہی۔یہ قادسیہ کا پہلا معرکہ تھا جس کو ''یوم ارماث'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

---

1 فتوح البلدان، بلاذری، ص ۲۲۶

2 فتوح البلدان، بلاذری، ص ۲۲۷

ان کا اصلی نام خالد بن عرفطہ بن ابرہہ بن سنان لیثی ہے ان کو قبیلہ لیث بن بکر بن عبادہ سے نسبت کی وجہ سے (بکری) بھی کہا جاتا ہے حضرت سعد بن ابی وقاص نے کوفہ میں ان کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا ان کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔

3 (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج ۲، ص ۶۱۹)

دوسرے دن اس سے بھی زیادہ زور کا معرکہ ہوا۔ عین لڑائی کے موقع پر حضرت عمرؓ کی طرف سے بھیجی ہوئی فوج بھی پہنچ گئی ۔اور ساتھ ہی سفیروں کے ہاتھوں میدان جنگ میں کارنامے دکھانے والے جری سپہ سالاروں کے لیے تحفے بھیجے۔اس امتیاز کو حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں نے اپنی جانیں لڑادیں۔اس معرکہ میں دس ہزار ایرانی فوج ماری گئی اور دو ہزار مسلمان شہید ہو گئےاس جنگ کو ''یوم اغواث'' کہا جاتا ہے۔ [1]

رات کے گزرنے کے ساتھ ہی تیسرا معرکہ برپا ہوا۔یہ گزشتہ معرکوں سے زیادہ ہیبت ناک تھا۔اس جنگ میں مسلمانوں کا زیادہ نقصان ان ہاتھیوں نے کیا جو جن پر ایرانی سوار تھے جن کو دیکھ کر ہی عربی گھوڑے بدکتے تھے مسلمانوں نے ان کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے گھوڑوں پر جھولیں ڈال لیں لیکن ہاتھیوں کی لمبی قطار تھی جو جدھر منہ کرتی تھی صفیں کی صفیں چیر دیتی تھی۔اس صورتحال کو دیکھ کر چند مسلمان جانباز نیزے لے کر ہاتھیوں پر ٹوٹ پڑے۔اورتاک تاک کران کی آنکھیں بیکار کر دیں۔اچانک قعقاعؓ نے نشان کے سفید ہاتھی پر ایسا وار کیا کہ سونڈ مستک سے الگ ہو گئی اور ہاتھی جھرجھری لے کر بھاگا۔اسے دیکھ کر اس کے پیچھے والے تمام ہاتھی بھی بھاگ نکلے۔اور یہ دیوار آہن ٹوٹ گئی۔اس کے بعد مسلمانوں نے کھل کر مقابلہ کیا ۔اور تلواروں کی کھچا کھچ ،نعروں کی گونج اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ کے سوااور کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔دن بھر ہنگامہ کا بازار گرم رہا۔رات کو بھی جنگ کی شدّت میں کمی نہ آئی۔دوسرے دن دوپہر کو لڑائی کا فیصلہ ہوا۔رستم آخر تک بڑی بہادری سے لڑتا رہا۔آخر میں زخموں سے چور ہو کر بھاگا۔راستہ میں ایک ندی میں گرپڑا تعاقب میں آنے والے ایک مسلمان سپاہی نے اس کا کام تمام کر دیا۔اس کے قتل ہوتے ہی ایرانی فوجوں نے میدان چھوڑ دیااس جنگ میں بیس ہزار ایرانی مارے گئے۔اس جنگ میں ایرانیوں کا اصل طاقت کا خاتمہ ہو گیا۔

ایران کے پایہء تخت مدائن [2] پر مسلمانوں کا قبضہ

مسلمان بہرہ شیر وغیرہ پر قبضہ کرتے ہوئے ایرن کے پایہ تخت ایران کے قریب پہنچ گئے۔ایرانیوں نے اپنے دفاع کے لیے دجلہ کا پل توڑ کر مسلمانوں کے لیے حملہ کرنے کا راستہ ختم کر دیا تھا۔اور کشتیاں بھی توڑ دیں تھیں۔اس لیے جب مسلمان دجلہ کے ساحل پر پہنچے تو اسے عبور کرنے کا کوئی سامان نہ تھا۔حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اللہ کا نام لے کر اپنا گھوڑا دریائے

---

1 تاریخ طبری، ج۵، ص۲۳۶۸، ۲۲۳۵

2 عراق کا قدیم ترین شہر، پرانا نام ٹیسفون تھا، یہ دریائے دجلہ کے کنارے بغداد سے چالیس میل دور واقع ہے جنگ قادسیہ یہاں ہی لڑی گئی تھی۔دریائے دجلہ کے پانی نے حضرت حذیفہ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ کے مزارات کو بری طرح متاثر کیا تھا اس لیے ۱۹۳۲ء میں حکومت عراق نے انہیں دوسری جگہ منتقل کر دیا۔(معجم البلدان، ج۲، ص۱۵۲۳)

دجلہ میں ڈال دیا انہیں دیکھ کر پوری فوج دجلہ میں اتر گئی اور نہائیت اطمینان کے ساتھ باتیں کرتی ہوئی پار پہنچ گئی۔ ایرانی دور سے یہ حیرت انگیز منظر دیکھ رہے تھے۔ جب مسلمان کنارہ پر پہنچ گئے تو متحیّر ایرانی دیو آمدند دیو آمدند کہہ کر بھاگ نکلے یزد گرد پایہ تخت چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سنہ ۱۶ھ میں مدائن میں داخل ہو گئے۔ ایوان کسریٰ میں تخت شاہی کی جگہ منبر نصب کر کے مسلمانوں نے نماز جمعہ ادا کی۔ مدائن کے خزانہ میں صدیوں کی دولت اور زر و جواہر کے علاوہ سلاطین عجم کے نادرہ روزگار عجائبات اور نایاب یادگاریں جمع تھیں یہ تمام تاریخی نوادر حضرت سعدؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس مدینہ میں بھجوادیئے۔ ان نوادرات میں نوشیروان کا ملبوس شاہی اور ایران کا تاریخی فرش بہار بھی تھا۔ حضرت عمرؓ کے حکم پر یہ ملبوس ایک شخص محلّم کو پہنایا گیا جس وقت اس نے اسے پہنا جواہرات کی جگمگاہٹ سے لوگوں کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں اور انقلاب دہر کا عظیم منظر لوگوں کے سامنے آگیا فرش بہار سلاطین عجم کا قدیم تاریخی فرش تھا اس پر وہ بہار کے موسم میں بیٹھ کر شراب پیا کرتے تھے اس میں اس عہد کی ساری ثنائیاں صرف کر دی گئیں تھیں بہار کی مناسبت سے جواہرات کے گل بوٹے اور پھل پھول تھے ۔سب کی رائے تھی کہ اسے یوں ہی محفوظ رکھا جائے لیکن حضرت علیؓ کے اصرار پر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے تقسیم کر دیا گیا کیوں کہ ان کے بقول ایران کی طرح اس فرش بہار پر بھی خزاں آگئی۔[1]

جلولا کی جنگ

مدائن سے نکلنے کے بعد ایرانیوں نے جلولا کو اپنا مرکز بنالیا اور رستم کے بھائی خزراد نے یہاں ایک بہت بڑی فوج جمع کر کے شہر کے گرد خندق کھدوا کر تمام راستوں پر گھر بچھوادیئے اس جنگ کے لیے ہاشم بن عتبہؓ اور قعقاعؓ کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ جلولا روانہ کیا گیا انہوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ یہ طویل محاصرہ کئی مہینے تک جاری رہا۔ کئی مہینے کی لڑائی کے بعد جلولا فتح ہو گیا اور بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔

حلوان پر مسلمانوں کا قبضہ

یزدگرد اس وقت حلوان میں تھا اسے خبر ہوئی تو رے بھاگ گیا اس کے جانے کے بعد قعقاع نے خسرو دشنوم کو شکست دے کر حلوان پر قبضہ کر لیا اور اعلان عام کر دیا کہ جو لوگ اسلام یا جزیہ قبول کریں گے ان کی جان اور مال محفوظ رہے گا۔ یہ عراق کا آخری مقام ہے اس کے بعد عراق کی سرحد ختم ہو جاتی ہے۔

---

1 تاریخ طبری میں ان نوادرات کی مکمل تفصیل لکھی ہے۔ ج۵، ص ۲۳۵۰

تکریت پر قبضہ ۱۶ھ

عراق کے سر نگین ہو جانے کے بعد حضرت عمرؓ آگے نہیں بڑھنا چاہتے تھے اور فرماتے تھے کہ کاش ہمارے اور فارس کے درمیان کوئی ایسی روک حائل ہوتی کہ نہ وہ ہم پر حملہ آور ہو سکتے اور نہ ہم ان پر، مجھے مال غنیمت کے مقابلے میں مسلمانوں کی جان زیادہ عزیز ہے۔ [1]

مگر عراق ہاتھوں سے نکل جانے کے بعد ایرانی کہاں صبر کر سکتے تھے اب یہ ایک قومی مسئلہ بن چکا تھا۔اہل عراق جن کی سرحد عراق سے ملتی تھی انہوں نے تکریت میں زبردست اجتماع کیا اب حضرت عمرؓ کے لیے بھی بجز مقابلے کے کوئی چارہ کار نہ تھا آپ نے عبداللہ بن غنم کو اس مہم پر بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ عبداللہ پانچ ہزار کی فوج لے کر تکریت پہنچے اور اس کا محاصرہ کر کے چالیس دن تک حملے کرتے رہے کیونکہ ایرانی جزیرہ کے عیسائی عربوں کے ساتھ مل کر لڑ رہے تھے اس لیے کامیابی نہ ہوتی تھی ۔عبداللہ نے عربوں کے پاس خفیہ پیغام بھیج کر ان کو اپنے ساتھ ملالیا۔اس کے بعد جب مسلمانوں نے حملہ کیا تو عقب سے عربوں نے بھی ایرانیوں پر حملہ کر دیا جس سے ایرانی دو پاٹوں کے درمیان پڑ کر پس گئے اور تکریت پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔اس کے بعد کچھ عرصہ تک جزیرہ کی مہم ملتوی رہی۔ ۱۷ھ کو حضرت عمرؓ نے پھر عیاض بن غنمؓ کو مامور کیا انہوں نے جزیرہ بھر میں فوجیں پھیلا دیں۔اور معمولی کشمکش کے بعد رقہ ، حران، نصیبین، میافارقین، سمساط، سردج،اور قرقیسیا وغیرہ فتح کر کے جزیرہ کا پورا علاقہ زیر نگیں کر لیا۔ [2]

جنگ نہاوند کا معرکہ

یزدگرد اس وقت مرو میں تھا اس نے ایران کے تمام چھوٹے بڑے فرمانرواؤں سے مدد طلب کی اور مسلمانوں کے خلاف ڈیڑھ لاکھ فوج جمع کر لی۔ حضرت عمرؓ نے اکابر صحابہ سے مشورہ کے بعد حضرت نعمان بن مقرنؓ کو سپہ سالار بنا کر فوج کو روانہ کیا انہوں نے نہاوند سے چند میل پہلے ہی قیام کیا اس دوران مروان شاہ نے مسلمان سفراء کو بلا بھیجا۔اور مسلمان سفراء کو مرغوب کرنے کے لیے نہایت ٹھاٹھ سے سر پر زر نگاہ تاج رکھے طلائی تخت پر بیٹھا تھا درباری چپ راست تلواریں اور نیزے لگائے کھڑے تھے جن کی چمک سے نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے کوئی توجہ نہ کی اور ایک شان بے نیازی کے ساتھ گھستے چلے گئے راستہ میں درباریوں نے روکنا چاہا۔ مغیرہؓ نے کہا سفراء کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کیا جاتا مترجم کے ذریعے گفتگو

---

1 تاریخ طبری، ج۵، ص۲۴۶۴

2 البدایۃ والنہایۃ، ج۳، ص۲۱۳

شروع ہوئی۔ مروان شاہ نے کہا کہ اہل عرب دنیا میں سب سے زیادہ بدبخت، فاقہ مست، اور ناپاک قوم ہے۔ ہماری فوج کبھی کا تمہارا فیصلہ کر چکی ہوتی لیکن تم اس قدر ذلیل ہو کہ ہم اپنے تیر بھی تمہارے ناپاک خون سے آلودہ نہین کرنا چاہتے۔ اب بھی اگر تم واپس چلے جاؤ تو تمہیں معاف کر دیا جائے گا۔ ورنہ تمہاری نعشیں خاک وخون میں تڑپتی نظر آئیں گی۔ مغیرہؓ نے حمد و نعت کے بعد جواب دیا۔ تمہارا جیسا خیال ہے بے شک ہم ایک زمانے میں ایسے ہی تھے لیکن ہمارے رسول ﷺ نے ہماری کایا پلٹ دی۔ اس نے ہم سے دنیا میں نصرت و مدد اور آخرت میں جنت کا وعدہ کیا۔ اور اس وقت سے برابر فتح و نصرت برابر ہماری رکاب میں ہے۔ اس لیے اب ہم اس وقت تک واپس نہیں جا سکتے جب تک تمہارے ملک کو فتح نہ کر لیں۔ یا ہماری لاشیں نہ تڑپیں۔

مروان کے گھمنڈ نے اس سفارت کو ناکام بنا دیا۔ اور اس کے بعد نہایت خون ریز جنگ ہوئی جس میں ہزاروں لاشیں خون میں نہا گئیں۔ اس دوران نعمان بن مقرن زخمی ہو کر گر پڑے۔ لیکن انہوں نے منع کر دیا کہ جب تک لڑائی کا کوئی فیصلہ نہ ہو جائے کوئی ان کی طرف متوجہ نہ ہو۔ چنانچہ ان کے گرنے کے بعد علم ان کے بھائی نعیم نے سنبھال لیا اور کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوئی۔ جنگ بہت زور و شور سے ہوئی اور رات گئے تک ایرانیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمانوں نے ہمدان تک ان کا تعاقب کر کے ہزاروں ایرانیوں کو تہہ تیغ کر دیا اور تقریباً تیس ہزار ایرانی موت کے گھاٹ اتر گئے۔ اس شکست کے بعد ایرانی سروسامان کے ساتھ دوبارہ کبھی مسلمانوں کے مقابلے میں نہ آ سکے۔ عرب مؤرخین اس فتح کو فتح الفتوح سے موسوم کرتے ہیں۔ جنگ کے اختتام پر حضرت معقلؓ نعمان بن مقرن کے نیم جان لاشہ کے پاس پہنچے اس حالت میں بھی نکلا، مسلمانوں کا کیا حال ہے جواب ملا۔ اللہ نے فتح دی ہے، فرمایا الحمدللہ ! عمر کو اطلاع دو۔ یہ مژدہ سن کر جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ حضرت عمرؓ کو مہینوں کے انتظار کے بعد فتح کا مژدہ سنایا گیا اور ساتھ ہی قاصد کسریٰ پرویز کے جواہرات کے ڈھیر لیے ہوئے پہنچا۔ جو آپ نے فروخت کر کے فوج میں برابر تقسیم کرا دیئے۔

اس کے بعد مسلمانوں نے ایران پر عام لشکر کشی کر دی۔ اور اصفہان، رے۔ طبرستان، آذر بائجان، آرمینیا[(1)]، فارس۔ کرمان، سیستان، کے علاقوں کو فتح کرتے ہوئے ایران کی آخری حد مکران تک پہنچ گے۔ اس کے بعد سندھ کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مشرق میں فاروقی فتوحات کی یہ آخری حد ہے حضرت عمرؓ نے اس سے آگے پیش قدمی سے روک دیا تھا[(2)]

ایشیائے کوچک کا ایک علاقہ اور سابق سلطنت ہے، جمہوریہ آرمینیا سوویٹ یونین کے جنوب میں کوہستان قفقاز کے اس پار واقع ہے آرمینیا قدیم ترین عیسائی ریاست ہے۔ اس کی سرحدیں شمال اور مشرق میں جارجیا اور

1 آذربائیجان اور مغرب اور جنوب مشرق میں ترکی اور ایران سے ملتی ہیں۔ (معجم البلدان، ج ا، ص ۹۹)

2 تاریخ طبری، ج ۵، ص ۲۶۶

لیکن بلاذری کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سندھ کے علاقے تک مسلم فوجیں پہنچ گئی تھیں۔ اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے تو خلافت فاروقی میں ہی ہندوستان میں اسلام کا علم پہنچ گیا تھا۔

شام کے صوبہ اردن کی فتح

مسلمانوں کو روکنے کے لیے رومیوں نے شام کے صوبہ اردن کے شہر سیستان میں فوجیں جمع کیں۔ لیکن پھر انہوں نے مسلمانوں کے استقلال کو دیکھ کر مصالحت کی کوشش کی۔ لیکن مفاہمت نہ ہو سکی۔ اور ذی قعدہ ۱۴ھ میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ خونریز معرکوں کے بعد عیسائیوں نے نہائیت فاش شکست کھائی۔ اور اردن کا پورا صوبہ فتح ہو گیا۔ کل رعایا ذمی قرار دی گئی۔ عہد نامہ میں رعایا کی پوری املاک، زمین، مکان، گرجے، اور دوسری عبادت گاہیں محفوظ کر دی گئیں۔ (1)

حمص کی فتح

دمشق اور اردن کی فتح کے بعد ابو عبیدہؓ اور خالدؓ حمص کی طرف بڑھے۔ اور راستے میں بعلبک پر قبضہ کرتے ہوئے حمص پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ یہاں حکومت کی کوئی فوج نہ تھی۔ شہری آبادی حکومت کی امداد کی امید پر کچھ دنوں تک مدافعت کرتی رہی۔ لیکن کچھ مسلمانوں نے مدد پہنچنے کا راستہ بند کر دیا تھا۔ اس لیے اہل شہر نے مایوس ہو کر آخر صلح کر لی۔

دربار ہرقل میں رومیوں کی فریاد اور ان کا جذبہ انتقام

شام کے بیشتر علاقوں کے ہاتھ سے جانے کے بعد رومیوں نے ہرقل کے پاس جا کر فریاد کی کہ مسلمانوں نے سارا شام تباہ و برباد کر ڈالا ہے مگر کوئی طاقت انہیں روکنے والی نہیں۔ ان کی فریاد پر ہرقل نے ان کے چند اہل الرّائے لوگوں کو بلا کر پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ عرب تم سے تعداد، اسلحہ اور سروسامان ہر چیز میں کم ہیں پھر تم ان کے مقابلے میں کیوں کامیاب نہیں ہوتے؟ اس سوال پر سب نے سر جھکا لیے اور ایک تجربہ کار شخص نے جواب دیا کہ:

عرب کے اخلاق ہمارے اخلاق سے اچھے ہیں۔ وہ رات کو عبادت کرتے ہیں دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ کسی پر ظلم نہیں کرتے آپس میں برابری کے ساتھ رہتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں ہمارا حال یہ ہے کہ ہم شراب پیتے ہیں۔ بدکاریاں کرتے ہیں وعدہ کی پابندی نہیں کرتے۔ اور دوسروں پر ظلم کرتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے ہر کام میں جوش واستقلال ہوتا ہے اور ہمارے کام ان سے خالی ہوتے ہیں۔ (2)

---

1 فتوح البلدان، بلاذری، ص ۱۲۱

2 فتوح الشام، محمد بن عمر بن واقد سہمی اسلمی مدنی، ابوعبداللہ، واقدی ۲۰۷ھ، دار الکتب العلمیہ، ذکر فتح حمص، ج ۱، ص ۱۰۰

یرموک کا فیصلہ کن معرکہ

مسلمانوں کی مسلسل فتوحات کو دیکھ کر ہرقل نے شام چھوڑ کر قسطنطنیہ منتقل ہونے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن رومیوں کی سن کر اسے غیرت آ گئی اور مسلمانوں کے مقابلے کے لیے آمادہ ہو گیا۔اس نے تمام محروسہ علاقوں میں فوجوں کے اجتماع کے لیے فرمان جاری کر دیئے رومی پہلے ہی جذبہ انتقام سے سرشار ہو رہے تھے قیصر کے فرمان نے اور آگ لگا دی اور انطاکیہ میں فوجوں کا ایک طوفان امڈ آیا۔

مسلمانوں نے بھی خبر پاتے ہی تمام منتشر فوجوں کو دمشق کے مقام پر اکٹھا کر لیا۔چونکہ مسلمان اس وقت مفتوحہ علاقوں کے عیسائیوں کی حفاظت نہیں کر سکتے تھے اس لیے جزیہ کی رقم انہیں واپس کر دی گئی۔اس کا ان پر اتنا اثر ہوا کہ وہ رو رو کر مسلمانوں کی واپسی کی دعائیں کرتے تھے۔

چنانچہ دمشق میں اجتماع کی خبر حضرت عمرؓ کو بھجوائی گئی۔رومیوں کی تیاریوں کی خبر سن کر مسلمانوں میں بھی جوش پیدا ہو گیا اور ہر شخص سربکف میدان جنگ میں جانے کے لیے آمادہ ہو گیا حضرت عمرؓ نے مزید سپاہ بھی شام میں روانہ کر دی۔

اردن کے علاقہ میں یرموک کا کھلا میدان جنگی نقطہ نظر سے مسلمانوں کے لیے انتہائی موزوں تھا۔اس کی پشت پر عرب کی سرحد تک کوئی روک نہ تھی۔اسی لیے ابوعبیدہؓ نے رومیوں کے مقابلہ کے لیے اسی میدان کا انتخاب کیا اور کل فوجیں دمشق سے یرموک میں منتقل کر دیں قریب ہی مقام دیرالجیل میں رومیوں کا ٹڈی دل آ کر خیمہ زن ہوا۔ان کی تعداد دو لاکھ سے زیادہ تھی۔رومیوں کے مذہبی جوش کا یہ عالم تھا کہ ان کے وہ مقدس راہب بھی جنہوں نے کبھی حجرہ عبادت سے باہر کبھی قدم نہیں نکالا تھا خانقاہوں سے نکل کر عام سپاہیوں کے ساتھ ہو گئے۔ادھر مسلمانوں تعداد بیس، تیس ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن سب منتخب بہادر تھے ان میں ایک سو بدری اور ایک ہزار عام صحابہ تھے رجب ۱۵ھ میں پہلا مقابلہ ہوا اس میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا اور جنگ آئندہ کے لیے ملتوی ہو گئی اس کے بعد رومیوں نے مصالحت کی کوشش کی۔ گفتگو ہوئی لیکن بے نتیجہ ثابت ہوئی۔رومی دوبارہ بڑے جوش و خروش کے ساتھ میدان میں اترے۔آگے آگے مقدّس پادری ہاتھوں میں صلیبیں لیے ہوئے یسوع مسیح کا نام لے کر جوش دلا رہے تھے۔ تین ہزار رومیوں نے پیروں میں بیڑیاں ڈال لی تھیں۔ کہ میدان سے منہ موڑنے کا خیال بھی دل میں نہ آنے پائے۔اس جوش و خروش کو دیکھ کر خالد بن ولیدؓ نے از سر نو فوجوں کو مرتّب کیا اور جدید طریقہ جنگ کے مطابق فوج کو چھتیس حصوں میں تقسیم کر کے صف آرائی کی اس کے بعد رومیوں نے نہائیت جوش کے ساتھ حملہ کیا جس کا مسلمانوں نے بھرپور جواب دیا اور ایسی خونریز اور گھمسان کی جنگ ہوئی کہ میدان جنگ میں کشتوں کے پشتے لگ گئے بعض

موقعوں پر مسلمانوں کا بازو کمزور پڑ گیا لیکن انجام کار میدان انہی کے ہاتھ میں رہا۔ رومیوں کو نہائیت فاش شکست ہوئی۔ باختلاف روایات ان کی ایک لاکھ ستر ہزار فوج موت کے گھاٹ اتر گئی۔ اور کل تین ہزار مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ جب ہر قل کو اس شکست کی خبر ہوئی تو وہ شام کو چھوڑ کر قسطنطنیہ چلا گیا۔ [1]

اس کے بعد مسلمانوں نے یوقا، جومہ، سرمین، توزی، قورس تل عزاز، دلوک، حلب، قنسرین، اور پایہ تخت انطاکیہ کے علاقوں کو معمولی مزاحمت کے بعد فتح کر لیا۔

بیت المقدس کی فتح

فلسطین کی مہم عمرو بن العاصؓ کے سپرد تھی۔ انہوں نے نابلس، لد، عمواس، اور بیت جبرین وغیرہ فلسطین کے بیشتر علاقے آسانی سے فتح کر لیے تھے۔ رومیوں کی طرف سے کسی حد تک اطمینان ہونے کے بعد آپ نے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ عیسائیوں نے قلعہ بند ہو کر مقابلہ کیا۔ لیکن ان کی قوت بلکل ٹوٹ چکی تھی۔ اس لیے آخر وہ صلح کے لیے تیار ہو گئے اور یہ شرط پیش کی کہ امیر المؤمنین خود آکر صلح کا معاہدہ لکھیں۔ حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی گئی۔ آپ نے منظور فرمالیا۔ اور علیؓ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنا کر رجب ۱۶ھ میں بیت المقدس روانہ ہوئے تمام مسلمان افسروں نے جابیہ کے مقام پر آپ کا استقبال کیا۔ ان کے بدن پر دیبا و حریر کی پر تکلّف قبائیں تھیں حضرت عمرؓ کو یہ ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر سخت غصہ آگیا اور کنکریاں مار کر فرمایا۔ تم نے اتنی جلد عجمی عادات اختیار کر لیں ہیں۔ ان لوگوں نے قبا کا دامن اٹھا کر دکھایا کہ نیچے ہتھیار ہیں۔ تب آپ نے در گزر فرمایا۔ اسی مقام پر عیسائیوں کے ساتھ معاہدہ لکھا گیا اور اس پر تمام معزز صحابہ نے دستخط کیے۔ غیر مسلموں کے حقوق سے متعلق یہ معاہدہ نہائیت اہم ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے:

"یہ وہ امان ہے جو اللہ کے غلام امیر المؤمنین عمرؓ نے ایلیا کے لوگوں کو دی۔ یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار، اور ان کے تمام مذہب والوں کے لیے ہے کہ ان کے گرجاؤں میں سکونت اختیار کی جائے گی اور نہ وہ ڈھائے جائیں گے۔ نہ ان کو یا ان کے احاطے کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا۔ نہ ان کی صلیبوں، اور ان کے مال میں کمی کی جائے گی۔ مذہب کے بارے میں ان پر کوئی جبر نہیں کیا جائے گا، ایلیا میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے۔ ایلیا والوں پر فرض ہے کہ وہ اور شہر والوں کی طرح جزیہ دیں اور یونانیوں کو اپنے ہاں سے نکال دیں ان یونانیوں میں سے جو شہر سے ملے گا اس کی جان اور مال محفوظ ہے جب تک کہ وہ اپنی جائے پناہ تک نہ پہنچ جائے اور ان میں سے جو ایلیا میں ہی سکونت اختیار کرنا چاہے اس کے لیے بھی

---

1 تاریخ طبری، ج۱، ص ۲۴۰۳

امن ہے اس کو ایلیا والوں کی طرح جزیہ دینا ہو گا۔ایلیا والوں میں سے جو شخص اپنی جان و مال لے کر یونانیوں کے ساتھ نکل جانا چاہے تو ہو بھی اور ان کے گرجے اور صلیب مامون ہیں جب تک کہ وہ اپنی جائے تک نہ پہنچ جائیں اس تحریر پر اللہ، رسول، اور مسلمانوں کا ذمہّ ہے بشرطیکہ یہ لوگ مقرّر جزیہ ادا کرتے رہیں۔اس پر خالد بن ولیدؓ، عمرو بن العاصؓ، عبدالرّحمٰن بن عوفؓ، اور معاویہ بن ابی سفیانؓ گواہ ہیں"۔[1]

شاہ معین الدّین ندوی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ :

"یہودیوں کا بیت المقدّس سے اخراج، عیسائیوں کی رعایت سے تھا کہ وہ ان کے قومی اور مذہبی دشمن تھے۔یونانی گو مسلمانوں کے حریف مقابل تھے لیکن بیت المقدّس میں ان کے قیام کی صورت میں ان کے ساتھ بھی اہل ایلیا کی طرح مراعات دی گئیں اور نکل جانے کی صورت میں جان، مال اور عبادت گاہیں محفوظ قرار دی گئیں کسی مفتوح قوم کے لیے جان، مال اور مذہب کی حفاظت سے زیادہ قیمتی چیزیں اور کیا ہو سکتی ہیں"۔[2]

اس معاہدہ کے بعد حضرت عمرؓ بیت المقدّس کی طرف روانہ ہوئے۔افسران فوج نے باہر نکل کر فاتح بیت المقدّس کا استقبال کی۔افسران نے جب امیر المومنین کا لباس دیکھا جو معمولی اور فرسودہ تھا تو آپ کے لیے ترکی گھوڑا اور قیمتی پوشاک پیش کی حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہم کو جو عزّت دی ہے وہ اسلام کی عزّت ہے اور وہی ہمارے لیے کافی ہے۔اور اسی لباس میں بیت المقدّس میں داخل ہوئے۔

بیت المقدّس میں امیر المؤمنین نے کئی دن تک قیام کیا ایک دن حضرت بلالؓ نے شکایت کی کہ امیر المومنین کہ ہمارے افسر پرندوں کا گوشت اور میدہ کی روٹی کھاتے ہیں اور عام مسلمانوں کو معمولی کھانا بھی نصیب نہیں، حضرت عمرؓ نے افسروں کی طرف مستفسرانہ نگاہوں سے دیکھا۔انہوں نے عرض کیا یہاں سب چیزیں نہایت ارزاں ہیں۔حجاز میں جس قیمت پر روٹی اور کھجور ملتی ہے یہاں اسی قیمت پر پرندوں کا گوشت ملتا ہے اس جواب پر آپ انہیں منع تو نہ کر سکے لیکن تنخواہ کے علاوہ سپاہیوں کی خوراک بھی مقرّر کر دی۔[3]

---

1 فتوح الشّام، واقدی، ذکر فتح بیت المقدّس ، ج ۱، ص ۲۱۹

2 تاریخ اسلام، شاہ معین الدّین ندوی، ص ۱۸۵

3 فتوح الشام، واقدی، ذکر فتح بیت المقدّس، ج ۱، ص ۲۲۰

فتوحات مصر

حضرت عمرو بن العاصؓ ظہور اسلام سے قبل تجارت کی غرض سے کئی دفعہ مصر آچکے تھے۔ مصر کی شادابی اور زرخیزی ان کے ذہن میں تھی۔ لیکن ایک اہم وجہؔ جس کی وجہ سے وہ مصر کو اسلامی مقبوضات یںشامل کرنے کے خواہش مند تھے وہ مصر کی قبطی حکومت کا رومیوں کے ماتحت ہونا تھا۔اور رومی نہائیت آسانی سے شام کے سرحدی علاقوں میں شورش برپا کرا سکتے تھے۔اس دفاعی نقطہ نظر سے آپ نے حضرت عمرؓ سے مصر پر حملہ کرنے کی اجازت مانگی لیکن انہوں نے احتیاط کے خیال سے منع کر دیا۔لیکن پھر حضرت عمرو بن العاص کے پیہم اصرار پر رضامند ہوگئے اور چار ہزار سپاہ ساتھ کر دی۔ چنانچہ عمرو بن العاصؓ ۲۱ھ کو بیلس اور ام ونین وغیرہ فتح کرتے ہوئے فسطاط پہنچ گئے [1]

فسطاط کا محاصرہ اور فتح

فسطاط میں مصریوں کا ایک مظبوط قلعہ تھا جس میں مصری فوجیں رہا کرتی تھیں۔ان کے مقابلے میں مسلمانوں کی فوج انتہائی کم تھی۔ چنانچہ دارالخلافہ سے دس ہزار فوج حضرت زبیر بن العوام کی سپہ سالاری میں بھیجی گئیں سات مہینے تک مسلسل محاصرہ جاری رہا۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔آخر میں حضرت زبیرؓ نے ایک دن ہمت کرکے قلعہ کی فصیل پر پہنچ گئے بعض اور صحابہ نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ فصیل پر پہنچ کر ان لوگوں نے اس زور سے تکبیر کا نعرہ لگایا کہ عیسائی یہ سمجھ کر کہ مسلمان قلعہ میں گھس گئے ہیں بدحواس ہو کر بھاگ نکلے حضرت زبیرؓ قلعہ میں اتر کر پھاٹک کھول دیا۔اور اسلامی فوج داخل ہوگئی۔ یہ صورت حال دیکھ کر مقوقش فرمانروائے مصر نے صلح کر لی اس لیے قیصر کو جب اس مصالحت کی خبر ہوئی۔ تو اس نے مقوقش کو لکھ کہ اگر تم مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے تو رومیوں کی تعداد کیا کم تھی۔ جو تم نے صلح کر لی۔اور اس نے اسی وقت ایک لشکر گراں قسطنطنیہ سے اسکندریہ روانہ کیا۔ [2]

اسکندریہ کی تسخیر

مقوقش تو اپنے صلح کے معاہدہ پر قائم رہے لہذا اب مسلمانوں کا مقابلہ رومیوں کے ساتھ تھا۔راستے میں جابجا مسلمانوں کو روکنے کی کوشش کی گئی لیکن مسلمان مسلسل آگے بڑھتے گئے آخر مقام کریوں پر دونوں کا آمنا سامنا ہوا مسلمانوں نے رومیوں

---

1 فتوح الشام، واقدی، ذکر فتح بیت المقدس، ج ا، ص ۲۲۱

2 فتوح البلدان، بلاذری، ص ۲۲۰

کو فاش شکست دی اور جا کر اسکندریہ کا محاصرہ کر لیا۔ ایک طویل عرصہ تک اسکندریہ کا محاصرہ جاری رہا۔ مگر کامیابی نہ ہوئی ۔ حضرت عمرؓ کو بڑی تشویش ہوئی۔

انہوں نے عمرو بن العاصؓ کو خط لکھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں قیام کے اثر سے تم بھی عیسائیوں کی طرح عیش و عشرت میں پڑ گئے ہو ورنہ فتح میں اتنی دیر نہ لگتی۔ میرا خط پہنچتے ہی متفقہ حملہ کرو۔ [1]

اس خط پر عمرو بن العاصؓ نے فوج کے سامنے جہاد پر وعظ کر کے اسے جوش دلایا اور عبادہ بن صامت کو سپہ سالار بنا کر اس زور سے حملہ کیا کہ ایک ہی حملہ میں اسکندریہ فتح ہو گیا۔ اسی وقت حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کو دار خلافہ میں فتح کی اطلاع بھجوادی۔ [2]

اس کے بعد چھوٹے چھوٹے علاقے مطیع ہوتے چلے گئے اور چند دنوں میں پورا مصر زیر نگیں ہو گیا۔

۲۳ھ میں حضرت عمرؓ کی شہادت کا حادثہ پیش آگیا۔ اس کے بعد خلافت کے لیے حضرت عثمانؓ نامزد ہو گئے۔

اسپین کی فتوحات

سنہ ۲۷ھ میں عبداللہ بن نافعؓ نے اسپین پر حملہ کیا۔ شمالی افریقہ کی تسخیر کے بعد بحر روم کا دروازہ کھل گیا۔ لیکن اس وقت باقاعدہ فوج کشی نہ کی۔ صرف یورپ کا دروازہ کھٹکا کر واپس لوٹ آئے۔

قبرص کی فتح

امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے امیر معاویہؓ کو پورے شام کا والی بنا دیا۔ انہوں نے طرابلس، الشام، عموریہ، اور ملطیہ وغیرہ فتح کیے۔ عہد فاروقی میں انہوں نے قبرص کے سرسبز و شاداب ساحلی علاقے پر فوج کشی کی اجازت مانگی تھی۔ لیکن حضرت عمرؓ بحری جنگ کے خلاف تھے۔ حضرت عثمانؓ نے بھی شروع میں احتیاط برتی لیکن جب تسلی ہو گئی کہ کوئی خطرہ نہیں ہے تو اجازت دے دی۔ ساتھ ہی یہ شرط بھی لگادی کہ جو شخص بخوشی شرکت کرنا چاہے اسے شریک کیا جائے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے قبرص پر حملہ کیا لیکن اہل قبرص کی طرف سے کوئی مزاحمت نہ ہوئی اور سات ہزار سالانہ پر صلح ہو گئی۔ اس صلح میں یہ شرط تھی کہ مسلمان ان کی حفاظت کریں گے اور رومیوں کے مقابلے کے لیے اہل قبرص مسلمانوں کو یہاں سے گزرنے دیں گے۔ لیکن

---

1 فتوح البلدان، بلاذری، ص ۲۲۰

2 البدایۃ والنہایۃ، ج ۳، ص ۱۹

بعد میں اہل قبرص نے اس معاہدہ کی پاسداری نہ کی اور مسلمانوں کے مقابلہ میں رومیوں کا ساتھ دیا۔ بعد میں امیر معاویہؓ نے قبرص کو بھی اسلامی مقبوضات میں شامل کر دیا۔اور مسلمانوں کی یہاں نوآبادی قائم کر دی۔ [1]

اس کے بعد بیشتر علاقے بغیر جنگ کے زیر نگیں ہوتے چلے گئے۔ طبرستان، خراسان، طخارستان، کرمان، کش اور کرمان کے علاقے ہلکی پھلکی مزاحمت کے بعد اسلامی مقبوضات کا حصہ بن گئے۔

ذوالحجہ ۳۵ھ کو حضرت عثمانؓ کی شہادت کا اندوہ ناک واقعہ پیش آجاتا ہے۔ جس سے پوری ملت اسلامیہ کو غمناک بنا دیا۔

حضرت علیؓ کی بطور خلیفہ نامزدگی ہو گئی تھی لیکن حضرت عثمانؓ کی شہادت کی وجہ سے امّت اختلافات میں بٹ گئی اور خانہ جنگی کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ جس کی وجہ سے اسلامی فتوحات کا مزید سلسلہ رک گیا۔اور اندرونی شورشوں کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت سا جانی نقصان اٹھانا پڑا۔اس دور میں امیر معاویہؓ نے مصر اور قسطنطنیہ پر پیشقدمی کی تھی لیکن مکمل فتح نہ ہو سکے۔اس کے بعد سنہ ۴۰ھ میں حضرت علیؓ کو بھی ایک حادثہ میں شہید کر دیا گیا۔یوں خلافت راشدہ کا خاتمہ ہو گیا۔اور ملوکیت نے جگہ لے لی۔

---

1 البدایۃ والنہایہ ،ج۳،ص ۷۴،۱۰۷

فصل سوّم:

عہد خلفائے راشدہ میں اصول صلح و جنگ

مبحث اوّل : صلح کے معاہدات اور اصول وضوابط

مبحث دوّم : جنگ کے اصول وضوابط

اصول صلح وجنگ

عہد خلفائے راشدین میں جنگوں کے دوران صحابہ کرامؓ نے نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں کو ہی اپنا کر دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا کردیا۔ قیصر وکسریٰ کی عظیم سلطنتوں کو فتح کرنے کے ساتھ غیر مسلموں کے دلوں کو بھی مسخر کیا۔ یہی وجّہ ہے کہ وہ لوگ اسلامی حکومت کے ماتحت رہنا پسند کرتے تھے۔ معروف مستشرق واٹ نے بھی اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:

The Christian were probably better off as Dhimmis' under Muslim Arab rulers than they had been under the Byzantine Greek.[(1)]

ترجمہ: مسلمانوں کے دور اقتدار میں عیسائی، عرب مسلم حکمرانوں کے اقتدار میں بطور ذمی اپنے آپ کو یونانی بازنطینی حکمرانوں کی رعیّت میں رہنے سے زیادہ محفوظ اور بہتر سمجھتے تھے۔

بہت سے علاقوں میں مسلمانوں کو تلوار کی ضرورت نہیں پڑی جیسا کہ معترضین اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے ذریعے پھیلا۔ اگر یہ بات درست مان لی جائے۔ تو صحابہ کرامؓ کو تو دنیا سے رخصت ہوئے بھی کم و بیش بارہ صدیاں گزر چکی ہیں۔ لیکن آج بھی چھپن اسلامی ممالک دنیا کے نقشے پر موجود ہیں۔ اور ان میں کئی ایسے ممالک ہیں جن میں مسلمانوں نے کبھی حملہ تک نہیں کیا۔

صحابہ کرام جب کسی ملک پر حملہ آور ہوتے تھے تو ان کے سامنے سب سے پہلے اسلام کی دعوت پیش کرتے تھے اگر وہ مان لیتے تو ان کو ہر قسم کی امان مل جاتی تھی لیکن اگر وہ نہ مانتے تو ان کے لیے دوسری شرط جزیہ دینے کی تھی اگر وہ یہ شرط بھی تسلیم نہ کرتے تو اس کے بعد ان کے خلاف اعلان جنگ کیا جاتا تھا۔ اور عصر حاضر میں بھی اگر ان شرائط کی معقولیت کو پرکھا جائے تو وہ کسی صورت بھی انسانیت کے لیے نامناسب نہیں تھیں۔ جہاں قوّی طاقتیں کمزور ممالک پر چڑھائی کرنا اپنا حق سمجھتی ہیں۔ اور اس تہذیب یافتہ دور میں بھی مستضعفین پر طاقتور کی یلغار جاری وساری ہے۔

صلح کے معاہدات اور اصول وضوابط

خلفائے راشدہ کے عہد میں ہونے والے معاہدات کی تعداد بہت کثیر ہے۔ یہاں چند مشہور معاہدات کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں تمام معاہدات کا خلاصہ آجاتا ہے:

1 بحوالہ اسلام میں انسانی حقوق، ڈاکٹر محمد طاہر القادری، منہاج القرآن پرنٹرز لاہور، فروری ۲۰۰۹، ص ۱۶۲

اہل عانات سے معاہدہ

ڈاکٹر حمید اللہ [1] نے اہل اعانات کے ساتھ معاہدہ کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے کہ :

خلیفہ اوّل کے فرمان کے مطابق جب حضرت خالد بن ولیدؓ دمشق اور شام کی سرحدوں سے عراق اور ایران کی طرف لوٹے تو راستے میں عانات کے باشندوں کے ساتھ یہ معاہدہ کیا:

ا۔ان کے گرجے اور خانقاہیں منہدم نہیں کی جائیں گی۔

۲۔وہ ہماری نماز پنجگانہ کے سوا ہر وقت اپنا ناقوس بجا سکتے ہیں ان پر کوئی پابندی نہیں ہو گی۔

۳۔وہ اپنی عید پر صلیب نکال سکتے ہیں۔

۴۔مسلمان مسافر کی تین دن تک ضیافت کریں۔

۵۔وقت پڑنے پر مسلمانوں کے جان و مال کی حفاظت کریں"۔ [2]

اس معاہدے کی رو سے اہل عانات کو مکمل انسانی حقوق حاصل ہو گئے تھے جس کی وجہ سے انہوں نے مسلمانوں کے تحفظ کی ذمہ داری باآسانی قبول کر لی۔اور کسی بھی انسانی معاشرے کے لیے اپنی مذہبی حقوق ہی سب سے اہم ہوتے ہیں۔

اہل حیرہ سے معاہدہ

حضرت خالد بن ولیدؓ نے حیرہ کے باشندوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا اس کی دفعات درج ذیل ہیں:

ا۔کسی کافر کی مسلمانوں کے خلاف اعانت مت کرو۔

۲۔مسلمانوں کی مخالفت مت کرو۔

۳۔ہمارے دشمن کو ہمارے خفیہ راز مت بتاؤ۔

اگر وہ ہماری ان شرائط پر عمل نہیں کریں گے تو ہماری طرف سے بھی ان کی امان کا معاہدہ ختم تصور کیا جائے۔

ماہر تعلیم و قانون، پیدائش حیدر آباد دکن، وہیں ایم اے کیا۔ایل ایل بی کی ڈگری لینے کے بعد بون جرمنی یونیورسٹی سے ڈی فل اور پیرس یونیورسٹی سے ڈی لٹ کی ڈگری لی۔جامعہ عثمانیہ میں تدریسی خدمات انجام دیں قرآن کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا دستور پاکستان کی ترتیب میں حصہ لیا۔

1 ڈاکٹر محمد حمید اللہ "راشد شیخ، المیزان پبلشرز ۲۰۰۳ء، فیصل آباد

2 الوثائق السّیاسیۃ، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، دار الارشاد بیروت لبنان، ص ۳۱۶

۵۔اور اگر وہ اپنے عہد کی پاسداری کریں گے جس میں جزیہ کی ادائیگی بھی ہے ہم ان کی کسی بھی وقت امانت اور حمایت کرنے میں سبقت کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔

۶۔اگروہ ہمارے ماتحت رہ کر ان شرائط پر عمل پیرا رہے تو ان کے لیے وہی مراعات ہوں گی جو اہل ذمہ کے ساتھ مخصوص ہیں۔

اس کے علاوہ درج ذیل لوگوں سے جزیہ (ٹیکس) معاف ہے۔

۱۔وہ بوڑھے جو کام کاج نہیں کرسکتے۔

۲۔آسمانی آفات وبلیّات کی وجہ سے متاثرین خاندان۔

۳۔ان فقراکا جن کا گذر اوقات خیرات پر ہے۔

۴۔متذکرہ بالا تین اشخاص کو اسلامی بیت المال سے وظیفہ ملے گا بشرطیکہ وہ مفتوحہ علاقے سے کسی دوسری جگہ منتقل نہ ہوں ۔(اگرچہ وہ غیر مسلم ہی رہیں)۔

۵۔اہل ذمہ ّ فوجی لباس کے علاوہ کوئی بھی لباس پہن سکتے ہیں۔

۶۔فوجی لباس پہننے کی صورت میں مقدمہ چلے گا اور اگروہ عدالت کو مطمئن نہ کرسکے تو حسب جرم ان کو سزا دی جائے گی۔

۷۔اگروہ مسلمانوں سے کسی قسم کی امداد واعانت طلب کریں گے خواہ مال کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو اس سے دریغ نہیں کیا جائے گا۔[1]

اگر ان حقوق کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو عصر حاضر میں بھی انسانوں کی اپنی منتخب سیاسی حکومتیں بھی اس طرح کے حقوق اپنے لوگوں کو دینے سے قاصر ہیں کجایہ کہ وہ مقبوضہ علاقوں کے ساتھ اس قسم کے معاہدات کریں۔اس معاہدہ میں بوڑھوں،آفات سے متاثرین افراد،اور فقراء کے وظائف کی بات کی گئی ہے کہ یہ اسلامی حکومت کے ذمہ ہوں گے۔

اہل ماہ بہر ذان سے معاہدہ

حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں حضرت نعمان بن مقرنؓ نے اہل ماہ بہر ذان سے جو معاہدہ کیا اس کی دفعات درج ذیل تھیں:

۱۔ان کے اموال،نفوس اور اراضی پر ان کا قبضہ بدستور قائم رہے گا۔

۲۔انہیں ان کے دین سے نہیں ہٹایا جائے گا۔اور نہ ان کے دین سے تعرض کیا جائے گا۔

---

1 الوثائق السّیاسیہ،ڈاکٹر حمید اللہ،ص ۳۱۶

۳۔انہیں ہر سال جزیہ (ٹیکس)ادا کرنا ہوگا۔جو ہمارے مقرر کردہ نمائندے کو دینا ہوگا۔اوراس کے عوض ان کی حفاظت کی جائے گی۔

۴۔جزیہ ہر شخص کی استطاعت کے مطابق ہوگا۔

۵۔جزیہ صرف بالغ مردوں سے وصول کیا جائے گا۔

۶۔نووارد مسافروں کی راہنمائی کرناان کے ذمہ ہوگا۔

۷۔گزرگاہوں کی حفاظت ان کے ذمہ ہوگی۔

۸۔مسلمان فوجی گروپوں کی ایک دن کی مہمانی اور قیام کااہتمام کرناہوگا۔

۹۔اگرانہوں نے دھوکہ دہی سے کام لیایاان شرائط میں کسی قسم کی کمی کی توامان کی ذمہ داری ختم ہو جائے گی۔[1]

اس معاہدہ کی روسے اہل علاقہ کوان کی اپنی ہی زمینوں اور دین پر قائم رکھنے ،کی بات کی گئی ہے۔اس اصول سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مسلمانوں نے مفتوحہ علاقوں پر دین اسلام کو قبول کرنے کی پابندی نہیں لگائی بلکہ دین کے معالمے میں وہ لوگ بالکل آزادی سے رہ رہے تھے کبھی ان کو مجبور نہیں کیا گیا۔

ایلیاوالوں کے ساتھ معاہدہ

حضرت عمرؓ نے بیت المقدس (ایلیا)والوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھاوہ بھی وہ اسلامی اصول صلح کی عکاسی کرتا ہے۔جس میں اہل ذمہ کے ساتھ تعلق اوراصول موجودہیں:

بسم اللہ الرّحمٰن الرّ حیم

۱۔اس تحریر کی روسے اللہ کے بندے عمرؓ نے اہل ایلیا کوامان دی ہے۔

۲۔اہل ایلیاکی جان،مال،کلیساؤں،صلیب کے نشانات،ان کے بیماروں، تندرستوں،اور تمام اہل مذہب کوامان دی جاتی ہے۔ان کی عبادت گاہوں کو رہائش گاہوں میں تبدیل نہیں کیا جائے گا۔نہ ان میں اور نہ ان کے احاطوں میں کوئی کمی کی جائے گی۔

۳۔دین کے معاملے میں ان پر کوئی زبردستی نہیں کی جائے گی۔نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گااور نہ ہی باہر سے کسی یہودی کوایلیامیں لاکر بسایا جائے گا۔

---

1 الوثائق السّیاسیۃ،ڈاکٹر حمید اللہ،ص۳۵۸

۴۔ایلیاوالوں کواہل مدائن کی طرح جزیہ ادا کرناپڑے گا۔جو صرف بالغ افراد سے وصول کیا جائے گا۔

۵۔اہل ایلیامیں سے جو رومیوں کے ساتھ جاناچاہے جاسکتاہے۔اپنے اموال بھی ساتھ لے جاسکتے ہیں ان کے عبادت خانوں اور صلیبوں سے کوئی تعارض نہیں کیا جائے گا۔ان کی جانیں،عبادت گاہیں،اور صلیبی نشانات بھی محفوظ رہیں گے یہاں تک کہ وہ اپنے محفوظ مقامات تک پہنچ جائیں۔

۶۔جب تک ایلیا والے جزیہ ادا کرتے رہیں گے اس وقت تک یہ لوگ اللہ،اس کے رسول،رسول ﷺ کے خلفاً اور تمام مسلمانوں کی امان اور ذمہ میں رہیں گے۔

۷۔اس معاہدہ پر خالد بن ولیدؓ،عمرو بن العاصؓ،عبدالرحمٰن بن عوفؓ،اور معاویہ بن ابی سفیانؓ کو گواہ بنایا گیا۔اور یہ ۱۵ھ میں تحریر ہوا۔

اس معاہدہ میں بھی حضرت عمرؓ نے اہل فلسطین کو ہر قسم کی دینی،جانی اور مالی آزادی دے دی تھی اور کسی کے ساتھ کوئی ناروا سلوک روا نہیں رکھا گیا کیونکہ دور نبوی ﷺ میں بھی یہی اصول رائج تھے اور ہمیشہ پر امن معاہدات کو ہی فوقیت دی گئی۔

عہد خلفائے راشدین میں جنگ کے اصول وضوابط

اسلام میں جنگوں کے اصول وضوابط چودہ سو سال پہلے ہی وجود میں آچکے تھے۔اور نبی کریم ﷺ نے دنیا کی بد تہذیب قوم کو اس کا عادی بنادیا تھا۔جو عام حالات میں بھی اصول و کردار سے عاری تھے۔انتقام کی آگ میں زندہ انسانوں کو جلادیا جاتا تھا۔مردہ لاشوں کا مثلہ کیا جاتا تھا۔قیدیوں کو باندھ کر مارنا معمول تھا۔دوران جنگ عورتوں،بچوں اور بوڑھوں کی کوئی تخصیص نہ تھی۔سفراء کو بے دردی سے قتل کیا جاتا۔جنگوں کے بعد علاقے کھنڈرات کی تصویر پیش کرتے تھے۔ماتحت غلاموں کے کوئی حقوق نہیں تھے۔بلکہ وہ صرف فرائض کی ادائیگی پر ہی مامور تھا۔منڈیوں میں بولی لگا کر بیچا جاتا۔ایسے دور میں نبی کریم ﷺ کی ذات انسانوں کے لیے ایک نعمت جلیلہ تھی۔جس نے انسانوں کو نہ صرف جینے کا سلیقہ سکھایا بلکہ جنگوں میں بھی اخلاق سکھادیے۔اور ان اخلاق کے اثرات خلفائے راشدین کی جنگوں میں بھی دیکھے گئے۔جو درج ذیل ہیں۔

۱۔جنگی تنبیہ یا اسلام کی طرف دعوت

حضرت خالد بن ولیدؓ جب بھی کسی قوم پر حملہ آور ہوتے تھے۔سب سے پہلے انہیں اسلام لانے کی دعوت دیتے تھے۔عمرو بن العاصؓ نے جب مصر فتح کیا تو روم کے بادشاہوں کو پہلے دین اسلام کی دعوت دی۔اسی طرح سعد بن ابی وقاصؓ نے جنگ قادسیہ کے موقعہ پر اپنے قاصد کو ایرانی فوج کے سردار رستم کے پاس بھیجا تو رستم نے اس سے پوچھا تم لوگ کس لیے آئے ہو؟ قاصد نے جواب دیا۔کہ ہمیں اللہ تعالیٰ لایا ہے۔اس نے ہمیں اس لیے بھیجا ہے۔کہ ہم انسانوں کو انسانوں کی بندگی سے نکال کر

اللہ کی بندگی میں لے آئیں۔اور مختلف نظاموں سے نکال کر اسلام کے عدل میں داخل کریں۔جو اس کو تسلیم کر لے گا ہم بھی اس کو تسلیم کرلیں گے اور اس کو چھوڑ کر واپس چلے جائیں گے اور اس کو اس کی زمین پر قائم رہنے دیں گے۔پھر اس نے اسے اسلام قبول کرنے یا جزیہ پر صلح کرنے یا تین دن بعد جنگ کے لیے تیار رہنے کا اختیار دیا۔[1]

حضرت سلیمان فارسیؓ نے بھی مدائن کو فتح کرتے وقت انہیں اصولوں پر عمل کیا۔اس اصول کی روشنی میں یہ بات بلکل آسانی سے سمجھی جاسکتی ہے کہ مسلمانوں کی جنگی کاروائیاں پر امن مقاصد کے لیے ہوتی تھیں کیوں کہ انہوں نے ہمیشہ جنگ شروع کرنے سے پہلے دشمن کو اسلام کی دعوت دی اور اسلام کا معنی ہی امن وسلامتی ہے گویا مفاہت کی دعوت دی گئی۔

۲۔دشمن کے نقض عہد پر معاہدہ توڑنا

عہد فاروقی میں عمیر بن سعد حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور کہا: ہمارے اور روم کے درمیان عربسوس[2] نامی ایک شہر ہے اس کے باشندے ہمارے راز ہمارے دشمنوں کو بتاتے ہیں۔لیکن دشمن کے راز ہمیں نہیں بتاتے اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا:

’’جب تم جاؤ تو ان سے کہو کہ میں تمہیں ایک بکری کی جگہ دو بکریاں،ایک گائے کی جگہ دو گائیں اور ہر چیز کی جگہ دو چیزیں دوں گا۔اگر وہ تمہاری یہ پیشکش مان لیں تو یہ چیزیں انہیں دے دو،پھر انہیں مہلت دو۔اور شہر کو تباہ کر دو اور اگر وہ نہ مانیں تو معاہدہ توڑنے کا اعلان کر دو اور انہیں ایک سال تک مہلت دو اور پھر ان سے لڑو‘‘۔[3]

وعدہ خلافی سے مراد اعلان جنگ ہی سمجھا جاتا ہے۔جب ایک فریق معاہدہ توڑ دیتا ہے تو دوسرا فریق خود بخود معاہدہ کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔مسلمانوں کو وعدہ خلافی سے سختی سے روکا گیا ہے۔یہ اللہ کی طرف سے حد ہے۔جس کی خلاف ورزی ایک مسلمان نہیں کر سکتا۔جس کی پاسداری ہمیشہ مسلمانوں نے کی۔

۳۔جنگ میں تباہ کاری اور املاک کی تلافی کی ممانعت

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یزید بن سفیان کو وصیّت کی تھی: کہ کسی عورت،بچے یا بوڑھے ضعیف کو قتل نہ کرنا۔پھل دار درخت نہ کاٹنا۔کسی عمارت کو تباہ نہ کرنا،کسی بکری یا اونٹ کو ذبح نہ کرنا سوائے اس کے کہ کھانے کے لیے ہو،کھجور کے

---

1 بین الاقوامی تعلقات،ڈاکٹر وہبہ ذحیلی،ترجمہ مولانا حکیم اللہ ، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد ،۲۰۱۵ء،ص ۵۲

اس کے نام ابسس،افسس،اور ارب سوس وغیرہ بھی ملتے ہیں۔عربسوس شام کی سرحد پر ملک روم کا ایک شہر تھا۔

2 (معجم البلدان،ج ا،ص ۱۳۷)

3 بین الاقوامی تعلقات،ڈاکٹر وحبہ ذحیلی،ص ۵۶

درختوں کو نہ جلانا، اور نہ ہی انہیں جڑ سے اکھاڑنا، مال غنیمت میں سے چوری نہ کرنا اور نہ بزدلی دکھانا۔[1]

یہ جنگی اصول مسلمانوں کی طرف سے جنگ کو اخلاقی حدود و قیود پر قائم کرنے کا آغاز تھا۔ اس سے پہلے آپ دوران جنگ ان اخلاقیات کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ لہذا یہ کہنا بجا ہو گا کہ جنگوں میں حدود و قیود کی بنیاد مسلمانوں کے مرہون منت دنیائے انسانیت کو نصیب ہوئی۔

۴۔ دشمن کے نرغے سے فوج کو نکالنا جائز ہے

جنگ قادسیہ کے موقع پر جب مسلمان پسپا ہو کر حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ تو حضرت عمرؓ نے ان کے اس فعل کو غلط نہیں کہا اور فرمایا میں ہر مسلمان کے لیے دوسری فوج ہوں۔، اور یوں اللہ تعالیٰ اس فرمان کی طرف اشارہ کیا:

﴿أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ﴾[2]

ترجمہ: یا کسی دوسری فوج سے ملنے کے لیے

۵۔ دوران جنگ بدعہدی، خیانت اور دشمن کا مثلہ کرنے کی ممانعت

حضرت ابو بکرؓ نے لشکر اسامہ کو روانہ کرتے وقت یہ نصیحتیں کیں:

۱۔ بدعہدی نہ کرنا۔

۲۔ خیانت نہ کرنا۔

۳۔ دشمنوں کا مثلہ نہ کرنا۔

۴۔ بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرنا۔

۵۔ مویشیوں کو کھانے کی ضرورت کے علاوہ یوں ہی ذبح نہ کرنا۔

۶۔ کھجور اور دوسرے پھلدار درختوں کو نہ جلانا نہ کاٹنا۔

۷۔ جب ایسے لوگوں سے ملو جنھوں نے اپنے آپ کو خانقاہوں میں وقف کر رکھا ہو، تو ان سے تعرض نہ کرنا۔

۸۔ تمہیں ایسے لوگ بھی ملیں گے جن کے سر درمیان سے منڈے ہوں گے اور چاروں طرف بال، جھالروں کی طرح لہراتے ہو ں گے ان کو قتل کیے بغیر نہ چھوڑنا۔

---

1 حضرت ابو بکر صدیقؓ، بشیر ساجد، نوید حفیظ پرنٹرز، اکتوبر ۲۰۱۴ء لاہور، ص ۵۶

2 سورۃ الانفال ۹:۱٦

۹۔اللہ کو ہمیشہ یاد رکھنا، رسول اللہ ﷺ کے احکامات کی تعمیل کرنا۔

۱۰۔اطاعت امیر کا خیال رکھنا، حکم عدولی نہ کرنا۔ (1)

عصر حاضر کے مسلم سپہ سالار کے لیے یہ ہدایات انتہائی ضروری ہیں جن کے مطابق اس کی تربیت کی جانی چاہئیے۔تاکہ دوران جنگ فوج اسلامی حدود کو پامال نہ کرے۔

۶۔سپہ سالاری کے لیے اقرباءپروری کی ممانعت

شام و فلسطین کی مہم پر روانہ کرتے وقت حضرت ابو بکرؓ نے اپنے سپہ سالاروں کو چند ہدایات دیں جو تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں:

اے یزید! تمہاری قرابتداریاں ہیں شاید ان کو تم اپنی قرابتداری سے فائدہ پہنچاؤ در حقیقت یہ سب سے بڑا خطرہ ہے جس سے میں ڈرتا ہوں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی مسلمانوں کا حاکم مقرر ہوا اور ان کے کسی شخص کو بلا استحقاق رعائت کے طور پر افسر بنادے تو اس پر خدا کی لعنت ہو۔خدا اس کا کوئی عذر قبول نہیں کرے گا۔اور اس کو جہنّم میں داخل کرے گا۔

۷۔جنگی قیدیوں سے حسن سلوک

مصر کی جنگوں میں ہزاروں رومی اور قبطی جنگی قیدی بنائے گئے تھے حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو لکھا کہ یہ لوگ اگر چاہیں تو اسلام قبول کرلیں اور چاہیں تو اپنے مذہب پر قائم رہیں قبول اسلام کی صورت میں ان کو دوسرے مسلمانوں کے مساوی حقوق ملیں گے دوسری صورت میں ان کو جزیہ دینا ہوگا بہر صورت ان کو آزاد کردیا جائے اور لونڈی، غلام نہ بنایا جائے ۔اس اعلان کے بعد بہت سے عیسائیوں نے اسلام قبول کرلیا اور کچھ اپنے مذہب پر بھی قائم رہے۔ (2)

۸۔سپہ سالاروں کے لیے تقوٰی اور خود احتسابی کی ہدایات

حضرت عثمانؓ نے اپنے سپہ سالاروں کو جو ہدایات دی تھیں وہ درج ذیل ہیں:

تم مسلمانوں کے حامی اور محافظ ہو، عمرؓ نے جو تمہیں ہدایات قائمہ بھیجی تھیں ہمیں ان کا اچھی طرح علم ہے بلکہ ان کے اجراء کے وقت ہم مشورہ میں شریک تھے۔لہذا تمہاری طرف سے ان میں کسی قسم کا تغیّر نہیں ہونا چاہیئے ان پر قائم رہو ورنہ اللہ تمہاری

---

1 حضرت عمرؓ،بشیر ساجد، نوید حفیظ پرنٹرز، اکتوبر ۲۰۱۴ءلاہور، ص ۱۱۱

2 حضرت عثمان،بشیر ساجد، نوید حفیظ پرنٹرز، اکتوبر ۲۰۱۴ءلاہور ، ص ۳۷

جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا جو تم سے بہتر ہو گی تم اپنی حالت پر نظر رکھو اور اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہو اللہ نے میرے ذمہ جو کام مقرر کیے ہیں میں ان کی دیکھ بھال کا ذمہ دار ہوں۔

۹۔ذمی رعایا سے حسن سلوک

حضرت علیؓ کے دور خلافت میں ایک دفعہ ایک علاقے کے ذمیّوں کی آبپاشی کی نہر پٹ گئی تھی۔آپ نے وہاں کے گورنر کو لکھا کہ تمہارے علاقے کے ذمیّوں نے درخواست دی ہے کہ ان کی ایک نہر پٹ گئی ہے۔جس کا بنانا مسلمانوں پر فرض ہے تم اسے درست کرا کے انہیں تعمیر کرادو۔مجھے ان کا آباد رہنا اس سے زیادہ پسند ہے کہ ملک چھوڑ کر چلے جائیں یا عاجز و درماندہ ہو جائیں یا ملک کی فلاح و ترقی میں حصہ لینے کے قابل نہ رہیں۔[1]

۱۰۔دوران جنگ ہدایات ربّانی سے تائید

حضرت عمرؓ مدینہ منوّرہ میں منبر رسول ﷺ پر کھڑے خطبہ جمعہ دے رہے تھے اچانک خطبہ کے دوران کہا: اے ساریہ پہاڑ کی جانب نظر رکھو۔جس نے بھیڑیے کو ریوڑ کا نگہبان بن دیا اس نے ظلم کیا۔لوگوں نے خطبہ کے دوران یہ الفاظ سنے تو تعجب سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے ادئیگی نماز کے بعد حضرت علیؓ نے پوچھا: خطبہ کے دوران آپ نے کیا کہا تھا پوچھا تم نے کیا سنا،انہوں نے کہا(یا سارية الجبل من استرعی الذئب ظلم) تو فرمایا خطبے کے دوران میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ میدان جنگ میں مجاہدین کافروں سے بر سرپیکار ہیں اور کافر پہاڑ میں سے ان پر حملہ کرنے کے لیے گھات لگائے بیٹھے ہیں اگر مجاہدین نے ان کا بروقت تدارک کر لیا تو کامیاب ہو جائیں گے وگرنہ دشمن کا نشانہ بن جائیں گے تو ممکن ہے میرا یہ خیال الفاظ کا روپ دھار کے میری زبان پر آگیا ہو اور تم نے اسے سنا ہو۔

اس واقعہ کے ایک ماہ بعد قاصد فتح کی بشارت لے کر مدینے آیا اس نے جنگ کے واقعات بتاتے ہوئے کہا کہ جب مجاہدین پہاڑ کے پاس سے گزر رہے تھے تو حضرت عمرؓ کی آواز کے مشابہ ایک آواز سنائی دی تھی جو کہہ رہی تھی: ساریہ پہاڑ کی جانب دیکھو۔پس ہم نے پہاڑ کی جانب رخ کر لیا اور اللہ نے ہمیں دشمن پر فتح عطا فرمائی۔

۱۱۔اطاعت امیر

حضرت عثمانؓ نے اپنے دور خلافت میں ابوذر غفاریؓ کو مدینہ سے ربذہ منتقل ہونے کا حکم دیا۔ربذہ میں اہل عراق کی ایک جماعت ان کے پاس آئی۔اور ان سے کہا کہ حضرت عثمان نے آپ کے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے۔اگر آپ علم بغاوت بلند کر دیں

---

1 تاریخ اسلام حصہ اوّل، شاہ معین الدّین ندوی بحوالہ تاریخ یعقوبی، ص۹۹

تو جتنی فوج آپ حکم دیں گے ہم جمع کر دیں گے حضرت ابوذرؓ نے ان کی باتیں سن کر کہا: اے اہل اسلام! ایسی باتیں مت کرو اور شیطان کے اشاروں پر مت چلو۔ بے جو حاکم عادل کو نیچا دکھانا چاہے اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ خدا کی قسم! اگر عثمان مجھے تختۂ دار پر بھی لٹکا دے یا مجھے سلطنت کے ایک دور دراز کونے سے دوسرے دور دراز کونے کی طرف مسلسل سفر کا حکم دے دے تو بھی میں اس کی اطاعت کروں گا اور صبر کے ساتھ یہ سمجھتے ہوئے کہ اس میں میرے لیے اجر و ثواب ہے اطاعت امیر سے انحراف نہیں کروں گا۔[1]

---

[1] شہید المحراب عمر بن الخطابؓ، عمر تلمسان یالبدر پبلی کیشنز لاہور اکتوبر ۲۰۱۸ء، ص ۳۶۴

باب چہارم:

اسلام کے تشکیلی دور کے اصول صلح وجنگ

سے عصر حاضر میں استفادہ

فصل اوّل: عصر حاضر میں صلح وجنگ کی معروف صورتیں

فصل دوّم: عصر حاضر میں تشکیلی دور کے اصول صلح سے استفادہ

فصل سوّم: عصر حاضر میں تشکیلی دور کے اصول جنگ سے استفادہ

فصل اوّل:

عصرِ حاضر میں صلح وجنگ

کی معروف صورتیں

مبحث اوّل: قوانین جنگ کی مختصر تاریخ

مبحث دوّم: چند معروف جنگوں کے حالات وواقعات

مبحث سوّم: اقوام عالم کے وضع کردہ قوانین جنگ

عصر حاضر میں صلح وجنگ کی معروف صورتیں

دور جدید کے قانونی حلقوں میں یہ خیال عام ہے کہ بین الا قوامی تعلقات کے اصول وضوابط کی تدوین و تشکیل یورپ کا کارنامہ ہے۔ڈی ڈبلیو گریگ کے مطابق یورپی جاگیرداری نظام کے خاتمہ کے بعد جب قومی سطح پر طاقت کے تصوّر نے زور پکڑا تواس کے بعد بین الاقوامی تعلقات کی ضرورت پڑی۔البتہ یہ بات بھی ریکارڈ پر ہے کہ نپولین کی جنگوں کے بعد سب سے پہلا جو با قاعدہ ضابطہ تشکیل دیا گیاوہ ۱۸۱۵ء کا میثاق ویانا تھا۔اس کے بعد یورپی ممالک میں معاہدات ایک تسلسل کے ساتھ جاری ہو گئے ۔یہاں تک کہ ۱۹۲۵ءاور ۱۹۴۹ء میں جنیوا کے معاہدات ہوئے۔پھر ان ہی معاہدات کی روشنی میں انجمن بین الاقوام اور اقوام متحدّہ کا قیام عمل میں آیا۔پھرادارہ بین الاقوامی قانون کا قیام بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

بین الاقوامی قوانین کی مختصر تاریخ

عصر حاضر کے بین الاقوامی قوانین دو اجزاء میں منقسم ہیں:

ا۔مدوّن یا تحریری

جو مندرجہ ذیل اجزاء پر مشتمل ہیں:

ا۔اخلاقی گروہ یا سیاسی مدبرین کے افکار و تصانیف۔

۲۔مختلف اقوام کے آپس میں سمجھوتے اور تحریری معاہدات جن کے مطابق جنگ کے لیے اصول و ضوابط مقرر کر لیے گئے ہیں۔

۳۔مختلف امن کانفرنسوں میں پیش ہونے والی تجاویز، جو مختلف ادوار میں جنیوا، ہیگ اور دوسرے مقامات پر منعقد ہوتی رہیں۔

۲۔غیر مدّون یا غیر تحریری

دور جدید کے بین الاقوامی قانون کی دوسری قسم متحارب قوموں کے باہمی معاملات اور عملی سیاسیات پر مشتمل ہے۔ سترھویں صدی سے قبل یورپ میں بین الاقوامی قوانین صلح و جنگ کا کوئی تصور نہیں تھا سترھویں صدی کے آغاز میں ۱۶۱۸ء میں جب یورپ میں ''جنگ سی سلالہ'' چھڑی تو اس میں وحشت و بربریت کے وہی مظاہرے ہوئے جو دور جاہلیت میں رائج تھے اور ذاتی اغراض کے لیے جنگ، جنگ میں بے دریغ قتل و غارت اور لوٹ مار، قیدیوں کا قتل عام، یا زندگی بھر کے لیے غلامی اور پھران سے انسانیت سوز سلوک اور یہ سب کچھ یورپ میں اس وقت رائج تھا۔اس وحشت و بربریت نے اس وقت کے کچھ دردمند لوگوں کے ضمیر کو جھنجھوڑا کہ اس وحشت و بربریت کو ختم کرنے کے لیے جنگ کے لیے کچھ اخلاقی ضوابط مقرر ہونے

چاہییں۔ چنانچہ اس حوالے سے سب سے پہلی کاوش ہالینڈ [1] کے ایک درد مند گروٹیوس نے کی۔اس نے ۱۶۲۵ء میں ایک کتاب شائع کی۔ جس میں جنگ کے اخلاقی ضوابط پیش کیے گئے تھے۔ جن کی حیثیت محض سفارشات کی تھی۔ [2]

جہاں تک اہل یورپ کے مذہب کا تعلق ہے وہ اس قدر صلاحیت نہیں رکھتا کہ وہاں سے ان کو جنگی اصول وضوابط مل سکیں۔اور نہ ہی وہ مذہب کے عملی زندگی میں کردار کو پسند کرتے ہیں۔البتہ گروٹیوس کی اس کتاب کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔اور اس کتاب کو ہائیڈ برگ یونیورسٹی میں بطور نصاب شامل کر لیا گیا۔اس کے بعد دوسرے مصنفین اور سیاسی مدبّرین نے تصنیفات، رسائل اور مضامین کے ذریعے صلح وجنگ کے اصول وضوابط کی تشہیر شروع کر دی۔

جنگی اصول وضوابط کی مختصر تاریخ

اس بحث سے یہ تو واضح ہو گیا کہ یورپ میں صلح وجنگ کے حوالے سے باقاعدہ کوئی قوانین مرتّب نہیں کیے گئے۔اور جو کانفرنسز، معاہدات، اور افکار و تصانیف موجود ہیں ان کی بھی کوئی باقاعدہ قانونی حیثیت نہیں ہے کیونکہ ان اصولوں کی کارفرمائی اسی وقت تک ہے جب تک تمام فریق ان کو تسلیم کریں۔اگر کوئی فریق بھی ان اصولوں کو توڑتا ہے تو دوسرا ان اصولوں کو ماننے کا پابند نہیں رہتا۔اور یہ اصول بھی انہیں اقوام کے لیے ہیں جو اقوام متحدہ کے رکن ہیں۔اور جہاں تک ان کی عملی تدوین کا تعلق ہے تو فوجی گروہ تو جنگ کو اصول وضوابط کے تحت لانا سرے سے ہی ناممکن سمجھتا ہے۔کیونکہ جنگ اور قانون میں فطری تناقض ہے اور جنگ کا اصل قانون وہ نہیں ہے جو ہیگ اور جنیوا میں مرتّب کیا گیا ہے بلکہ وہ ہے جو میدان جنگ میں توپیں اور سنگینیں مدوّن کرتی ہیں۔

مغربی تہذیب دور حاضر کے انسان کو چند عملی قوانین کا پابند بنا کر چھوڑ دیتی ہے۔پھر وہ جہاں چاہے اور جس غرض کے لیے چاہے اپنی قوت کو استعمال میں لا سکتا ہے وہ یہ تو بتاتی ہے کہ وہ جس کو مارے تو فلاں طریقوں سے مارے اور فلاں طریقوں سے نہ مارے لیکن دور حاضر کے جنگی قانون کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ اس کے انسانوں کو قتل کرنے کا مقصد کیا ہونا چاہئے۔اس سے وہ کوئی تعرّض نہیں کرتی۔جہاں تک موجودہ دور کی مہذب قوموں کا عالمی جنگوں میں عملی ثبوت ہے اس کا خلاصہ یہ

---

1 مقدس سلطنت روما کی سابق ''کونٹی''، نشیبی ممالک کے متحدہ صوبہ جات کا ایک اہم رکن ہے۔دارالحکومت ہیگ ہے۔ہالینڈ کی بندرگاہیں ایمسٹر ڈیم، واٹرڈیم ہیں، جبکہ شہر، ہیگ، لائیڈن، ڈلفٹ، پندرہویں اور سولہویں صدی میں خوشحالی پر پہنچے ہسپانیہ کو بھی آزادی کی جدوجہد میں ہالینڈ نے مدد کی۔
(معجم البلدان، ج۳، ص۱۲۴۳)

2 نبی کریم ﷺ بحثیت سپہ سالار، ڈاکٹر حبیب الرّحمٰن کیلانی، جولائی ۲۰۰۳ء، مکتبہ دارالسّلام لاہور، ص ۲۰۲

ہے کہ عصر حاضر کے جنگی قوانین ملک گیری، توسیع تجارت، حصول مال و جاہ، جہانگیرانہ لوٹ مار، غرض تمام حیوانی خواہشات کے لیے جنگ کرنا جائز رکھتی ہے۔

''جنگی جرائم'' اور قانون

بین المللی قانون نے ہمیشہ جنگ کو قانون سے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور ان کا خیال ہے کہ اخلاقیات کو دوران جنگ ملحوظ خاطر نہیں رکھا جاسکتا۔

پروفیسر نپولڈ اپنی کتاب ''Development of International Law after the War'' میں لکھتے ہیں:

''جیسا کہ جنگ میں گناہ کا سوال بین الاقوامی قانون کا سوال نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق اخلاقیات سے ہے بین الاقوامی قانون ایک جائز اور ناجائز جنگ میں فرق نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ جنگ ہمیشہ بین الاقوامی قانون کے نقطہ نظر سے قانون کی نقیض سمجھی جاتی رہی ہے''۔[1]

خفیہ معاہدات

یہ وہ خفیہ معاہدات ہیں جو زمانہ جنگ اول و دوم میں اتحادی ممالک کے درمیان ہوئے تھے ان معاہدات میں تمام اتحادی ممالک نے مقبوضہ علاقوں کا بٹوارہ کر لیا تھا ۱۹۲۲ء کا ایک مورخ بیرن کارف لکھتا ہے کہ:

''اس خفیہ معاہدہ کی رو سے دولت عثمانیہ اور آسٹریا ہنگری کو پورے کا پورا غنائم جنگ قرار دیا گیا جنہیں اتحادیوں کے درمیان تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا گیا اس بندر بانٹ میں قسطنطنیہ[2] اور درہ دانیال و باسفورس قطعی طور پر روس کو تفویض کر دیئے گئے''۔

قوانین جنگ کی ضرورت و اہمیّت

دور جدید میں ضروریات جنگ، جوش و ہیجان اور جذبات قوانین جنگ پر حاوی ہیں اور جنگوں میں عموماً ایسا ہی ہوا ہے کہ قوانین جنگ کا قطعی خیال نہیں رکھا جاتا بلکہ وہی کچھ کیا جاتا ہے جس سے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کیا جاسکے ذاتی مفادات کے حصول کے لیے یہ قوانین اہمیّت کے حامل نہیں۔

---

1 The Development of International law after the World war, Otfri Nippold, the law book exchange, ltd. New jercy, 2004, 128-

2 بزنطینی اور عثمانی سلطنتوں کا دار الحکومت ہے، کانسٹائن اوّل نے سلطنت روما کے دار الحکومت کی بنیاد قدیم بزنطیم کی بنیاد پر رکھی، یہ باسفورس کے کنارے سات پہاڑیوں پر بسایا گیا تھا قرون وسطیٰ کے یورپ کا سب سے بڑا شہر تھا۔ (معجم البلدان، ج۳، ص ۲۱۳)

سر طامس بار کلے اپنے ایک مضمون کے آخر میں لکھتا ہے:

"جنگ کے عمل کو منضبط کرنے کے لیے جو عوامل بنائے گئے ہیں ان پر بہت زیادہ اعتماد نہیں کیا جا سکتا جنگی ضروریات جو ش اور ہیجان جذبات جو ہمیشہ حالت جنگ میں بر سر پیکار آتے ہیں ان بہتر سے بہتر قواعد کو بھی توڑ ڈالتے ہیں جنہیں ڈپلومیسی اپنی انتہائی ذہانت سے وضع کرتی ہے تاہم یہ قواعد اس رائے عام کی حالت کو ظاہر کرتے ہیں جو مہذّب قوموں کے اعمال کے ارتکاب کی روک تھام کرتی ہے"۔ (1)

یعنی ان قوانین کی حیثیت محض خوشنما الفاظ کی ہے جن کو دیکھ کر مہذّب قومیں دوسری قوموں پر تہذیبی برتری حاصل کرتی ہیں۔ جب کہ جنگ میں اصل کارگزاری انتقام، ذاتی اغراض اور جنگی ضروریات کی ہی ہے۔ جو ناجائز اور قبیح جرائم کو بھی مستحب ٹھہرا دیتی ہیں۔

چند معروف جنگوں کے حالات وواقعات

عہد حاضر میں جنگیں ذاتی اغراض اور عناد وانتقام کی بنیاد پر لڑی جاتی ہیں۔ اور اقوام متحدہ کے قوانین کی خوب دھجیاں اڑائی جاتی ہیں۔ سپر طاقتیں دنیا میں اپنا تسلط قائم رکھنے کے لیے کمزور ممالک کو اپنا تر نوالہ سمجھتی ہیں اور من مانی پابندیاں عائد کر کے ان پر زبردستی جنگیں مسلط کی جاتی ہیں۔ اور ان کے تمام وسائل پر قابض ہو جاتی ہیں۔ عراق اور افغان جنگوں میں یہی جذبات کارفرما تھے۔ پاک بھارت جنگ بھی کشمیر پر قبضہ جمانے کے لیے لڑی گئی۔ یہاں انہی جنگوں کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے:

امریکا افغان جنگ

جنگ افغانستان ۲۰۰۱ء سے شروع ہو کر اب تک چل رہی ہے۔ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے حملوں کے بعد امریکا نے طالبان کے عملداری والے افغان علاقوں پر فوجی چڑھائی کر دی۔ امریکا کا مقصد القاعدہ، القاعدہ کے سرغنہ اسامہ بن لادن کی گرفتاری تھا۔ اس نے طالبان کو تو کچھ ہی مہینوں میں شکست دے دی لیکن اسامہ بن لادن کی گرفتاری نہیں کر سکا۔ گو کہ ابھی افغانستان میں کوئی وسیع جنگ تو نہیں چل رہی پر نیٹو کی افواج بدستور وہاں طالبان کی گوریلا کاروائیوں سے نبٹنے کے لیے موجود ہیں۔ ہر افغان کے بقول اس جنگ کے پیچھے امریکا کا ایک اہم مقصد یہ تھا کہ وہ افغان طالبان کی اسلامی حکومت افغانستان سے ہٹادے اور یہ مقصد پورا ہوا جب افغانستان پر طالبان کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔

افغانستان میں ۲۰۰۱ء سے طالبان انتظامیہ کے خلاف امریکی قیادت میں اتحادی فوجی مداخلت کے نتیجہ میں اب تک تقریباً ایک لاکھ ۲۰ ہزار انسان مارے جا چکے ہیں اور اتنے ہی زخمی بھی ہوئے ہیں۔ یہ بات جنگ سے متعلق ایک مطالعے سے سامنے آئی ہے۔

---

1 Encyclopaedia Britanica,orA,Wenterworth press,2016, p:229-

کابل سے ملنے والی رپورٹوں کے مطابق یہ تحقیقی مطالعہ امریکہ کی براؤن یونیورسٹی کے بین الاقوامی امور کے واٹسن انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے مکمل کیا گیا ہے اور اسے "کاسٹ آف وار" یا "جنگ کی قیمتیں" کا عنوان دیا گیا ہے۔

رپورٹ کے مطابق اس مطالعے میں یہ جائزہ لیا گیا ہے کہ ۲۰۰۱ء میں افغانستان میں اتحادی فوجی مداخلت سے لے کر ۲۰۱۴ء کے آخر میں ہندو کش کی اس ریاست سے اتحادی جنگی دستوں کے انخلاء تک کے عرصے میں افغانستان اور اس کے ہمسایہ ملک پاکستان میں جنگی حالات کے دوران کتنے انسان ہلاک ہوئے، زخمی یا بے گھر ہوئے۔

واٹسن انسٹی ٹیوٹ کے اس مطالعے کے نتائج کے مطابق اس عرصے کے دوران پاکستان اور افغانستان میں شہری اور فوجی ہلاکتوں کی مجموعی تعداد قریب ایک لاکھ ۴۹ ہزار رہی جبکہ ایک لاکھ ۶۲ ہزار انسان شدید زخمی ہوئے۔ اس دوران صرف افغانستان میں انسانی ہلاکتوں کی تعداد قریب ایک لاکھ رہی اور اتنے ہی لوگ زخمی بھی ہوئے۔

اقوام متحدہ کے اعداد و شمار کے مطابق افغانستان میں سال رواں کے پہلے چار ماہ کے دوران ۲۰۱۴ء کے پہلے چار ماہ کے مقابلے میں عام شہریوں کی ہلاکتوں میں ۱۶ فیصد کا اضافہ ریکارڈ کیا گیا اور اس عرصے میں افغانستان میں ۹۷۴ شہری مارے گئے۔

رپورٹ کے مطابق اس تحقیقی مطالعے کے لئے افغانستان میں اقوام متحدہ کے امدادی مشن یو این اے ایم اے اور دیگر ذرائع سے حاصل ہونے والے ڈیٹا کو بنیاد بنایا گیا لیکن اس حوالے سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ افغانستان میں ایک طرف اگر فوجی ہلاکتوں کی تصدیق مقابلتاً آسان ہے تو دوسری طرف شہری ہلاکتوں کی تصدیق اور ان معلومات کے ذرائع کی جانچ پڑتال کافی مشکل کام ہے۔[1]

عراق جنگ اور نتائج ۲۰۰۳ء

عراق پر اتحادی افواج کے حملے کے ہفتوں بعد امریکی افواج نے دار الحکومت بغداد کی جانب پیش قدمی کی اور شہر کے جنوبی علاقوں میں عراقی افواج کی کمزور مزاحمت کے بعد ۵ اپریل کو بغداد کے ہوائی اڈے پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ دو روز بعد صدام حسین کے محلات پر قبضہ کرتے ہوئے وہاں چھاؤنیاں قائم کیں۔ محلات پر قبضے اور اس کی خبر پوری دنیا میں نشر ہونے کے بعد امریکی افواج نے بغداد میں عراقی افواج کو ہتھیار ڈالنے کی ہدایت کی اور بصورت دیگر شہر پر دھاوا بولنے کی دھمکی دی۔ عراقی حکومت کے عہدیداران ابھی روپوش تھے اور ۹ اپریل ۲۰۰۳ء کو عراق کا دار الحکومت بغداد ایک مرتبہ پھر بیرونی حملہ آوروں کا نشانہ بن گیا اور صدام حسین کی حکومت کے خاتمے کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔

اس موقع پر جس واقعے کی سب سے زیادہ تشہیر کی گئی وہ وسطی بغداد میں صدر صدام حسین کے مجسمے کی زمین بوسی تھی۔

---

[1] ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام، ۹ اپریل ۲۰۱۸

عراق کے شہروں کوت اور ناصریہ نے تو ایک دوسرے کے خلاف جنگ تک کا اعلان کر دیا۔ عراق کی یہ صورت حال آج تک قائم ہے جہاں اب تک لاکھوں افراد مارے جا چکے ہیں۔

سقوط بغداد کے وقت فرار ہونے والے عراقی صدر صدام حسین اور ان کے صاحبزادے عودے اور قوصے صدام، صدام حسین بعد ازاں گرفتار اور قتل ہوئے۔ جبکہ عودے اور قوصے ۲۲ جولائی ۲۰۰۳ء کو ایک چھاپے میں دسمبر ۲۰۰۳ء کو تکریت کے نواح میں (امریکی ذرائع کے مطابق) ایک زیر زمین پناہ گاہ سے گرفتار ہوئے۔

فیڈرل ریزرو مبصرین کے مطابق امریکی حملے کا مقصد مشرق وسطیٰ کے تیل کے ذخائر پر قبضہ کرنا تھا۔اس رائے کی تائید اقوام متحدہ میں سکیورٹی کونسل کے سابق سربراہ ایلن گریسپین نے اپنی کتاب میں کی ہے۔امریکی صدر اور وزیر اعظم سپین کے درمیان ہونے والی گفتگو فاش ہونے سے بھی ثبوت ملا ہے کہ امریکا عراق پر حملہ کرنے کا عزم کر چکا تھا خواہ اسے سکیورٹی کونسل سے اجازت ملے یا نہ ملے۔ حملہ سے ایک سال پہلے تیل کمپنیوں نے تیل پر قبضہ کے لیے صلاح مشورے کیے۔

لوٹ مار

عراق پر امریکی حملہ کے بعد میسوپوٹامیہ اور سمیرا کے آثار قدیمہ کو بے دردی سے مکمل طور پر لوٹ لیا گیا۔اس کے علاوہ بہت سے تاریخی نوادرات تباہ کر دیے گئے امریکی تاجروں کا دیرینہ مطالبہ تھا کہ ان قدیم تہذیبوں کے نوادرات کو عراق سے باہر لے جانے اور ان کی تجارت پر صدر صدام کی لگائی گئی پابندی ختم ہونی چاہیئے۔ قبضہ کے بعد پوری پوری فیکٹریاں اکھاڑ کر لوہا ،تانبا اور دوسری معدنیات ٹرکوں کے ذریعے عراق سے چوری کر کے اردن کے راستے باہر بھیج دی گئیں۔۲۰۰۸ء میں ۵۵۰ میٹرک ٹن یورینیم باہر بھیج دی گئیں۔ جس کی اقوام متحدہ نے بھی تصدیق کی ہے۔

قتل وغارت

امریکی حملہ کے نتیجہ میں ہلاک ہونے والے عراقیوں کی تعداد کا تخمینہ ساڑھے سات لاکھ اور ایک اندازے کے مطابق دس لاکھ اسّی ہزار افراد زندگی کی سہولتوں سے محروم ہو گئے ہیں۔اس کے علاوہ ۲۰۰۴ء میں عراقی شہر فالوجہ پر حملے کے دوران اور بعد میں امریکی افواج بدترین قتل عام میں ملوث رہی۔ جنگی جرائم کی رو سے امریکی افواج نے جنیوا معاہدہ کی خلاف ورزی کے باوجود چھوٹے فوجیوں کو معمولی کاغذی کاروائی کے بعد امریکی فوجی عدالتوں نے چھوڑ دیا۔ امریکی افواج کے زیادہ تر سابق فوجی استاد عربوں کو قتل کرنے کی خواہش سے پر تھے۔مارچ ۲۰۰۸ء میں امریکی طیاروں اور ہیلی کاپٹروں نے بغداد میں واقع صدر شہر اور جنوب میں بصرہ پر بمباری کی۔ یہ کاروائی عراق کی کٹھ پتلی حکومتوں کی فوجوں کی امداد میں کی گئی جو مقتدی صدر کے حامی ملیشیا سے لڑائی میں مشغول ہے۔

اقوام متحدہ کے سابق اہلکار البرادی کے مطابق، عراق پر حملے کے نتیجہ میں دس لاکھ افراد ہلاک ہوئے اور حملہ آور جنگی جرائم کے مرتکب ہوئے ہیں۔

انسانی حقوق کی پامالی

امریکی افواج نے جنیوا معاہدہ کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی اور قیدیوں پر بے انتہا ظلم و تشدد میں ملوّث رہی، امریکہ کی طرح برطانوی فوج بھی قیدیوں کو تشدد کے ذریعہ ہلاک کرتی رہی۔

امریکی فوج عراق میں بڑے فوجی اڈے قائم کر رہی ہے اور ستمبر ۲۰۰۷ء کی تقریر میں امریکی صدر نے عراق پر (تیل قانون) کی منظوری دی جس سے امریکی مستقل فوجی قبضے کا ارادہ ظاہر کیا گیا ہے۔

کمپنیوں کے لیے عراق پر قبضہ کرنے کی راہ ہموار ہوگئی اور انہوں نے قبضہ کا عمل شروع کر دیا ہے صدر صدام حسین کے تحت تیل کے ذخائر اور صنعت قومی ملکیت تھی، ۲۰۰۸ء میں امریکی حکومت نے مطالبہ کیا کہ اسے عراق میں ۵۰ مستقل فوجی اڈے قائم کرنا ہوں گے اس کے علاوہ فضا میں کھلی آزادی، اور اس کی فوج اور کرائے کے ملازموں کو قانون سے آزادی۔ اگر کٹھ پتلی عراقی حکومت نے چوں چراں کی ۲۰۰۹ء میں امریکی حکومت نے اعلان کیا کہ وہ اپنے امریکی بنکوں میں عراق کے ۲۵ بلین ڈالر ہتھیا لیے جائیں گے۔ اور ساتھ ہی عراقی تیل میدانوں کی ''نیلامی'' کا فیصلہ بھی ہوا۔

ماحولیاتی تباہی

امریکی فوج کی جانب سے برسوں مہلک ہتھیاروں کے استعمال سے ملک میں وسیع پیمانے پر نیوکلیائی اور ریڈیائی تابکاری پھیلنے کی وجہ سے صحت عامہ پر شدید اثرات نمودار ہوئے ہیں۔[(1)]

پاک بھارت جنگ

پاکستان اور بھارت جنوبی ایشیاء کے دو اہم پڑوسی ممالک ہیں جو اپنے قیام سے ہی ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی میں مصروف رہے ہیں۔ ان کے مابین ہونے والی جنگیں پاک بھارت جنگیں کہلاتی ہیں۔ اب تک دونوں چار دفعہ برسرپیکار ہو چکے ہیں۔ دونوں کے درمیان محاذ آرائی کی بنیادی وجہ مسئلہ کشمیر بتائی جاتی ہے۔

جموں کشمیر میں انسانی حق تلفی

جموں کشمیر میں انسانی حق تلفی ایک بہت اہم معاملہ ہے جس میں کشمیر کے عوام یا کشمیر کے رہنے والوں کے اجتماعی قتل، زبردستی غائب، عصمت دری، تشدد، بچے سپاہی کے استعمال، سیاسی جبر، اظہار آزادی کا جبر کئے جاتے ہیں۔

---

[1] سپائیگل ٹی وی، کل ٹیم ڈاکومینٹری، ۲۴ دسمبر ۲۰۱۸

بھارتی مرکزی ریزرو فورس اور بارڈر پر وٹیکشن پر یہ الزام لگایا ہوا ہے کہ وہ شدید طور پر کشمیر میں انسانی حق تلفی کر رہے ہیں۔ یہ الزام بھارتی فوج اور دیگر نیم فوجی گروپوں پر بھی ہے۔ انسانی حق تلفی کی وجہ سے تمام عسکریت پسند آزادی تنظیم پیدا ہوئے۔ لہذا بھارت کی طرف سے جموں کشمیر میں انسانی حق تلفی کی وجہ سے کشمیری عوام آزادی اور خود مختاری چاہنے لگے ہیں۔

پر تشدد مظاہرے

ان پر تشدد واقعات میں انڈین فورسز کی کاروائیوں میں بی بی سی کے مطابق ۸۵۰۰۰ سے زائد، ۱۴۰۰۰ سے زائد افراد زخمی ہوئے ہیں جن میں سے چار ہزار سے زائد پولیس اور نیم فوجی اہلکار شامل ہیں۔ حکومت نے پر تشدد واقعات پر پابو پانے کے لیے مزید فورسز تعینات کی اور کرفیو لگائی اور موبائل اور انٹرنیٹ سروسز بند کر دی گئی۔ ذرائع کے مطابق بھارتی فوج کی جانب سے چھروں والی گولیوں کے استعمال سے ۵۰۰ سے زائد کشمیری نوجوانوں کی آنکھوں میں گولیاں لگی ہیں جن میں سے سو افراد اپنی بینائی سے متاثر ہونے کے خطرے سے دوچار ہیں ہسپتالوں میں دواء کی قلت بھی دیکھنے میں آئی ہے۔ (1)

اقوام عالم کے وضع کردہ قوانین صلح و جنگ

اقوام متحدہ کے قوانین بلاشبہ خوشنما اور دلپزیر معلوم ہوتے ہیں لیکن اب تک کی جنگوں نے یہ بات کھول کر رکھ دی ہے کہ جنگوں کے قوانین افواج کے قائد ہی مرتّب کرتے ہیں۔

ان خیالات کا اظہار ماہر جنگ کلاوتس اپنی کتاب ''ووم کریج'' میں کرتا ہے:

''قوانین جنگ محض خود عائد کردہ قیود ہیں نا قابل ادراک اور مشکل سے قابل ذکر، جنہیں اصطلاح میں مروّجات جنگ کہا جاتا ہے اب محبّان انسانیت کے لیے اپنے خیال میں یہ سمجھ لینا بہت آسان ہے کہ دشمن کو کسی بڑی خون ریزی کے بغیر نہتّا اور مغلوب کر لینے کا ایک دانشمندانہ طریقہ موجود ہے اور یہ فن حرب کا مناسب مقصد ہے لیکن یہ خیال خواہ کتنا ہی دل خوش کن معلوم ہو حقیقتاً بالکل غلط ہے اور اس کو جتنی جلدی دور کر دیا جائے اتنا ہی بہتر ہے کیوں کہ جنگ جیسی خوفناک چیز میں، رحم و کرم کی روح کو داخل کرنے سے جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں وہ اور بھی زیادہ بری ہیں۔ خود جنگ کے فلسفہ ہی میں نرمی واعتدال کے اصول کو داخل کرنا ایک غلطی ہے۔ جنگ دراصل ایک جبر اور زبردستی کا عمل ہے جس کا ارتکاب کسی قسم کی حدود و قیود کی پابندی قبول نہیں کر سکتا''۔ (2)

---

1 بی بی سی نامہ نگار، نئی دہلی ۴، ستمبر ۲۰۱۵

2 Vom Krieg, Carl von clause witz, Forgotten books, 2008.

اعلان جنگ یا پیشگی اطلاع

زمانہ قدیم میں جنگ کی ابتدا سے پہلے نقیبوں اور ایلچیوں کی معرفت دشمن کو جنگ کی اطلاع دے دی جاتی تھی مطالعہ تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ یورپ میں ۱۷۰۰ء سے لے کر ۱۸۷۲ء تک ۱۲۰ لڑائیاں ہوئیں لیکن صرف دس لڑائیوں میں اعلان جنگ کیا گیا[1]

ان میں کچھ ایسی بھی ہیں کہ ابھی سفارتی تعلّقات کاانقطاع بھی نہیں ہوا تھا کہ جنگ مسلط کردی گئی مثلاً ۱۸۱۲ء میں انقطاع تعلّقات سے قبل امریکہ نے ان تمام انگریزی جہازوں کو گرفتار کرلیا جواس کی بندرگاہ پر موجود تھے اور بغیر اطلاع کینیڈا پر حملہ کردیا اسی طرح ۱۸۵۴ء میں برطانیہ نے بحر اسود کے روسی بیڑے پر حملہ کر کے اسے سباسٹوپول کی طرف بھگادیا۔ حالاں کہ اس وقت دونوں طرف کے سفراء واپس بھی نہ ہوئے تھے۔[2]

البتہ انیسویں صدی کے آخر میں رسمی اعلان جنگ کی ابتداء ہوئی۔ پھر بیسویں صدی میں روس اور جاپان کی جنگ اعلان کے بغیر چھڑ گئی اور جاپان نے اچانک روس پر حملہ کردیا۔

اہل قتال اور غیر اہل قتال میں فرق

سترھویں صدی تک یورپ اہل قتال اور غیر اہل قتال کے فرق سے ناآشنا تھا۔ اس کے نزدیک جنگ میں شامل ہر شخص مقاتل تھا۔ اور اس کا قتل اور اس کی املاک کا سلب جائز تھا۔ عام اس کے کہ وہ عورت ہو، بچہ ہو، بوڑھا ہو، بیمار ہو۔ سترھویں اور اٹھارھویں صدی میں بین الاقوامی قوانین کے مصنّفین نے مقاتلین اور غیر مقاتلین میں فرق کرنے کی کوشش کی لیکن کسی جامع تقسیم پر سب کا اتّفاق نہ ہوسکا البتہ ۱۸۷۳ء کی برسلز کانفرنس میں اس پر بھرپور بحث ہوئی جس کی رو سے صرف وہ لوگ اہل قتال قرار دیئے گئے:

۱۔ جو ایسے راہنماء کے زیر فرمان ہوں جو اپنے ماتحتوں کے افعال کا ذمہ دار ہو۔

۲۔ ایسے مقرّر امتیازی نشانات اپنے بدن پر لگائیں جنہیں فاصلہ سے پہچانا جاسکتا ہو۔

۳۔ کھلم کھلا ہتھیار اٹھائیں۔

---

1 Birkenhead, 191-

2 Hostilities without Declaration of War, by L,Col J.F Maurice, Royal Artillery,W.Clows & Sons,Limited13,chairing cross,London,ء1883, 44،48-

۴۔دوران جنگ قوانین جنگ کی پابندی کریں۔[1]

ڈاکٹر خالد علوی اپنی کتاب انسان کامل میں لکھتے ہیں کہ :

"اسلام میں محاربین کو دو طبقوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ایک اہل قتال دوسرا غیر اہل قتال۔اہل قتال وہ ہیں جو عملاً جنگ میں حصہ لیتے ہیں۔جیسے جوان مرد۔اور غیر اہل قتال جو عقلاً و عرفاً جنگ میں حصہ نہیں لے سکتے، یا عموماً نہیں لیا کرتے۔مثلاً عورتیں ، بچے، بوڑھے، بیمار، زخمی، اندھے،، مقطوع الاعضا، مجنون، سیاح، خانقاہ نشین، زاہد، معبدوں اور مندروں کے مجاور، اور ایسے ہی دوسرے بے ضرر لوگ۔اسلام نے طبقہ اوّل کے لوگوں کو قتل کرنے کی اجازت دی ہے اور طبقہ دوم کے لوگوں کو قتل کرنے سے منع کر دیا"۔[2]

دوران جنگ مقاتلین کے حقوق

انیسویں صدی کے اختتام پر ہیگ کانفرنس میں کچھ دفعات شامل کی گئیں جن میں درج ذیل امور کو دوران جنگ خصوصیت کے ساتھ ممنوع قرار دے دیا گیا:

۱۔زہر یا زہریلے اسلحہ کا استعمال۔

۲۔کسی فوجی کو دھوکہ دہی سے قتل کرنا یا زخمی کرنا۔

۳۔ایسے دشمن کو قتل کرنا جس نے ہتھیار ڈال دیا ہو۔

۴۔یہ اعلان کرنا کہ کوئی امان نہیں دی جائے گی۔

۵۔ایسے اسلحہ یا اشتعال پزیر مادہ یا سامان کا استعمال کرنا جو حد سے زیادہ نقصان پہنچانے والے ہوں۔

۶۔جنیوا کے مقرّر کردہ امتیازی نشانات کا ناجائز استعمال کرنا۔

۷۔دشمن کی املاک تباہ کرنا بغیر اس کے کہ جنگی ضروریات کے لحاظ سے ایسا کرنا ممنوع ہو۔[3]

---

[1] British and foreign State Papers, Compiled by the librarian and keeper of the papers foreign office London, William Ridgway160, Piccadilly, 1870, 252,571.

[2] انسان کامل، خالد علوی، ڈاکٹر، الفیصل ناشران لاہور، جون ۲۰۰۵ء، ص ۳۷

[3] Hague Regulations Art: 22.

اسیران جنگ سے سلوک

ہیگ کانفرنس میں مفاہمت ہیگ نمبر ۴ سے ملحق ضوابط موجود ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے :

۱۔اسیر ان جنگ حکومت کے قبضہ اختیار میں رہیں گے نہ کہ اشخاص کے جنہوں نے ان کو گرفتار کیا ہو ان سے انسانیت کا سلوک روا رکھنا چاہئے ان کے پاس اسلحہ، گھوڑوں اور جنگی کاغذات کے علاوہ جو چیزیں بھی ہیں وہ ان کی ہی ملکیت میں رہیں گی۔

۲۔قید کرنے والی حکومت اسیران جنگ سے ان کے درجہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے کام لے سکتی ہے (افسر ہر حال میں اس سے مستثنیٰ ہیں) بشر طیکہ وہ کام حد سے زیادہ نہ ہو اور جنگی اعمال سے ان کو کوئی نقص نہ ہوا نہیں اس کام کا معاوضہ دیا جائے گا۔جو اس شرح کے مطابق ہو۔جسے خود اس حکومت کے اسی درجہ کے آدمیوں کو دیا جاتا ہو۔

۳۔قیدیوں کے قیام وبعام کا بندوبست گرفتار کرنے والی حکومت کے ذمہ ہو گا۔جو وہ اس درجہ کے ملازمین کو دیتی ہے۔

۴۔اسیران جنگ ان قوانین کے پابند ہوں گے جو قید کرنے والی سلطنت میں نافذ ہوں گے۔

۵۔اسیر جنگ اپنا نام اور عہدہ دریافت کرنے پر ٹھیک بتانے کا پابند ہو گا۔

۶۔اسیران جنگ کو یہ وعدہ لے کر رہا کیا جاسکتا ہے کہ وہ آئندہ جنگ میں حصہ نہیں لیں گے۔

۷۔جو غیر مقاتل لوگ کسی فوج کے ساتھ باضابطہ تعلق کے بغیر شامل ہوں مثلاً اخباروں کے نامہ نگار وغیرہ ان کو گرفتار کر کے اسیران جنگ کے طور پر رکھا جاسکتا ہے۔

۸۔دوران جنگ سلطنت ایک محکمہ اطلاعات قائم کرے گی جو اسیران جنگ کے متعلّق معلومات وقتاً فوقتاً ان کی سلطنت تک پہنچائے گا۔

۹۔ محکمہ اطلاعات ڈاک اور ریلوے کے محصول سے مستثنیٰ ہو گا۔

۱۰۔قیدیوں کو اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے کی مکمل آزادی ہو گی۔

۱۱۔اسیران جنگ کی وصیّتیں اسی طرح پوری کی جائیں گی جس طرح قومی فوج کے سپاہیوں کی کی جاتی ہیں۔

۱۲۔ صلح کے بعد جہاں تک ممکن ہو گا اسیران جنگ کا مبادلہ کیا جائے گا۔(1)

---

1 Hague Regulations Art: 4.

یہ تمام حقوق فوجی قیدیوں کو دیئے جائیں گے۔البتہ ان حقوق میں سویلین قیدیوں کے حقوق شامل نہیں ہیں کہ ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے گا۔

زخمی فوجیوں، بیماروں اور لاشوں کے ساتھ سلوک

سترہویں صدی میں یورپی اقوام میں دوران جنگ زخمیوں، بیماروں اور لاشوں کی مامونیت کا تخیّل جان گزیں ہوا اس سے پہلے مجروح اور بیمار لوگوں کو قتل کر دیا جاتا تھا۔اور کبھی نہائیت خستہ حالت میں مرنے کے لیے چھوڑ دیا جاتا تھا۔ ہسپتال فوجی حملوں ءسے مستثنیٰ نہ تھے۔۱۹۶۳ء کے معاہدہ جنیوا میں ان کے حقوق پر غور کیا گیا۔اور بالآخر ۱۹۶۴ء میں تمام سلطنتوں نے اس پر دستخط کر دیئے۔اس سمجھوتے میں فوجی ہسپتالوں۔اور ان کے کارکنوں کو جنگ سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔ان کو جنگی قیدی اور ہدف بنانے کی ممانعت کر دی گئی۔بیماروں اور زخمیوں کے علاج سے متعلق ہر چیز کے لیے سفید زمین پر سرخ صلیب کا نشان تجویز کر دیا گیا۔تاکہ دور سے دیکھ کر امتیاز کیا جا سکے۔

عمومی طور پر ان دفعات پر اسی صورت عمل ممکن ہے کہ مخالف فریق بھی ان اصولوں پر عمل پیرا ہو۔جب کہ اسلام میں ہر کلمہ گو پر لازم قرار دیا گیا کہ وہ قیدیوں، زخمیوں اور مجروحین کے ساتھ حسن سلوک روا رکھیں۔اور اسلام کے یہ جنگی اصول اس وقت مرتّب کئے گئے تھے جب کوئی دوسرا فریق ان اصولوں کو ماننے کے لیے قطعی تیّار نہ تھا۔

مہلک اسلحہ کا استعمال

۱۹۳۰ء کے تخفیف اسلحہ کے معاہدے میں زہریلی گیس وغیرہ کا استعمال ممنوع قرار دے دیا گیا۔اس کے علاوہ ایسے گولوں کا استعمال جن کا وزن ۴۰۰ گرام سے کم ہو یا وہ نشانہ بننے والے لوگوں کی تکالیف میں بلاوجہ تکالیف کا باعث نہ بن سکتے ہوں دیگر ہر طرح کی گیسیں اور جراثیمی اسلحہ کا استعمال ممنوع قرار دے دیا گیا۔

جاسوس کی سزا

بین الاقوامی قانون میں جاسوس پر مقدّمہ چلایا جائے گا یا اسے پھانسی کے ذریعے یا گولی مار کر سزائے موت دے دی جائے گی۔(1)

غیر مقاتلین کی عصمت

بین الاقوامی قوانین کی رو سے غیر مقاتلین کا ضرور خیال رکھا جائے گا البتہ بعض موقعوں پر ان کا بھی فوجوں کی زد میں آجانا ناگزیر ہے۔مثلاًایک جنگی مقام پر گولہ باری ہو رہی ہو اور اس میں عورتیں اور بچے بھی ہوں تو ان کا بچنا ناممکن ہو گا۔

---

1 Hague regulations, ء1907, Art: 30.

لارنیس اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ :

’’قانون کی رو سے حملہ آور فوج کا فرض ہے کہ جان بوجھ کر اپنی جنگی کاروائیوں کا رخ غیر مقاتلین کی طرف نہ پھیر دے ۔اور جہاں تک ممکن ہو ان کو بچانے کی کوشش کرے‘‘۔[1]

غیر محفوظ آبادیوں پر گولہ باری

انگلستان کے بحری بیڑے کی مصنوعی جنگ ۱۸۸۸ء ہوئی۔ جس میں ساحلی علاقوں کی آبادیوں پر بے دریغ حملے کیے گئے ۔اور ان سے فدیہ وصول کیا گیا۔ عصر حاضر کی جنگوں میں سول آبادیوں پر جس بے دریغ انداز سے حملے کیے جاتے ہیں اور معصوم لوگوں کا قتل عام کیا جاتا ہے۔ عراق اور افغانستان پر امریکی حملے اس کی زندہ مثالیں ہیں۔

حالاں کہ ہیگ کانفرنس ۱۹۰۷ء میں ضوابط ہیگ میں دفعہ ۲۵ میں درج ذیل قیود موجود ایسے شہروں ،قریوں ،بستیوں ،اور عمارتوں پر گولہ باری کرنا یا کسی دوسرے ذریعے سے حملہ کرنا ممنوع ہے جو غیر محفوظ ہوں۔

اسی طرح دفعہ ۲۶ میں درج ہے:

ایک حملہ آور فوج کے قائد پر لازم ہے کہ گولہ باری شروع کرنے سے پہلے محصور آبادی کے حکام کو متنبہ کر دے اور اس کے لیے وہ تمام ذرائع استعمال کرے۔ جو اس کے اختیار میں ہوں۔ الّا اس صورت میں کہ اچانک حملہ ناگزیر ہو۔

دفعہ ۲۷ بھی قابل ملاحظہ ہے:

گولہ باری اور قطعہ گیری کے موقعہ پر تمام ممکن طریقوں سے ایسی عمارتوں کو بچانے کی کوشش کرنی چاہیے جو مذہبی ،علمی، فنی، یا خیراتی اغراض کے لیے وقف ہوں۔ نیز تاریخی یادگاروں، ہسپتالوں، اور ایسے مقامات کو بھی جہاں زخمی اور بیمار رکھے گئے ہوں حتی الامکان بچانا چاہئے بشرطیکہ ایسی عمارات اس وقت جنگی اغراض کے لیے استعمال نہ کی جا رہی ہوں[2]۔

مفتوحین کے ساتھ سلوک

جنگ کے اختتام پر جب کسی علاقے کو فتح کر لیا جائے تو عصر حاضر میں جو سلوک مفتوحین کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے وہ بالکل ضوابط ہیگ اور اقوام متحدہ کے اصولوں کے خلاف ہے۔ یورپ میں زمانہ قریب میں یہ اصول عام تھا کہ شہر کو فتح کرنے کے بعد اس کے باشندوں کو تہہ تیغ کر دیا جاتا تھا۔ اسپین کے خلاف متحدہ نیدر لینڈ[3] کی بغاوت اور اس کے بعد پیش آنے والی مغربی

---

1 Lawrence, 345

2 Hague regulations, 1907, Art: 30

3 نشبیتان، مغربی ایریان کا نام جو یکم مئی ۱۹۶۳ء میں انڈونیشیا کا حصہ بنا۔ (معجم البلدان، ج ۲، ص ۱۷۶۷)

لڑائیوں میں فریقین نہائیت آزادی سے ایک دوسرے کے شہروں میں گھس کر قتل عام کرتے تھے۔اگرچہ جنگ سی سلالہ کے بعد یورپ نے اس فعل بد کو ظلم سے تعبیر کرنا شروع کر دیا تھااورانیسویں صدی کے وسط تک اسے ممنوع قرار دے دیا گیا۔ ۱۹۱۹ءاور ۱۹۲۰ء میں یورپ کی مہذب ترین سلطنتوں کے زیر سایہ یونانی فوجوں نے رزمیر اور تھریس میں داخل ہو کر غیر مقاتل شہری آبادیوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھااس سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد جدید میں بھی عہد وحشت کی یہ یادگار ابھی تک باقی ہے۔

مقبوضہ علاقے اور ان کے قوانین

ضوابط ہیگ میں علاقے کو فتح کرنے کے بعد مقبوضہ علاقے کے بارے میں کچھ قوانین دیئے گئے ہیں۔ لیکن ان دفعات کو جرمنی، روس اور آسٹریا ہنگری [1] نے اسی وقت مسترد کر دیا تھا۔فوجی گروہ اس پر سخت معترض ہے کیوں کہ وہ جنگی معاملات و مصالح پر کسی قسم کی پابندی قبول کرنے کے لیے تیّار نہیں ہے جرمنی کی کتاب جنگ میں یہ الفاظ درج ہیں:

"ایک ملک کے باشندوں کو خود اپنی قومی فوج،اس کی جنگی حرکات و وسائل اور فوجی اسرار سے متعلّق معلومات بہم پہنچانے پر مجبور کرنا ایک نہائیت سخت کاروائی ہے۔اس قسم کی کاروائی کو تمام قوموں کے مصنّفین کی اکثریّت قابل ملامت قرار دیتی ہے لیکن اس کے باوجود کوئی جنگی قائد ہمیشہ اس سے گریز کرنے کا اہتمام نہیں کر سکتا۔وہ جب کبھی اس پر عمل کرے گا ۔افسوس کے ساتھ ہی کرے گا۔مگر جنگ کی دلیل بعض اوقات اس کو اس ذریعہ سے استفادہ کرنے پر مجبور کر دے گی"۔[2]

جنگ عظیم میں ان قیود سے خوب انحراف برتا گیا اور فوجی جرنیلوں نے دوران جنگ وہ ہی قوانین بنائے۔ جن سے ان کے جوش انتقام کو تشفی حاصل ہو سکتی تھی۔

یوگوسلاویہ اور اٹلی (جنوب) سوئزرلینڈ اور لیشٹشائن (مغرب) بویریا اور چیکوسلویکیا (شمال) اور ہنگری (مشرق) سے گھرا ہوا ہے دارالحکومت ویانا، آبادی کی اکثریت کیتھولک عیسائی، اور زبان جرمن ہے۔۱۹۵۵ء میں اقوام متحدہ کا اور ۱۹۵۶ء میں یورپی مجلس (کونسل آف یورپ کا رکن بنا

1 ۔(معجم البلدان، ج ۲، ص ۲۰)

2 Krieg branch, 48.

فصل دوّم:

عصر حاضر میں تشکیلی دور کے صلح و جنگ کے اصولوں سے استفادہ

مبحث اوّل: صلح کے اصولوں سے استفادہ

مبحث دوّم: جنگ کے اصولوں سے استفادہ

عصر حاضر میں اسلام کے تشکیلی دور کے صلح کے اصولوں سے استفادہ

عصر حاضر سے میری مراد بیسویں اور اکیسویں صدی ہے جس میں انسان نے عقل کے زور پر بہت ترقی کر لی ہے۔اور سائنس اور ٹیکنالوجی میں آئے روز نت نئی دریافتیں ہو رہی ہیں۔اور ان ایجادات نے دنیا کو ایک گلوبل ویلیج بنا کر رکھ دیا ہے۔اسی طرح صلح اور جنگ کے انداز واطوار بھی تبدیل ہو چکے ہیں۔ تیر، تلوار، نیزوں، بھالوں، منجنیقوں، بحری جہازوں، اور خندقوں کی بجائے بندوق، گولہ، بکتر بند گاڑیوں ،ہوائی جہازوں ،بمبار طیاروں ،میزائلوں اور ایٹم بموں کے ذریعے میدان جنگ میں اترا جاتا ہے۔ریموٹ کنڑول کے ذریعے ہزاروں میل کے فاصلے سے دشمن کو ٹارگٹ کیا جاتا ہے اور میزائل داغے جاتے ہیں۔بحری بیڑوں اور آبدوزوں کے ذریعے سمندر کو انسان نے اپنے لیے مسخّر کر لیا ہے۔ لیکن آج بھی انسان مکارم اخلاق سے عاری ہے ۔اور جنگی جرائم کو حقوق انسانی پر فوقیت حاصل ہے۔

ا۔ ظالموں اور معاہد شکنوں کے خلاف جنگ

اسلام ظالموں کے مقابلے میں مظلوموں کے حق اور معاہدات کو توڑنے والوں کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے اور اسلام کا یہ اصول آج بھی دنیا میں امن قائم کرنے کا باعث بن سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُمْ بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴾[1]

ترجمہ: کیا تم نہ لڑو گے ایسے لوگوں سے جو اپنے عہد توڑتے ہیں اور جنہوں نے رسول کو ملک سے نکالنے کا قصد کیا تھا۔اور زیادتی کی ابتداء کرنے والے وہی تھے۔ تم ان سے ڈرتے ہو۔اگر تم مومن ہو تو اللہ سے ڈرو وہ زیادہ مستحق ہے۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ اس ضمن میں فرماتے ہیں:

’’تاریخ یورپ ان معاہدات کی خلاف ورزیوں سے بھری پڑی ہے ان کے نزدیک ’’ضرورت وقت‘‘ کے سامنے ’’عہد‘‘ کوئی چیز نہ تھا۔ قیاصرہ روم یا اکاسرہ فارس نے اپنے دشمن کو نازک حالت میں دیکھا تو بے تکلف معاہدات کو بالائے طاق رکھ کر اعلان جنگ کر دیا‘‘۔[2]

---

1 سورۃ التوبۃ ۱۰:۱۳

2 الجہاد فی الاسلام، ص ۲۰۹

سید سلیمان ندویؒ اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں کہ:

"عہد جاہلیت میں دوران جنگ عہد کی پاسداری بالکل نہ تھی۔جنگ معونہ وغیرہ میں کفار نے مسلمانوں کے ساتھ یہی رویہ اپنایا تھایعنی قول وقسم لے کر مسلمانوں کو ساتھ لے گئے اور گھر جا کر قتل کر ڈالا۔دوسری طرف صلح نامہ حدیبیہ کے موقع پر حضرت ابو جندلؓ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے نبی مہربان ﷺ کی خدمت میں لائے گئے لیکن قریش سے معاہدہ ہو چکا تھا کہ جب کوئی مسلمان مکہ سے بھاگ کر آئے گا تو ہم اسے قریش کے پاس بھیج دیں گے"۔[1]

ان تعلیمات کی روشنی میں پاکستان ایک پر امن ملک تھا اور اس کے باسیوں نے ریاست کے ساتھ ایک معاہدہ کیا ہوا ہے کہ وہ حکومتی رٹ کو چیلنج نہیں کریں گے اور آئین کا احترام کریں گے لیکن چند شر پسند عناصر نے پاکستانی طالبان کی صورت میں ملکی آئین کو پس پشت ڈالتے ہوئے قانون کو ہاتھ میں لے لیا۔اور ریاست کے خلاف ہتھیار اٹھا لیے ان حالات میں پاکستانی افواج کو ان کے خلاف آپریشن کرنا پڑا۔درج بالا آیات کی روشنی میں ایسا کرنا درست تھا۔اور امن عامہ کے لیے تھا۔

ان آیات کی روشنی میں ہمیں یہ اصول ملتا ہے کہ جب معاہدہ کرنے والے "فریق" معاہدہ پر عمل نہ کریں تو مسلمانوں کے لیے بھی عمل کرنا لازم نہیں رہتا۔اور جہاں مسلمان ظلم کا شکار ہوں وہاں ان کی امداد کے لیے جانا اور لڑنا بھی فرض ہے۔

۲۔غیر مسلم مملکتوں کیساتھ دوستانہ تعلّقات

اسلام غیر مسلموں کے ساتھ دوستانہ تعلقات سے نہیں روکتا بشرطیکہ دوستی میں برابری کو ملحوظ خاطر لایا جائے۔اگر ان کی طرف سے محبت اور یگانگت کی بات ہو تو اس کا جواب بھی حسن سلوک سے دیا جائے لیکن اگر وہ مسلمانوں کے ساتھ ظلم کا سلوک روا رکھیں تو اسلام ایسے ممالک سے یکسر تعلقات کو ختم کرنے کا حکم دیتا ہے۔

جیسا کہ آیت مبارکہ ہے:

﴿إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾[2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں سے دوستی کرنے سے منع کرتا ہے۔جو لوگ دین کے معاملے میں تم سے لڑتے ہیں۔تم کو تمہارے گھروں سے نکالا یا تمہارے نکالنے میں شریک ہوئے پس جو لوگ ان سے دوستی کریں وہی ظالم ہیں۔

1 سیرت النبی ﷺ، علامہ شبلی نعمانی، علامہ سیّد سلیمان ندوی، مکتبہ اسلامیہ لاہور، اکتوبر ۲۰۱۲، ص ۲۲۳

2 سورۃ الممتحنۃ، ۹:۲۸

مولانا مفتی محمد شفیعؒ اپنی تفسیر معارف القرآن میں رقمطراز ہیں:

''ان آیات میں ''برّ'' اور ''احسان'' کا معاملہ کرنے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ صرف قلبی دوستی اور دوستانہ تعلّقات کی ممانعت ہے اور یہ ممانعت کچھ ان میں برسرپیکار دشمنوں کے ساتھ نہیں بلکہ اہل ذمہ اور اہل صلح کافروں کے ساتھ بھی قلبی موالات اور دوستی جائز نہیں ہے''۔[1]

اس آیت سے یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ حالت امن میں اچھے تعلقات رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ پاک چین تعلقات ہیں ایک غیر مسلم ملک ہونے کے باوجود چین نے ہر مشکل گھڑی میں پاکستان کا ساتھ دیا ہے۔ایسے ممالک کے ساتھ تجارتی اور ثقافتی روابط بڑھائے جاسکتے ہیں اور اگر ان ممالک کی طرف سے کسی قسم کی جنگ کا خدشہ نہ ہو تو انصاف یہ ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک برتا جائے۔

پاکستان کے بھارت کے ساتھ تعلقات میں کشیدگی کی بنیادی وجہ کشمیر ہے جہاں قابض بھارتی فوج نے نہتے کشمیری مسلمانوں کا جینا دوبھر کر رکھا ہے اب تک ایک لاکھ کشمیریوں کو شہید کیا جاچکا ہے ۸ ہزار سے زائد کشمیریوں کا عدالتی قتل کیا گیا ،۲۲ ہزار سے زائد خواتین بیوہ ہوچکی ہیں ایک لاکھ سے زائد بچے یتیم ،۱۲ ہزار سے زائد خواتین کی عصمت دری کی گئی،٦ ہزار سے زائد گمنام قبریں جب کہ ہزاروں لوگوں کو جعلی مقابلہ میں شہید کیا گیا صرف برہان وانی کی شہادت کے بعد سینکڑوں کشمیریوں کو شہید، جب کہ بڑے پیمانہ پر پیلسٹک کا استعمال کیا گیا جو کہ ممنوعہ ہتھیار ہے جس سے ہزاروں کشمیریوں کی آنکھیں بری طرح متاثر ہوئی ہیں[2]

ان حالات میں اسلام دشمن ملک کے ساتھ اقتصادی وسفارتی تعلقات کی اجازت نہیں دیتا۔

۳۔معاہدات کے احترام کا حکم

مسلمانوں کو معاہدات کی پاسداری کی تاکید کی گئی ہے بلکہ احترام معاہدات کو عین تقوٰی قرار دیا گیا ہے۔لٰہذا وعدوں کو توڑنا کسی صورت مسلمان کے لیے زیبا نہیں۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالٰی ہے:

---

1 تفسیر معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، مولانا، ادارہ معارفیہ کراچی، ج۸، ص۲۳۰

2 روزنامہ نوائے وقت، ۱۰ دسمبر ۲۰۱۸

﴿إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَى مُدَّتِهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ﴾[1]

ترجمہ: پھر انہوں نے اپنے عہد پورے کرنے میں کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی تو ایسے لوگوں کے ساتھ تم بھی مدّت معاہدہ تک وفا کرو کیوں کہ اللہ متقیوں کو ہی پسند کرتا ہے۔

اسلام معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف لڑائی کا حکم دیتا ہے۔تا کہ وہ آئندہ اس جرم کا ارتکاب نہ کر سکیں ۔اور آئندہ ان سے کوئی معاہدہ بھی نہیں کیا جائے گا کیوں کہ وہ پہلے ہی معاہدہ توڑ چکے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ﴾[2]

ترجمہ:۔اور اگر عہد کرنے کے بعد پھر اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین پر حملے کرنے شروع کر دیں تو کفر کے علمبرداروں سے جنگ کرو۔کیوں کہ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔شاید کہ وہ باز آجائیں۔

پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں کہ:

''عہد وپیمان کی پابندی اسلام کی بین الاقوامی پالیسی کا ایک اہم اصول ہے۔اور اسلام اس پر سختی سے عمل کرنے کا حکم دیتا ہے ۔معاہدہ صرف اس صورت میں توڑا جاسکتا ہے جب دوسرا فریق اس کی خلاف ورزی کرے۔اس صورت میں قرآنی تعلیم یہ ہے کہ معاہدہ خلاف ورزی کرنے والے فریق کے منہ پر دے مارو۔یعنی اس معاہدے سے اعلانیہ بے تعلقی کا اظہار کر دو''۔[3]

پاکستان اور بھارت کے مابین ۱۹۶۰ء میں دریائے سندھ اور دوسرے دریاؤں کا پانی منصفانہ طور پر حصہ داری کا معاہدہ ہوا جو ''سندھ طاس معاہدہ'' کہلاتا ہے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بھارت نے بھگلیہار ڈیم پر پاکستان کا پانی روک رکھا ہے حالاں کہ بھارت معاہدے کے مطابق ۵۵ہزار کیوسک پانی چھوڑنے کا پابند ہے۔

بھارت کی جانب سے ایل او سی پر ''جنگ بندی'' معاہدہ کی خلاف ورزی معمول کی بات ہے جس پر سیکیورٹی کونسل کے ادارے خاموش ہیں اخباری رپورٹ کے مطابق ۲۰۵۰ سے زائد ایل او سی کی خلاف ورزیاں کی جاچکی ہیں۔[4]

---

1 سورۃالتوبۃ۹:۴

2 سورۃالتوبۃ۱۰:۱۲

3 اسلامی نظام حیات، ص۲۱۱

4 روزنامہ نوائے وقت،۱۱ ستمبر ۲۰۱۸

بین الاقوامی معاہدات کی روشنی میں دوسرے ممالک کی خود مختاری کا احترام ہر ملک پر لازم ہے لیکن کچھ بااثر ممالک کمزور ممالک میں دراندازی کو اپنا حق سمجھتے ہیں جیسا کہ امریکہ نے ۲۰۰۸ء میں پاکستان کی ریاست آزاد جموں کشمیر میں زلزلہ کے بعد امداد کی آڑ میں سینکڑوں سی آئی اے اور فوجی کارندے پاکستان میں داخل کر دیئے جن کا مقصد پاکستان کے جوہری پروگرامنگ کو نقصان پہنچانا اور آئی ایس آئی میں گھسنا تھا۔[1]

تہذیب عصر حاضر کے لیے یہ ایک عمدہ اصول ہے جو اقوام متحدہ کے قوانین کا بھی حصہ ہے لیکن آج تک اس پر عمل نہ ہو سکا اگر تمام اقوام اپنے عہدوں پر قائم رہیں تو دنیا کو جنگوں سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔

۴۔اختتام معاہدہ کا نوٹس دیئے بغیر جنگی کاروائی کی ممانعت

اسلام نے معاہدات کی خلاف ورزی کو خیانت قرار دیا ہے اور مسلمانوں کو اپنے معاہدات کو پورا کرنے کا پابند بنایا ہے اگر کسی وجہ سے معاہدہ ختم کرنا ہی مقصود ہو تو اسلام دشمن کو اعلانیہ اس سے آگاہ کرنے کی تاکید کرتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴾[2]

ترجمہ: اور اگر کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو اس کے معاہدے کو اعلانیہ اس کے آگے پھینک دو۔ بے شک اللہ تعالیٰ خائنوں کو پسند نہیں کرتا۔

فسخ معاہدہ اور اعلان جنگ کے بغیر حملہ کر دینے کا طریقہ زمانہ قدیم میں بھی تھا اور عصر حاضر میں بھی ایسا ہوتا رہا ہے جیسا کہ جنگ عظیم میں روس پر جرمنی کا حملہ اور ایران کے خلاف روس اور برطانیہ کے حملے واضح مثالیں موجود ہیں۔ اور جواز یہ پیش کیا جاتا ہے کہ اگر دشمن کو اطلاع دے دی جائے تو وہ زیادہ شدّت سے حملہ کرے گا۔ لیکن اسلام نے چودہ سو سال قبل اس حوالے سے اخلاقی اصول پیش کر دیئے تھے کہ حملہ کرنے کی استثنائی صورت ایک ہی ہے کہ جب فریق ثانی علی الاعلان معاہدہ توڑ چکا ہو اور اس نے صریح طور پر کاروائی کی ہو۔ ایسی صورت میں فسخ معاہدہ کا نوٹس دینے کی حاجت باقی نہیں رہتی۔ اسلام کے اس اخلاقی اصول کی افادیت و اہمیّت آج بھی اسی طرح موجود ہے۔

---

1 The story of How US spacial fores infilterated Pakistan ,Marc AQbider and David W Brown, Feb 15 ,2012.

2 سورۃ الانفال ۱۰:۵۸

۵۔دشمن کی صلح کی درخواست کو قبول کیا جائے۔

اسلام اپنے پیروکاروں کو" صلح "کو "جنگ "پر ترجیح دینے کی تاکید کرتا ہے دشمن کی طرف سے جب بھی صلح کی آمادگی کا اظہار ہو اسے کھلے دل کے ساتھ قبول کرنا چاہیے جیسا کہ اللہ فرماتا ہے:

﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾[1]

ترجمہ: اور اے نبی ﷺ اگر دشمن صلح وسلامتی کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کے لیے آمادہ ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو یقیناً وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

"بین الاقوامی تعلقات میں بزدلانہ پالیسی نہیں ہونی چاہیے بلکہ جب دشمن گفتگو یا مصالحت کی خواہش ظاہر کرے تو بے تکلّف اس کے لیے تیّار ہو جاؤ اور صلح کی طرف بڑھنے والے ہاتھ سے انکار نہ کرو۔ نیّت میں شبہ کی بنیاد پر خون ریزی کو طول نہیں دینا چاہئے اور اگر دشمن "غدر" کی نیّت رکھتا بھی ہو تو تمہیں بہادر ہونا چاہئے اور لڑائی کے لیے اٹھنے والے ہاتھ کو اپنی قوّت بازو سے توڑ پھینکو تاکہ کوئی غدّار قوم تمہیں نرم چارہ سمجھنے کی کوشش نہ کرے"۔[2]

۱۷سالہ "امریکہ افغان جنگ" کے بعد امریکہ نے طالبان کو امن معاہدہ کی پیش کش کردی ہے اس جنگ کو امریکہ کی شکست تسلیم کیا جارہا ہے۔ لیکن دوسری طرف تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ ایک پختہ "امن معاہدے" کو کئی سال لگ سکتے ہیں[3] عصر حاضر میں جہاں غالب قوّتیں کمزور قوموں پر ظلم روا رکھنا اپنا حق سمجھتی ہیں اور معاہدات کی سرعام خلاف ورزیاں کی جاتی ہیں وہاں اسلام کا یہ اصول کارگر ثابت ہو سکتا ہے تاکہ کوئی غالب کسی کمزور ملک پر حاوی نہ ہو۔

---

1 سورۃ الانفال ۱۰:۶۱

2 تفہیم القرآن، ابوالاعلیٰ مودودیؒ، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، جلد ۲، ص ۱۵۶

3 بی بی سی اردو ڈاٹ کام ۱۹ جنوری ۲۰۱۹

۶۔اقلیّتوں کے جان ومال کی حفاظت

اسلام میں اقلیّتوں کے حقوق کی ادائیگی کی خصوصی تاکید کی گئی ہے۔صحابہ کرامؓ کے دور حکومت میں اقلیّتوں کے ساتھ نہائیت منصفانہ برتاؤ کیاجاتا تھاذمی ہونے کی وجہ سے جو ٹیکس ان سے لیاجاتا تھااسکے بدلے میں ان کے جان ومال کی مکمل حفاظت اسلامی حکومت کے ذمّے ہوتی تھی۔حضرت خالد بن ولیدؓ نے اہل دمشق کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھااس کے یہ الفاظ تھے:

بسم اللہ الرَّحْمَنِ الرحیم

’’هَذَا ما أعطى خَالِد بْن الوليد أهل دمشق إذا دخلها أعطاهم أمانا عَلَى أنفسهم وأموالهم وكنائسهم وسور مدينتهم لا يهدم ولا يسكن شيء من دورهم، لهم بذلك عهد الله وذمة رَسُول اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ والخلفاء والْمُؤْمِنِين لا يعرض لهم إلا بخير إذا أعطوا الجزية. ،شهد ابو عبيده بن جراح ،و شرحبيل بن حسنة ،و قضاعى بن عامر وكتب سنہ ثلاث عشرة‘‘۔ (1)

ترجمہ: میں ان کے جان ومال اور عبادت خانوں کی حفاظت کی ذمہ داری اس طرح لیتا ہوں کہ ان کے شہر کی فصیلیں منہدم نہیں کرائی جائیں گی ،مسلمان ان کے سکونتی مکانات میں آباد نہ ہوں گے،ان کے لیے اس معاہدہ کی پابندی خدا،رسول ،خلفاءاور مومنین کے ذمہ ہے ان کے ساتھ ہر طرح سے بہتر سلوک کیا جائے گا۔جب تک وہ جزیہ دیتے رہیں گے۔ گواہ،ابو عبیدہ بن جراحؓ،شرحبیل بن حسنہؓ،قضاعی بن عامر۔

پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کا خیال رکھاجاتاہے ریاست ان کے جان ومال اور عبادت گاہوں کی حفاظت کو یقینی بناتی ہے ملک کے کلیدی عہدوں پر ان کو فائز کرتی ہے۔اور وہ تمام حقوق جو ایک ملک میں ان کو ملنے چاہیئں وہ ان کو حاصل ہیں۔ہندو ،سکھ،عیسائی اور قادیانی بڑی تعداد میں آباد ہیں اور ملک کی ترقی میں برابر ہاتھ بٹارہے ہیں۔

اس کے مقابلے میں پڑوسی ملک بھارت میں اقلیّتوں کے حقوق کو پامال کیا جارہاہے ۱۹۸۷ء میں بھارت کے شہر ہاشم پورہ میں سواسو بے گناہ مسلمانوں کو جن میں زیادہ تر نوجوان تھے گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا تھا آزاد بھارت میں ’’کسٹوڈل کلنگ‘‘ یعنی حراستی قتل عام کو انجام دینے کے لیے فوج کی مدد لی گئی تھی۔ ۲۲ اور ۲۳ مئی کی رات رمضان کے مہینے میں ہاشم پورہ سے فوج کی نگرانی میں پچاس مسلمان نوجوانوں کو حراست میں لیا گیا بعد میں پی اے سی نے انہیں غازی آباد کے ضلع مراد نگر قصبے کے

1 فتوح البلدان،بلاذری،باب فتح مدینہ ودمشق وارضہا،ج ا،ص ۱۶۶

نزدیک ندی میں گولی مار کر بہادیا لیکن اسی سال اور اسی مہینے تئیس مئی کو ملیانہ قتل عام کے سلسلے میں عدالتی کاروائی شروع تک نہیں کی گئی جہاں پی اے سی نے ۲۷ مسلمانوں کو گولیاں مار کر ایک کوئیں میں دفن کر دیا تھا۔[1]

دور حاضر میں اقلیّتوں کے ساتھ غیر منصفانہ سلوک روار کھا جاتا ہے جب کہ عہد خلفائے راشدین میں مسلمانوں کے حسن سلوک کی وجہ سے اقلیّت مسلمانوں کے ماتحت رہنا پسند کرتے تھے۔

۷۔حالت امن میں دشمن کی چالوں سے باخبر رہنا

قرآن کریم مسلمانوں کو ہمیشہ دشمن کی چالوں سے باخبر رہنے کی تاکید کرتا ہے۔یعنی اپنے دفاع کے لیے ہر لمحہ چوکس رہا جائے عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ کو راستوں پر تعینات کیا جاتا تھا تاکہ وہ دشمن کے حالات سے نبی کریم ﷺ کو باخبر رکھ سکیں جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وَخُذُوا حِذْرَكُمْ﴾[2]

ترجمہ: مگر پھر بھی چوکنّے رہو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَتَّخِذُوا أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوتِهَا وَتَذُوقُوا السُّوءَ بِمَا صَدَدْتُمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾[3]

ترجمہ :اور تم لوگ اپنی قسموں کو آپس میں دھوکہ دینے کا ذریعہ نہ بنالینا کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی قدم جمنے کے بعد اکھڑ جائے۔اور تم اس جرم کی پاداش میں کہ تم نے لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا برا نتیجہ دیکھو اور تمہیں سخت سزا کا سامنا کرنا پڑے۔

یعنی دشمن کو دراندازی کا موقع نہ دیا جائے اس کی حالیہ مثال پاک بھارت کشیدگی کے دوران سامنے آئی جب دشمن نے بالاکوٹ کے علاقے میں رات کی تاریکی میں طیاروں کے ذریعے پاکستانی حدود میں آکر حملہ کر دیا اور پاکستانی راڈار اس متوقع حملہ سے بے خبر رہے۔[4]

---

1 بی بی سی ہندی، ۴نومبر ۲۰۱۶

2 سورۃالنّساء۵:۱۰۲

3 سورۃالنّساء،۵:

4 روزنامہ جنگ، ۲۷فروری ۲۰۱۹

''ریمنڈ ڈیوس''ایک امریکی شہری ہے جو لاہور میں تعینات ایک امریکی سفارتخانے کا ملازم تھا جس نے مزنگ لاہور کی سڑک پر گاڑی چلاتے ہوئے دو موٹر سائیکل سوار نوجوانوں کو گولی مار کر قتل کر دیا بعد میں پولیس نے ریمنڈ کو گرفتار کر لیا امریکی سفارتخانہ نے دعوی کیا کہ ریمنڈ سفارتکار ہے مبصرین کے مطابق ریمنڈ امریکہ میں ایک نجی ادارے کا ملازم ہے اور ایک تجارتی ویزہ پر پاکستان میں داخل ہوا اور پاکستان میں سی آئی اے کی طرف سے جاسوسی میں ملوّث تھا اس لیے اس پر دوہرے قتل کا مقدمہ چلایا جاسکتا ہے۔[1]

اسلام کے اس اصول سے یہ راہنمائی ملتی ہے کہ حالت امن میں بھی دشمن کی چالوں سے بے خبر نہ رہا جائے اور عصر حاضر میں مسلمانوں کو یہ ہدایت ہے کہ بھارت ،اسرائیل اور امریکہ کی چالوں کے مقابلے میں ہر وقت چوکس رہیں اور ان کی نقل و حرکت پر گہری نظر رکھیں اور کبھی بے خبر نہ ہوں۔ ریمنڈ ڈیوس جیسے افراد اب بھی ہماری صفوں میں ہو سکتے ہیں ان پر کڑی اور شک کی نظر ہونی چاہئے اور دوسرا معاہدہ میں ایسے الفاظ استعمال نہ کیے جائیں جن میں ابہام ہو جو بگاڑ اور دھوکہ دہی کا سبب بنتے ہو ں۔ بلکہ معاہدہ جانبین کی طرف سے خیر سگالی پر مبنی ہو۔

۸۔اسلام کا تصوّر (جنگ بندی)

اسلام نے جنگ بندی کا اصول دیا ہے بشرطیکہ دشمن اس پر عمل کرے اگر دشمن کی طرف سے سرحدوں کی خلاف ورزی کا خدشہ رہتا ہو تو مسلمان بھی جنگ کو بند کرنے کے پابند نہیں رہیں گے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿بَرَاءَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ - فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ﴾[2]

ترجمہ: یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکوں سے اعلان براءت ہے جن سے تم لوگوں نے عہد کر رکھا تھا۔ اب ان سے کہہ دو کہ چار ماہ تک اور زمیں میں چل پھر لو۔

ان آیات میں مشرکین کے ساتھ چار ماہ تک جنگ بندی کا اعلان کیا گیا ہے آج بھی کئی ممالک میں جنگ بندی کے معاہدات موجود ہیں لیکن افسوس کہ فریقین معاہدات کی صریح خلاف ورزیاں کرتے رہتے ہیں جس کی وجّہ سے دنیا کا امن ہر وقت خطرے میں رہتا ہے۔ لہذا جنگ بندی کے معاہدات کاغذات کی زینت بن کر رہ گئے ہیں۔ اسلام کے اس اصول سے آج بھی راہنمائی لی جاسکتی ہے۔

---

1 واشنگٹن پوسٹ، ۱۲اپریل ۲۰۱۱

2 سورۃالتّوبۃ ۹:۱-۲

۹۔قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک

اسلام قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کی بات کرتا ہے اس عرصہ کے دوران اسے اسلام کی دعوت پہنچائی جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ﴾(1)

ترجمہ: اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اسے پناہ دے دو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر اسے اس کی محفوظ جگہ پہنچا دو۔ اس لیے کہ یہ بے خبر لوگ ہیں۔

ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

" جو شخص دار الحرب سے دار السلام کی طرف کسی سفارتی کام، کاروبار، صلح کی تلاش، جنگ بندی، جزیہ دینے یا کسی اور غرض سے آئے تو جب تک دار السلام میں ٹھہرا رہے۔ اسے اس وقت تک امان دی جائے گی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے ملک میں واپس چلا جائے"۔(2)

دشمن کی طرف سے امان کی درخواست پر مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ دشمن کو اپنے ملک میں امان دیں بشرطیکہ وہ پر امن رہنے پر آمادہ ہو اور فسادانہ سرگرمیوں سے گریز کرے۔

"یووون رڈلے"، اسٹینلے کی کاونٹی ڈرہم میں پیدا ہونے والی ایک مشہور برطانوی صحافی ہے جو اپنے افغانستان کے سفر میں طالبان کے ہاتھوں قید ہوئیں اور کچھ عرصہ طالبان کی امان میں رہیں جس دوران وہ طالبان کے حسن سلوک سے بہت متاثر ہوئیں اور رہائی کے بعد مسیحیت کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہو گئیں(3)

موجودہ دور میں اس معاہدہ کی بھی خلاف ورزیاں جاری ہیں اور ممالک کی ایجنسیاں مختلف طریقوں سے دوسرے ممالک میں داخل ہوتی ہیں اور وہاں فسادانہ سرگرمیاں شروع کر دیتی ہیں اور بالآخر انتشار پیدا کر کے اپنے مذموم مقاصد حاصل کرتی ہیں۔

---

1 سورۃالتوبۃ۶:۱۰

2 تفسیر ابن کثیر، ج۴، ص۱۸۷

3 In the hands of Taliban,yvonny ridly,robson books ,2003,p:130.

اسلام کے تشکیلی دور کا یہ اصول آج بھی اسی طرح قابل عمل ہے جس طرح چودہ سو سال پہلے تھا بلاوجہ کسی کو قتل کرنا یا خون بہانا ۔اسلام کی جنگوں کا کبھی مقصد نہیں رہا۔ بلکہ اسلام کی جنگیں لڑی ہی امن کے قیام کے لیے گئی تھیں جو لوگ فریقین کے مابین ثالثی کا کردار ادا کرتے ہیں۔ یا امن وامان کی بات کرتے ہیں ان کے ساتھ بھرپور مدد اور تعاون کرنا چاہیئے۔

۱۰۔ادائیگی جزیہ کی شرط پر معاہدہ

اسلامی ریاست میں اگر غیر مسلم جزیہ ادا کرنے پر آمادہ ہوں تو اسلام ان کے خلاف جنگ چھیڑنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ ان کو مکمل حفاظت کی ضمانت دیتا ہے اور ان کو مکمل مذہبی، معاشرتی اور معاشی حقوق بھی دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا وہ یہ تھا:

بسم اللہ الرَّحْمَنِ الرحیم

من جانب محمد ﷺ بنام ابو حارث بشمول نجران دیگر پادری، راہب، اور کاہن۔

۱۔سب اپنی اپنی جائیداد کے خود مالک ہیں۔

۲۔ان کے گرجے، عبادت خانوں، اور خانقاہوں کی حفاظت رسول اللہ ﷺ کے ذمہ ہے۔

۳۔ان کے پادری اور راہبوں کو ان کے طریق عبادت اور کاہنوں کو ان کے کام سے نہ ہٹایا جائے گا۔اور نہ ہی ان کے حقوق میں مداخلت کی جائے گی۔ان امور پر ایفائے عہد کی ذمہ داری بھی اللہ اور رسول پر ہے۔بشر طیکہ یہ لوگ ہمارے ساتھ کیے گئے معاہدہ خود بھی پابندی کریں اور ہماری خیر طلبی پر قائم رہیں۔تب انہیں کسی قسم کی زیر باری سے دوچار نہ کیا جائے گا۔اور نہ ہی کوئی ظلم ہو گا۔[1]

اس اصول معاہدہ میں فریقین کے لیے ہر طرح سے امان موجود ہے۔دور حاضر میں بھی اس اصول سے استفادہ کیا جاسکتا ہے

۱۱۔معاہدین سے حسن سلوک

اسلام معاہدین کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب دیتا ہے جب وہ اپنے معاہدات کی پاسداری کر رہے ہوں:

عمرو بن العاصؓ نے جب فسطاط فتح کیا تو مقوقس والئی مصر نے جزیہ کے بجائے یہ شرط منظور کی کہ فوج اسلام جدھر رخ کرے گی سفر کی خدمت (یعنی راستوں کی صفائی، سڑکیں بنانا، پل باندھنا، وغیرہ) مصری انجام دیں گے۔ چنانچہ عمرو بن العاصؓ

---

1 طبقات ابن سعد، وفود اہل یمن، ج۱، ص۲۸۹

جب رومیوں کے مقابلے کے لیے اسکندریہ کی طرف بڑھے تو خود مصری منزل بہ منزل پل باندھتے ،سڑکیں بناتے ،اور بازار لگاتے گئے۔

علامہ مقریزی نے لکھاہے کہ :

’’مسلمانوں کے حسن سلوک نے تمام مصریوں کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔اس لیے قبطی خود برضاورغبت یہ خدمت سرانجام دیتے تھے‘‘۔[1]

اسلام کا یہ اصول صلح بھی آج کے حکمران کے لیے اسوۃ حسنۃ کادرجہ رکھتاہے۔معاہدہ کی پاسداری کے ساتھ ساتھ مخالف فریق کے ساتھ اس قدر حسن سلوک کا مظاہرہ کیاجائے کہ آئندہ جنگ تو درکنار دشمن آپ کا گرویدہ ہو جائے اس زرّیں اصول پر عمل سے ملکوں کے مابین امن وامان کی فضا زیادہ خوشگوار ہو سکتی ہے۔

۱۲۔ قتل سفیر کی ممانعت

مسیلمہ کذاب کا قاصد جب گستاخانہ پیغام لے کر آپ کے پاس آیا تھا۔توآپ نے یہ اصول بیان فرمایا:

نبی کریم ﷺ کاارشادہے((لَوْلَا أَنَّكَ رَسُولٌ لَضَرَبْتُ عُنُقَكَ))[2]

ترجمہ:اگر قاصدوں کا قتل ممنوع نہ ہوتاتو میں تیری گردن ماردیتا۔

فقہاءنے لکھاہے کہ :

’’سفیر کو مکمل امن دیاجائے،ذیادتی نہ کی جائے۔مال ومتاع اوراسلحہ سے تعرض نہ کیاجائے،الّایہ کہ وہ سفیر ہوناثابت نہ کرسکے بعض فقہاءنے تواسلامی ملک میں رہ کر سفیر کاچوری کرنااورزناکرنا بھی قابل گرفت نہیں سمجھااور کہاہے کہ اس پر کوئی حد جاری نہ ہو گی‘‘۔[3]

طالبان کے سفیر ملاّعبدالسلام ضعیف کو پاکستان سے گرفتار کرنے کے بعدامریکہ کے حوالے کر دیا گیا جہاں ان پر بدترین تشدد کیا گیاجو پاکستانی حکومت کا بدترین اقدام تھا۔اسی طرح سعودی عرب کے سفیر جمال خاشقجی کو ترکی کے شہر استنبول میں واقع سعودی ایمبیسی میں پراسرار طور پر قتل کر دیا گیا۔

---

1 الفاروق،ص ۳۹۴

۲ سنن ابی داؤد، باب فی الرسل،ج ۳،ص ۸۴

۳ الجہاد فی الاسلام،ص ۲۳۲

یہ موجودہ زمانے کی بدترین مثالیں ہیں جن کا اسلام میں کوئی تصور نہیں ہے۔ دور حاضر کے حکمرانوں کو ایسی پالیسیوں سے گریز کرنا چاہیے۔ جن سے خطے کا امن داؤ پر لگ چکا ہے۔

عصر حاضر میں اسلام کے تشکیلی دور کے اصول جنگ سے استفادہ

چودہ سو سال پہلے نبی کریم ﷺ نے اپنے دور کی اقوام کے ساتھ تعلقات کا جو نظام جاری فرمایا تھا وہ آج تک دنیا کے لیے مشعل راہ ہے۔ اور یہ کہنا بھی غلط نہ ہو گا کہ عصر حاضر میں بین الاقوامی تعلقات کے جو قوانین تشکیل دیئے گئے ہیں۔ ان میں بیشتر اسلام ہی کے مرہون منت دنیا کو نصیب ہوئے۔ ان قوانین کی طرح اسلام نے چودہ صدیاں پہلے ہی ڈال دی تھی۔
اسلام نے اقوام عالم کے ساتھ تعلقات کے تفصیلی اصول و ضوابط بیان کئے ہیں۔ جن کی بنیاد دنیا کے انسانوں کے مابین حالت امن پر رکھی گئی۔ مگر جنگ کی صورت میں ان کے روابط میں کشیدگی اور عداوت کو کم سے کم کرنے اور حالت امن کو بحال کرنے کے لیے ضروری اصول و قواعد متعارف کرادیے۔ چنانچہ ہجرت مدینہ کے بعد مواخات مدینہ اور میثاق مدینہ کی صورت میں دستاویزات میں مدینہ اور ارد گرد کے یہودیوں اور دیگر اقوام کے ساتھ تعلقات کے اصول مرتّب کیے گئے۔ چنانچہ اسلام میں حالت جنگ اور حالت امن دونوں صورتوں میں بین الاقوامی تعلقات کے الگ الگ اصول موجود ہیں۔ جو صدیوں تک عملی تجربے سے گزر کر اپنی کامیابی اور انسان پروری کا سکہ منوا چکے ہیں۔

ا۔ دوران جنگ راستوں کو تنگ کرنے کی ممانعت

اسلام دوران جنگ بھی راستوں کو بند اور تنگ کرنے کی اجازت نہیں دیتا جیسا کہ حضرت معاذ بن انسؓ ایک جنگ کی روداد سناتے ہوئے کہتے ہیں:

((غَزَوْتُ مَعَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ كَذَا وَكَذَا، فَضَيَّقَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ وَقَطَعُوا الطَّرِيقَ، فَبَعَثَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُنَادِي فِي النَّاسِ أَنَّ مَنْ ضَيَّقَ مَنْزِلًا أَوْ قَطَعَ طَرِيقًا فَلَا جِهَادَ لَهُ))[1]

ترجمہ: حضرت معاذ بن انسؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی غزوہ میں شریک تھا اس دوران لوگوں نے پڑاؤ کی جگہ کو تنگ اور راستوں کو کاٹنا شروع کر دیا نبی کریم ﷺ نے لوگوں میں اعلان کرنے کے لیے ایک شخص کو بھیجا کہ جو شخص راستوں کو کاٹے گا اور پڑاؤ کی جگہوں کو تنگ کرے گا اس کو جہاد کا ثواب نہیں ملے گا۔

1 سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب مایوم من انضمام العسکر، ج۳، ص ۴۱

دور جدید میں کرفیو کے نام پر لوگوں کو تنگ کیا جاتا ہے ان کو گھروں میں محصور کر دیا جاتا ہے۔ غیر مسلم افواج جو مسلم علاقوں میں ہیں انہوں نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کرر کھا ہے عراق میں عرصہ دراز سے امریکی فوجیں قابض ہیں اورامن کے نام پر ہی فساد برپا کرر کھا ہے۔ عراقی افواج نے بصرہ میں کرفیو لگا کر عراق کے جنوبی علاقوں میں معاشی مسائل پیدا کر دیئے جس کی وجہ سے عام لوگ احتجاجی مظاہرے کرنے پر مجبور ہیں۔[1]

اس حوالے سے اسلام کی تعلیمات مسلمانوں کے لیے بالکل واضح ہیں کہ اگر جہاد میں بھی لوگوں کے لیے تنگ دستی کا ذریعہ بنیں گے تو وہ جہاد نہیں بلکہ وہ عام دنیادارانہ جنگیں ہیں جن کا مقصد دنیاوی مقاصد کا حصول ہوتا ہے اس لیے اسلام نے اس سے منع فرمادیا اور آج بھی ہم اس اصول کو اپنا کر جہاد کے اجر ثواب کے مستحق بن سکتے ہیں۔ جس کا نبی کریم ﷺ نے وعدہ فرمایا ہے۔

۲۔ شبخون کی ممانعت

دوران جنگ دشمن پر اچانک رات کو اور لاعلمی میں حملہ کرنے کی اسلام میں ممانعت کی گئی ہے بلکہ حکم ہے کہ پہلے اعلان جنگ کیا جائے بعد میں حملہ کیا جائے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ:

((رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى خَيْبَرَ لَيْلًا، وَكَانَ إِذَا أَتَى قَوْمًا بِلَيْلٍ لَمْ يُغِرْ بِهِمْ حَتَّى يُصْبِحَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ))[2]

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رات کے وقت خیبر کے مقام پر پہنچے تو آپ نے اسی وقت حملہ نہیں کیا بلکہ صبح کا انتظار کیا اور جب صبح ہو گئی پھر حملہ کیا۔

دور جدید میں کئی جنگیں دشمن کو اطلاع کئے بغیر رات کی تاریکی میں شروع کر دی گئیں اس کی حالیہ مثال پاک بھارت جنگ ہے جس میں بھارت کے جنگی طیاّروں نے رات کے اندھیرے میں اچانک پاکستان کے علاقے بالاکوٹ میں گھس کر بمباری کی [3]۔ جس میں کوئی جانی نقصان نہیں ہوا لیکن دشمن کی مکارانہ ذہنیّت کا اندازہ ہو گیا کہ اس سے کسی قسم کی اچھائی کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

---

1 تیموز اردو، ۱۵ جولائی ۲۰۱۸

2 صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ خیبر، ج ۵، ص ۱۳۰

3 روزنامہ جنگ، ۲۷ فروری ۲۰۱۹

اسلام نے یہ اصول دیا ہے کہ دشمن پر حملہ کرنے سے پہلے اسے اسلام کی دعوت دی جائے اور اچانک حملہ نہ کیا جائے۔ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض جگہ مجاہدین کی طرف سے گوریلہ کاروائیاں کی جاتی ہیں تو کیا یہ درست ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کاروائیوں سے پہلے اعلان جنگ ہو چکا ہوتا ہے۔ایسی صورت میں اسلام بھی اچانک حملہ کرنے کو روا رکھتا ہے۔

۳۔اسلحہ کے ضیاع کی ممانعت

اسلام میں اسلحہ کو میانہ روی سے استعمال کرنے کا اصول دیا گیا ہے۔ حضرت ابوسید ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے روز ہمیں مخاطب کر کے فرمایا:

((إِذَا أَكْثَبُوكُمْ فَارْمُوهُمْ، وَاسْتَبْقُوا نَبْلَكُمْ))»[1]

ترجمہ: جب دشمن تمہارے نرغے میں آجائے پھر ان پر تیر پھینکو اور اپنے تیروں کو بچا کر رکھو۔

یہ اصول اس لیے دیا گیا ہے تاکہ وقت پڑنے پر مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے بعض دفعہ دوران جنگ اسلحہ کی کمیابی کی وجّہ سے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے اس لیے حکم دیا گیا ہے کہ اسلحہ صرف اسی وقت استعمال کرو جب دشمن تمہارے نرغے میں ہو بلاضرورت اسلحہ کے استعمال کی ممانعت فرمادی۔

مسلم افواج کو بھی اس اصول کی پاسداری کرنی چاہئے کیوں کہ آپ کے دشمن کے پاس افرادی اور ایٹمی قوّت بہت زیادہ ہے۔ جس کی وجہ سے اس کو برتری حاصل ہو سکتی ہے تو ایسی صورت میں آپکو اس اصول پر عمل کرنا چاہئے تاکہ دشمن جنگ کو طول دے کر اس کمزوری کا فائدہ نہ اٹھالے۔

۴۔اطاعت امیر

اسلام نے اطاعت امام کا عام اصول بیان فرمادیا ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے :

((مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا، فَلْيَصْبِرْ عَلَيْهِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا، فَمَاتَ عَلَيْهِ، إِلَّا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً))[2]

---

1 صحیح البخاری، باب تحریض علی الرمی، ج۴، ص۳۸

2 صحیح مسلم، باب الامر بلزوم الجماعۃ، ج۳، ص۱۴۷۶

ترجمہ: جو شخص اپنے امام سے کسی بات پر ناخوش ہو اسے چاہیے کہ صبر کرے پس کوئی شخص اپنے امیر کی اطاعت میں ایک بالشت بھی الگ ہو گیا اور اسی حالت میں مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

پاکستانی فوج کا دنیا کی مضبوط ترین افواج میں شمار ہوتا ہے اس کی ایک وجہ اطاعت امیر بھی ہے ہمارا فوجی جوان اپنے سپہ سالار کے احکامات کے سامنے سر تسلیم خم رکھتا ہے اور ہر حکم کو دل و جان سے قبول کرتا ہے اور عمل پیرا ہو کر دکھاتا ہے اور لازماً یہ حکم کی پاسداری ایمان کے جذبہ سے سرشار ہو کر کرنی چاہئے۔ کیوں کہ اسلامی تعلیم کی روشنی میں جو شخص سپہ سالار کی اطاعت سے عاری ہوا وہ جہالت کی موت مرے گا۔

میدان جنگ میں بھی یہ اصول برقرار رہتا ہے یعنی جس قدر فوج کو سپہ سالار کے احکامات کا پابند بنایا جائیگا اسی قدر فوج مضبوط ہو گی اگر فوج احکامات کی بجاآوری میں متزلزل رہے گی تو اہداف کا حصول ناممکن ہو جاتا ہے۔ دور جدید میں بھی "نظم ضبط" برقرار رکھنے کے لیے یہ اصول انتہائی لازم ہے۔

۵۔ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے قتل کی ممانعت

دوران جنگ بھی اسلام عورتوں، بچوں، اور بوڑھوں پر تلوار چلانے سے روکتا ہے بشرطیکہ وہ لڑنے والوں میں شامل نہ ہوں۔

حدیث مبارکہ ہے:

((لَا تَقْتُلُوا شَيْخًا فَانِيًا وَلَا طِفْلًا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً وَلَا تَغُلُّوا))

ترجمہ: کسی عورت، بچے اور بوڑھے کو قتل مت کرو۔[1]

مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں کہ:

" اس باب میں اسلامی قانون کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص جو اہل قتال میں سے ہے اس کا قتل جائز ہے خواہ وہ بالفعل لڑے یا نہ لڑے اور ہر شخص جو اہل قتال سے نہیں ہے اس کا قتل جائز ہے اس صورت کہ وہ حقیقتاً لڑائی میں شامل ہو یا مقاتلین کے سے کام کرنے لگے"۔[2]

المصنّف الکتاب فی الاحادیث والآثار، ابو بکر بن ابن ابی شیبہ، مکتبہ الرشد ریاض، طبع اولی ۱۴۰۹ھ، باب من ینہی عن القتلہ فی دار الحرب،

1 ج ٦، ص ٤٨٦

2 الجہاد فی الاسلام، ص ٢٢٤

۔جیسا کہ دور حاضر میں عورتیں بھی جنگی مشقوں اور اسلحے سے آراستہ کردی گئی ہیں۔اور باقاعدہ جنگ کا حصہ ہوتی ہیں توان سے جنگ کرنااور قید کرنا جائز ہے۔

لیکن نہتے لوگوں پر جو نہ جنگ کا حصہ ہیں اور نہ ہی وہ جنگی سرگرمیوں میں شامل ہیں بمباری اور قتل وغارت کی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا۔دور جدید میں جہاں سکولوں پر ایٹم بموں سے حملے کیے جاتے ہیں عورتوں کی عصمت دری کی جاتی ہے بوڑھوں کو سرعام سڑکوں پر گھسیٹا جاتاہے جس کی مثالیں ہر جگہ موجود ہیں۔

امریکہ نے افغانستان، پاکستان ور عراق میں خود ساختہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں اب تک ۵ لاکھ افراد کا قتل عام کیا جن میں عورتوں اور بچوں کی بڑی تعداد شامل ہے۔ (1)

پاکستان کے صوبہ خیبر پختونخواہ کے دارالحکومت پشاور میں واقع آرمی پبلک سکول پر طالبان کے حملہ میں ۱۰۰ بچوں سمیت ۱۴۱ افراد ہلاک کردیئے گئے۔ (2)

۲۴ اگست ۲۰۱۸ کو سعودی اتحادی فورسز نے یمن میں حملہ کرکے ۲۲ بچوں اور چار خواتین کی زندگی کا چراغ گل کردیا اس سے قبل دس اگست کو ایک سکول بس پر فوجی حملہ میں ۳۰ بچے مارے گئے۔ (3)

سعودی عرب ایک اسلامی ملک ہے لیکن یہ حرکت اگر ہم مسلم ممالک بھی کریں گے تو غیر مسلم اقوام کیسے ہم سے راہنمائی لیں گی ہمیں اس بارے میں بھی سوچنا چاہیئے۔اور اسلام کے اصولوں پر کاربند ہو کر دنیا کے لیے مشعل راہ بننا چاہیئے۔

اقوام متحدہ کے ادارے برائے اطفال یونیسف نے کہاہے کہ شام میں لاکھوں بچے روزانہ ہونے والے حملوں کی زد میں ہیں ۶۰ لاکھ بچے انسانی بنیادوں پر دی جانے والی امداد پر منحصر ہیں ۲۳ لاکھ بچے نقل مکانی کرچکے ہیں جبکہ ۲۸ لاکھ بچوں کو سنگین صورتحال کا سامنا ہے صرف ۲۰۱۵ء میں ۶۵۲ بچے ہلاک ہوچکے ہیں۔ (4)

اقوام عالم کی انسانی حقوق کی تنظیموں کو اس حوالے سے سوچنا چاہیئے اور اسلامی اصولوں کے نفاذ کی کوشش کرنی چاہیئے یقیناً اسی میں دنیا کی فلاح ہے۔

---

1 مہر خبررساں ۹ نومبر ۲۰۱۸

2 بی بی سی اردو ڈاٹ کام، ۱۶ دسمبر ۲۰۱۴

3 روزنامہ نئی بات جنوری ۲۰۱۹

4 مرکز اطلاعات فلسطین، ۱۴ مارچ ۲۰۱۷

۶۔دوران جنگ چاک وچوبند رہنے کی تاکید

اسلام نے دشمن کی سازشوں سے نبٹنے کے لیے درج ذیل ہدایات سے نوازا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :

﴿وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُواْ لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً وَاحِدَةً وَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ كُنتُم مَّرْضَى أَن تَضَعُواْ أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُواْ حِذْرَكُمْ ﴾[1]

ترجمہ: کفار اس تاک میں ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان کی طرف سے تھوڑا غافل ہو تو وہ تم پر یک بار گی ٹوٹ پڑیں ۔البتہ اگر تم بارش کی وجہ سے تکلیف محسوس کرو یا بیمار ہو تو اسلحہ اتارنے کی اجازت ہے۔ مگر پھر بھی چوکنے رہو۔

عصر حاضر میں جنگوں کے انداز بھی تغیّر پزیر ہو چکے ہیں۔اب دشمن کا انحصار تیر و تلوار کی بجائے میڈیا اور تہذیب و تمدّن کی یلغار پر ہے۔ برطانوی رسالے اکانومسٹ کے مطابق امریکا کی اصلی حکومت تھنک ٹینکس ہیں ان اداروں میں ”رینڈ کارپوریشن“ کا نام بہت نمایاں ہے جس کا سالانہ بجٹ ۱۵۰ ملین ڈالر ہے جس کا مقصد مسلمانوں کو قابو میں لانا، اور ایسے مسلمان تیّار کرنا جو مذہب کو ہماری تجاویز کے مطابق عمل میں لائیں ۲۰۰۷ میں اس ادارے نے ۲۱۷ صفحات پر مشتمل ایک رپورٹ تیّار کی جس کی دفعات درج ذیل تھیں:

۱۔ شریعت کے احکام کو ضروری نہ سمجھنا۔

۲۔خواتین کا یہ حق تسلیم کرنا کہ وہ شادی کے بغیر اپنا ساتھی چن سکیں۔

۳۔ مسلم اکثریتی ممالک اقلیت سے تعلق رکھنے والے شخص کو کلیدی عہدے دینے کے قائل ہوں۔

۴۔جمہوریت کے مغربی تصوّر کو بلا کم و کاست تسلیم کرنا۔

۵۔انسانی اقدار کی نفی اور توہین کرنے والی حرام کاریوں کو قانونی جواز بخشا گیا۔[2]

ان حقائق کے پیش نظر ہمیں ایٹم بم کی جنگ کے ساتھ ساتھ تہذیبی جنگ کے لیے بھی اپنے آپ تیّار کرنا ہو گا جیسے رینڈ کارپوریشن جیسی تنظیمیں تہذیبی طور پر ہمیں شکست دینے کے درپے ہیں ہمیں بھی تہذیبی طور پر اپنی قوم میں اسلامی تہذیب

---

1 سورۃ النّساء ۴:۱۰۲

2 ماہنامہ ترجمان القرآن، دسمبر ۲۰۰۷

وتمدّن کے ساتھ وابستگی کو مضبوط کرنا ہوگا مغرب زدّہ ذہنیت کو ختم کرنا ہوگا۔ اگر ہم نے بر وقت یہ قدم نہ اٹھایا تو ہم یہ جنگ ہار جائیں گے۔

دوران جنگ اسلحہ اتارنا بھی کمزوری کی علامت ہے اور دشمن ایسے موقعوں کی تلاش میں رہتا ہے۔اور حملہ کرے گا اس اصول کے تحت ہر وقت دشمن کے مقابلے کے لیے تیار رہنا چاہیئے اور کسی دم غافل نہ رہا جائے کیوں کہ چاک وچوبند دستے ہی فتح کی علامت ہوتے ہیں۔

۷۔ کھیتوں، باغات اور درختوں کے کاٹنے کی ممانعت

اسلام نے دوران جنگ ملکی وسائل کو نیست ونابود کرنے ،کھیت کھلیان،اور درختوں کو کاٹنے کی ممانعت فرمائی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جب شام کی طرف اسلامی فوج کو روانہ کیا تو ان کو درج ذیل احکام دیئے اور بعد میں آنے والے مسلمان جانشینوں نے بھی ان ہدایات پر عمل کیا۔اور اسلام کے یہ سنہری اصول آج بھی اسی طرح قابل عمل ہیں جس طرح چودہ سو سال پہلے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَقْتُلَنَّ صَبِيًّا، وَلَا امْرَأَةً، وَلَا كَبِيرًا هَرِمًا، وَلَا تَقْطَعَنَّ شَجَرًا مُثْمِرًا، وَلَا تُخَرِّبَنَّ عَامِرًا، وَلَا تَعْقِرَنَّ شَاةً وَلَا بَعِيرًا إِلَّا لِمَأْكَلَةٍ، وَلَا تُغْرِقَنَّ نَخْلًا، وَلَا تَحْرِقَنَّهُ، وَلَا تَغْلُلْ، وَلَا تَجْبُنْ))[1]

ترجمہ: بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا۔ پھلدار درختوں کو نہ کاٹنا، عمارتوں کو نہ گرانا، اونٹ اور بکری کے پاوں نہ کاٹنا سوائے کھانے کی ضرورت کے، کھجور کے درختوں کو نہ کاٹنا ہو اور نہ برباد کرنا۔

دور حاضر کے جارحین کے لیے یہ احکام فن حرب کی حیثیت رکھتے ہیں احکامات میں اخلاقیات کا عمدہ نمونہ ان لوگوں کے لیے موجود ہے جو بے دریغ سول آبادیوں پر حملہ کرتے ہیں اور معصوم بچوں عورتوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے دہشت گرد حملوں کی صورت میں بچوں کے سکولوں کو ٹارگٹ کیا جاتا ہے مساجد، مدارس اور خانقاہوں پر بمباری کی جاتی ہے۔اسلام ان تمام اعمال وحرکات کو غیر شرعی قرار دیتا ہے۔البتہ فوجی ضرورت کے لیے جانوروں اور درختوں کو استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران امریکہ کے جاپان پر گرائے گئے ایٹم بم نے ناگاساکی کے شہر کا تقریباً ۳۰ فیصد حصہ تباہ کر دیا تھا۔ صنعتی علاقہ بالکل زمین بوس ہو گیا تھا زندہ بچ جانے والے بیشتر افراد ہولناک زخموں کا شکار ہو گئے تھے۔

---

[1] مصنّف ابن ابی شیبہ، ج۶، ص ۴۸۳

اکارامی کیتھڈرل نامی گرجاگھر بھی مکمل تباہ کردیا گیا تھا۔[1]

عراق میں جاری جنگ میں داعش تنظیم نے بے شمار شہروں کو تباہ کردیا ہے جس کی وجہ سے ۳۳لاکھ افراد بے گھر ہو چکے ہیں اس کے علاوہ بے تحاشہ جانی ومالی نقصان ہوا۔

۲۰۱۷ءمیں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق عراق میں داعش کے حملوں کے بعد موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے عراق خشک سالی کا شکار ہو چکا ہے۔[2]

۸۔دشمن کی لاشوں کا مثلہ کرنے کی ممانعت

عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمیں صدقہ کرنے کی تاکیداور مثلہ کرنے سے روکتے تھے:

((يَحُثُّنَا عَلَى الصَّدَقَةِ، وَيَنْهَانَا عَنِ الْمُثْلَةِ))[3]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ ہمیں صدقہ کرنے کی ترغیب دیتے تھےاور مثلہ سے روکتے تھے۔

دور جاہلیت میں انسانی جانوں کا مثلہ کیا جاتا تھا یعنی تمام اعضا کاٹ کاٹ کر ٹکڑے کر دیئے جاتے تھے۔اس سے بڑھ کر یہ کہ لاشوں کا کلیجہ نکال کر ہار بنالیا جاتا،دانتوں سے چباتے اور کھوپڑی میں شراب ڈال کر پیتے تھے۔ آج بھی زہریلے مواد،اور ایٹم بم کے استعمال سے انسانی جانوں کے چیتھڑے اڑائے جاتے ہیں خود کش بم دھماکوں کی صورت میں انسانی اعضاء قیمہ بن کر آسمان میں اڑتے ہیں۔لیکن اسلام نے ایسا کرنے کی سختی سے ممانعت فرمادی اسلام کے اس اصول سے استفادہ کی عصر حاضر میں بھی اشد ضرورت ہے۔

اسلام چاہتا ہے کہ تکریم انسانیت برقرار رہے لیکن دور حاضر میں بہت سے واقعات سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی اہمیّت ایک معمولی جانور سے بھی کم ہے جس کی کچھ مثالیں درج ذیل ہیں:

---

1 بی بی سی اردو ڈاٹ کام،۱۹اگست ۲۰۱۵

2 اے آر وائی نیوز،ویب ڈیسک ۵،اپریل ۲۰۱۸

3 سنن ابی داؤد، باب فی النہی عن المثلۃ،ج۳،ص ۵۳

بی بی سی کی ایک رپورٹ میں ایک ویڈیو میں دکھایا گیا ہے کہ افغان جنگ کے دوران امریکی فوجی وردی میں ملبوس چار افراد، داڑھی والے تین مردہ انسانوں پر پیشاب کر رہے ہیں۔ زمین پر پڑے تین انسانوں میں سے ایک خون سے لت پت ہے۔ (1)

بھارتی فوج کے اہلکاروں نے جموں کشمیر کے ضلع ریسی میں ''مینہ'' مقابلے میں شہید کیے گئے کشمیری نوجوانوں کی ٹانگوں کو زنجیر سے باندھ کر سڑکوں پر گھسیٹا(2)

اس حوالے سے اقوام عالم کو غور وفکر کرنا چاہیئے اور ایسے خطرناک بموں اور اسلحوں کی روک تھام کے لیے اصول وضع ہونے چاہئیں۔

۹۔اسیران جنگ سے برتاؤ کے اصول

میدان جنگ میں فتح کے بعد اسیران جنگ سے جو برتاؤ نبی کریم ﷺ اور ان کے جانشینوں نے کیا اس کی درج ذیل صورتیں سامنے آتی ہیں:

۱۔﴿ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاء ﴾(3)

ترجمہ: پھر ان قیدیوں کو احسان کر کے چھوڑ دو یا فدیہ لے کر۔

۲۔فتح مکہ کے موقعہ پر اپنے جانی دشمنوں سے بھی عفوودر گزر سے کام لیا گیا اور فرمایا:

((اذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ)) (4)

ترجمہ: جاؤ تم سب آزاد ہو۔

۳۔احسان کر کے چھوڑ دیا جائے۔

---

1 بی بی سی اردو ڈاٹ کام، ۱۲ جنوری ۲۰۱۲

2 بی بی سی اردو ڈاٹ کام، ۱۲ جنوری ۲۰۱۲

3 سورۃ محمدؐ ۴:۲۶

4 سنن کبریٰ، ابو بکر بیہقی، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، ۱۴۲۴ھ، ج۹، ص۱۹۹

حضرت ابو جندلؓ اور عتبہ بن اسیدؓ کے جتھے نے تجارتی قافلہ پر حملہ کر کے قیدی بنائے اور غنیمت حاصل کی۔ پھر حکم نبوی ﷺ کے مطابق سب کچھ واپس کر دیا۔

۴۔ فدیہ لے کر آزاد کر دیا۔

جنگ بدر میں قیدیوں سے فدیہ لیا گیا۔ اور جو لوگ فدیہ نہ ادا کر سکتے تھے ان کو کہا کہ ہمارے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔

ڈاکٹر خالد علویؒ اپنی کتاب انسان کامل میں میں لکھتے ہیں کہ :

''دور جاہلیت میں اسیروں کو قتل کر دینا انتقامی کاروائی کا ایک حصہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے قتل اسیر سے منع فرمادیا''۔[1]

امریکہ نے مختلف جنگوں میں لوگوں کی کثیر تعداد کو اغوا کر کے کیوبا کی خلیج ''گوانتانامو'' میں واقع ایک امریکی فوجی اڈے کے زندانوں میں قید رکھا ہے یہ قید خانہ امریکی نظام انصاف کے ماتحت نہیں آتا بلکہ امریکی فوج اور خفیہ ادارے اسے چلاتے ہیں اس کے علاوہ بحری جہازوں میں بھی اغواشدگان کو قید کیا گیا جس میں قیدیوں پر اذیّت ناک تشدد کیا جاتا رہا جس میں ''پانی تختہ'' کی اذیّت بھی استعمال کی گئی جس کی اجازت امریکی حکومت کے بالائی ایوانوں نے دی۔ ایف بی آئی کے کارندوں نے گوانتانامو میں امریکی اور سی آئی اے کے ہاتھوں ہونے والے تشدد پر ایک لف کھولا جس کا عنوان ''جنگی جرائم'' تھا امریکی صدر بش کے ایک بیان کے مطابق تشدد کے جرائم پر کسی امریکی اہلکار کو سزاوار نہیں ٹھہرایا جائے گا۔[2]

(Physision for Humen Rights) کی ایک چشم کشا رپورٹ کے مطابق:

دہشت گردی کے نام پر گرفتار کیے جانے والے سینکڑوں بے گناہ افراد کو فوجیوں نے بجلی کے جھٹکے لگائے، جنسی تشدد کیا، کتے چھوڑے، خواتین گارڈز کے سامنے برہنہ چہل قدمی کرائی گئی، خوراک و نیند سے محروم رکھا گیا۔ امریکی ڈاکٹروں نے علاج سے انکار کر دیا۔ رہا ہونے والے قیدی سنگین ذہنی و جسمانی بیماریوں میں مبتلا ہو گئے۔[3]

---

1 انسان کامل، ص ۳۰۷

2 گلوب اینڈ میل، ۱۶ اپریل ۲۰۰۹ء

3 روزنامہ ایکسپریس اردو، ۱۹ جون ۲۰۰۸ء

شام میں بشار الاسد نے خود پر ہونے والے حملے کے بعد تدمر جیل میں موجود تمام قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم دے دیا تھا پھر جیل میں دو ہفتوں تک قتل عام جاری رہا اور ۲۵۰۰ قیدیوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔[1]

العربیہ ڈاٹ نیٹ کے مطابق (ایمنسٹی) کی جانب سے ''انسانی قربان گاہ'' صیدانیا جیل میں ''اجتماعی قتل عام'' کے عنوان سے جاری ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ سنہ ۲۰۱۱ء سے ۲۰۱۵ء کے آخر تک شامی فوج نے کم از کم ۱۳ ہزار افراد کو پھانسی دے کر قتل کیا ہے۔[2]

عصر حاضر میں یہ مثالیں اقوام متحدہ اور انسانی حقوق کی نمائندہ تنظیموں کے منہ پر طمانچہ ہیں اور قوانین جنگ کی صریح خلاف ورزی ہے۔ اس حوالے سے اسلام کے قوانین جنگ ابدی ہیں جن سے آج بھی استفادہ ممکن ہے۔ آج بھی اگر ان اصولوں کو برتری حاصل ہو جائے تو گوانتاناموبے اور تدمر جیلوں کے واقعات پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

۱۰۔ قیدیوں کا تبادلہ

مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دو مسلمانوں کے بدلہ میں ایک دفعہ مشرکین کے ایک آدمی کو رہا کیا تھا۔ اور ایک موقعہ پر آپ نے گرفتار شدہ لڑکی اہل مکہ کو دے کر ان سے دو مسلمان رہا کرائے۔

۱۱۔ آگ میں جلانے کی ممانعت

انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے عرب اور غیر عرب دشمن کو زندہ جلادیا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ نے اپنے مبارک دور میں اس وحشیانہ حرکت کی ممانعت فرمادی۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جنگ پر جانے کا حکم دیا اور ہدایت دی کہ اگر فلاں دو آدمی تم کو ملیں تو ان کو جلادینا مگر جب ہم روانہ ہونے لگے تو بلا کر فرمایا:

((إِنِّي كُنْتُ أَمَرْتُكُمْ أَنْ تُحَرِّقُوا فُلاَنًا وَفُلاَنًا بِالنَّارِ، وَإِنَّ النَّارَ لاَ يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللَّهُ، فَإِنْ أَخَذْتُمُوهُمَا فَاقْتُلُوهُمَا))[3]

ترجمہ: میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں شخص کو جلادیں مگر آگ کا عذاب دینا سوائے خدا کے کسی کے لیے مناسب نہیں ہے اس لیے اگر تم انہیں پاؤ تو بس انہیں قتل کر دینا۔

---

1 العربیہ ڈاٹ نیٹ، ۱۶ فروری ۲۰۱۷

2 العربیہ ڈاٹ نیٹ، ۱۶ فروری ۲۰۱۷

3 صحیح بخاری، باب التودیع، ج ۴، ص ۴۹

ضوابط ہیگ اور اقوام متحدہ کے قوانین میں یورینیم افزودگی سے متعلق قوانین بنائے گئے ہیں۔ لیکن ان پر عملدرآمد ابھی تک نہیں ہو سکا ایٹمی ٹیکنالوجی کی دوڑ نے دنیا کو غیر محفوظ کر دیا ہے اور انسانوں کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ اسلام نے انسانوں کے خون کو تکریم بخشی ہے اور دوران جنگ بھی انسانوں کو آگ سے جلانے کی ممانعت فرمادی ہے اس اصول کو اپنا کر آج بھی دور جدید میں ہونے والی بداخلاقیوں پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

۱۲۔ مفتوح قوم سے حسن سلوک

اسلام مفتوح اقوام سے نہ صرف حسن سلوک کی تاکید کرتا ہے بلکہ اسلامی تاریخ میں ایسے عملی واقعات بھی موجود ہیں جن سے ہمیں یہ اصول ملتا ہے کہ اس نے مفتوح قوم کے ساتھ حسن سلوک کر کے بھی دکھایا ہے۔

فتح مکہ کے موقعہ پر نہایت فراخ دلی سے مفتوح قوم کو آزاد کیا گیا۔ اور درگزر کا رویہ اپنایا گیا۔ جس کی مثال دور حاضر میں بھی ناممکن ہے۔ غزوہ حنین میں چھے ہزار غلام قبضے میں آئے ان سب کو ازراہ احسان چھوڑ دیا گیا۔ [1]

معافی اور احسان کا یہ اصول آج بھی کار گر ہے بشر طیکہ اسلام کے ان زریں اصولوں کو اپنایا جائے۔

امریکہ اپنے مقبوضات کے ساتھ معافی اور حسن سلوک کا رویہ اپناتا تو آج اتنی رسوائی سے افغانستان سے انخلاء نہ کرتا لیکن اس نے ایسی انتقامی کاروائیاں کیں کہ جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔

۱۳۔ اسیران جنگ کو اسلام کی تبلیغ

اسلام دوران جنگ بھی دشمن کو دعوت دین قبول کرنے کا موقع دیتا ہے تاکہ وہ کفر اور باطل کے نظام کو چھوڑ کر حق اور انصاف پر مبنی دین کا ساتھ دے اگر وہ دعوت کو قبول کرلے تو پھر ان کے ساتھ جنگ نہیں کی جائے گی۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَى إِنْ يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴾[2]

ترجمہ: اے نبی کریم ﷺ تمہارے قبضہ میں جو قیدی ہیں۔ ان سے کہو۔ اگر اللہ کو معلوم ہوا کہ تمہارے دلوں میں کچھ خیر ہے تو وہ تمہیں اس سے بڑھ چڑھ کر دے گا۔ جو تم سے لیا گیا ہے اور تمہاری خطائیں معاف کرے گا۔ اللہ درگزر کرنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔

---

1 طبقات کبریٰ، ابن سعد، ج ۲، ص ۱۵۱

2 سورۃ الانفال ۱۰ :۷۰

اس آیت میں اسیران جنگ کو تبلیغ کرنے کااصول بیان کیا گیاہے۔کہ دوران قیدان کواسلام کی دعوت دی جائے اور یقیناًدعوت کا یہ موقعہ نہائیت کار گرثابت ہو سکتاہے۔جب ان کے دلوں میں یہ خوف ہو کہ یہ ہمارے ساتھ بد ترین سلوک کرنے والے ہیں ۔اوراس کے بدلے میں ان کواسلام کی دعوت دی جائے۔توان کے دل اسلام کی طرف راغب ہو سکتے ہیں۔

۱۷۔قیدی کی ضروریات کی کفالت

اسلام قیدیوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی ترغیب دیتاہے اوران کی کفالت کی تلقین کرتاہے ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾(1)

ترجمہ:اوراللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھاناکھلاتے ہیں۔

اس آیت میں نیک لوگوں کی صفات بیان کی گئی ہیں کہ وہ قیدیوں کے ساتھ عمدہ سلوک کرتے ہیں ان کی ضروریات کا خیال رکھتے ہیں۔صحابہ کرامؓ کے عمل سے بھی ثابت ہے کہ انہوں نے غزوہ بدر کے قیدیوں کے ساتھ اپنی ذات سے بھی بڑھ کر سلوک کیا یہاں یہ اصول اخذ ہوتاہے کہ قیدیوں کے ساتھ بجائے اس کے کہ انسانیت سوز سلوک کیاجائے ہر حالت میں ایک بے بس آدمی کوجواپنی روزی کے لیے خود کوئی کوشش نہ کر سکتاہو کھاناکھلاناایک بڑی نیکی کاکام ہے۔اسلام کے اس اصول سے جو چودہ سو سال پہلے ہی سکھادیاگیاتھاآج بھی رہنمائی لی جاسکتی ہے۔

آج بھی دنیامیں جنگوں کے بعد جس طرح انسانوں کو غلام بنایاجاتاہے اوران کو اذیّتیں دے دے کر یاتوہلاک کر دیاجاتاہے یاان کی زندگی تنگ کر دی جاتی ہے۔ان کی ضروریات کی کفالت نہیں کی جاتی۔اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں جیسے بھارت کی جیل میں ایک پاکستانی قیدی کو تشدد کر کے قتل کر دیاجاتاہے اور پھراس کی لاش کو پاکستان بھجوادیاجاتاہے۔اقوام متحدہ کواس کے خلاف ایکشن لیناچاہئے تاکہ درندگی اور سفاکیت کا یہ کھیل ختم ہو۔(2)

۱۵۔آداب جنگ

سورۃالانفال کی آیت نمبر ۴۶،۴۵اور ۴۷میں درج ذیل آداب بیان ہوئے ہیں:

ا۔ثابت قدمی کامظاہرہ۔

---

1 سورۃالدہر ۲۹:۸

2 روزنامہ نوائے وقت، ۲مارچ ۲۰۱۹

۲۔احکام شریعت کی پابندی۔

۳۔آپس میں لڑائی جھگڑے کی ممانعت۔

۴۔صبر کی تلقین۔

۵۔کفار جیسا رنگ ڈھنگ اختیار کرنے کی ممانعت۔

عصر حاضر میں بھی کفار کی فوجیں قحبہ خانوں ،فواحش کے اڈوں اور شراب کے پیالوں کو اپنا جزو لاینفک سمجھتی ہیں۔اور علی الاعلان عورتوں اور شراب کا زیادہ سے زیادہ راشن مانگتی ہیں اس کے علاوہ تکبر اور تفاخر کی یہ حالت ہے کہ سپاہی اور افسر کی چال ڈھال اور انداز گفتگو ان کی مکاریوں اور عزائم کو ظاہر کرتے ہیں جو بظاہر تو انسانی حقوق کا نعرہ لگا رہے ہوتے ہیں لیکن ان کے مقاصد میں سوائے انسانی حقوق کے باقی سب کچھ ہوتا ہے۔

روزنامہ پاکستان کے مطابق سات ہزار امریکی فوجی، نیٹو فوجی مشقوں کے لیے آئس لینڈ گئے جہاں انہوں نے اس قدر شراب نوشی کی کہ آئس لینڈ کے دارالحکومت ریکیاویک میں شراب ختم ہوگئی۔[1]

آج بھی اسلام کے ان آداب جنگ سے استفادہ ممکن ہے بشرطیکہ مسلمان ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ پر بھروسہ رکھیں اور غیروں پر انحصار کو کم سے کم کردیں۔

۱۶۔سامان جنگ اور مستقل فوج کی تیّاری

اسلام نے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ دفاع کو مضبوط بنانے کی ہدایت کی ہے تاکہ دشمن پر رعب قائم رہے۔ارشاد ربّانی ہے:

﴿ وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ﴾[2]

ترجمہ: اور تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیّار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کے لیے تیّار رکھو تاکہ اس کے ذریعے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعداء کو خوف زدہ کردو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔

---

1 روزنامہ پاکستان، ۲۹اکتوبر ۲۰۱۸

2 سورۃ الانفال ۱۰:۶۱

دور حاضر میں زیادہ سے زیادہ اسلحہ اور ایٹمی ٹیکنالوجی کا حصول جیسا کہ اس دور کے مروجہ ذرائع جنگ ہیں ان کا استعمال کرنا وقت کی ضرورت ہے اور یہ ذرائع جنگ ہر دور میں تبدیل ہوتے رہیں گے۔ لہذا ہر دور کے آلات جنگ سے استفادہ ضروری ہے تاکہ دشمن کا بھرپور مقابلہ کیا جاسکے۔ طاقت ور ممالک کمزور ممالک کو تخفیف اسلحہ پر مجبور کرتے ہیں اور خود دنیا میں سب سے زیادہ اسلحہ بنانے اور فروخت کرنے والے ہیں۔

اسلام کے اصول سے فائدہ اٹھانا چاہئے لیکن اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اس کا مقصد دشمن کو خوف زدہ کرنا ہونا چاہئے نہ کہ امن کو تباہ و برباد کرنا کیوں کہ اسلام فساد فی الارض کو ناپسند کرتا ہے۔

۱۸۔ فوج میں بھرتی کے لیے عمر کی حد

اسلام میں جنگ میں شمولیت کی غرض سے عمر کی حد کا اندازہ ایک حدیث مبارکہ سے لگایا جاسکتا ہے جیسا کہ ابن عمر فرماتے ہیں:

((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَرَضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً، فَلَمْ يُجِزْهُ، وَعَرَضَهُ يَوْمَ الخَنْدَقِ، وَهُوَ ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً، فَأَجَازَهُ))[1]

ترجمہ: ابن عمر فرماتے ہیں کہ جب وہ غزوہ احد میں شرکت کے لیے نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش ہوئے اس وقت آپ کی عمر چودہ سال تھی تو آپ کو جنگ کی اجازت نہ ملی۔ پھر آپ غزوہ خندق میں پیش ہوئے تو آپ کی عمر پندرہ سال تھی۔ پس اس وقت نبی کریم ﷺ نے آپ کو اجازت دے دی۔

اس روایت سے یہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کم عمر بچوں کو جنگ میں شریک ہونے سے منع تو نہیں فرمایا البتہ فوج میں شریک ہونے کے لیے ایک عمر کا تعیّن فرمادیا اور وہ پندرہ سال کی عمر ہے جب ایک نوجوان اپنے کارنامے دکھا سکتا ہے۔

دور حاضر میں فوج میں شمولیت کے لیے ۱۷ سے ۲۳ سال کی عمر درکار ہوتی ہے۔ اسلام میں درج ذیل روایت کے مطابق یہ عمر ۱۵ سال تھی۔

۱۹۔ اموال غنیمت کی تقسیم کا اصول

اسلام میں غنیمت کے مال کو چھپانے کی سختی سے ممانعت ہے کیوں کہ مال اجتماعی مصالح کے لیے استعمال ہونا ہوتا ہے اگر تقسیم سے پہلے ہی ان اموال میں سے کچھ لے لیا جائے تو ایک تو لوگوں میں احساس محرومی پیدا ہوتا ہے دوسرا منظم انداز میں ان اموال کی تقسیم ناممکن ہو کر رہ جاتی ہے۔ اسلام میں تو اجتماعیت کا خیال رکھنے کا اصول تمام شعبہ زندگی میں کارفرما نظر آتا ہے۔

---

1 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ الخندق، ج ۲، ص ۵۸۸

نبی کریم ﷺ کاارشاد ہے:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ هَذَا مِنْ غَنَائِمِكُمْ، أَدُّوا الْخَيْطَ، وَالْمِخْيَطَ، فَمَا فَوْقَ ذَلِكَ، وَمَا دُونَ ذَلِكَ، فَإِنَّ الْغُلُولَ عَارٌ، عَلَى أَهْلِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَشَنَارٌ وَنَارٌ))[1]

ترجمہ :اے لوگو غنائم تمہارے لیے ہیں میری اپنی ذات کا ان میں کوئی اپنا حصہ نہیں ہے بجز خمس کے اور خمس بھی تمہارے اجتماعی مصالح پر خرچ کر دیا جاتا ہے۔لہذا ایک ایک سوئی اور ایک ایک دھاگہ تک لا کر رکھ دو کوئی چھوٹی یا بڑی چیز چھپا کر نہ رکھو کہ ایسا کرنا شرمناک ہے اور اس کا نتیجہ دوزخ ہے۔

محمد حسین ہیکل اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

"نبی کریم ﷺ نے مال غنیمت میں تین قسم کے لوگوں کے لیے مال غنیمت میں حصے رکھے تھے۔

ا۔شہدائے بدر کے وارثوں کے لیے مقتولین کا حصہ۔

۲۔نائبین انتظام کا حصہ، جن کا نبی کریم ﷺ نے مدینہ سے باہر نکل آنے کے بعد کسی نہ کسی منصب پر تقرر فرمایا تھا۔

۳۔جو لوگ کسی ضروری مانع کی وجہ سے غزوہ میں شریک نہ ہو سکے تھے۔

یعنی ہر اس شخص کو بھی غنیمت میں حصہ دیا گیا جو اس کا مستحق تھا"۔[2]

---

1 سنن ابن ماجہ، باب الغلول، ج ۲، ص ۹۵۰

2 حیات محمد، ص ۳۲۵

نتائج مقالہ

موجودہ دور مغرب کی ترقی اور مسلمانوں کی تنزلی کا دور ثابت ہو رہا ہے مسلمان نوجوان جہاں سائنس اور ٹیکنالوجی کی میدان میں بہت پیچھے ہے وہاں جنگی میدان میں بھی دشمن کے مقابلے میں بہت سی قابلیتوں سے عاری دکھائی دیتا ہے نتیجتاً دشمن ہر محاذ پر مسلمانوں کو شکست خوردہ کرنے کی کوششوں میں ہے علمی، تہذیبی اور معاشی حملے جاری ہیں اسلامی ممالک میں جنگ اور انتشار وافتراق کی کیفیت پیدا کر دی گئی ہے اور ایسے حکمران مسلط کر دیے گئے ہیں جو عالمی استعماری مقاصد کی تکمیل میں سر گرداں ہیں۔ دوسری طرف مسلم نوجوان اپنی علمی، تہذیبی اور اخلاقی میراث سے بالکل نابلد ہے اور دین اسلام کو چند عبادات کا مجموعہ ہی سمجھ بیٹھا ہے اور مغربی یلغار سے بری طرح متاثر ہے اس تحقیقی مقالے میں ان مسائل کے پردہ پشت میں موجود وجوہات کو جانا گیا ہے۔

- مسلمانوں کی شکست ان کی بداعمالیوں کا نتیجہ ہیں۔
- موجودہ دور میں عدم استحکام اور غیر یقینی صورتحال اس کی ذمہ ّدار ہے تو ہمیں کہیں نہ کہیں مسلمان نوجوان کی اخلاقی تربیّت اور اسلام سے دوری بھی اس کا ایک اہم سبب ہے۔ آج کا مسلمان جس قدر اسلام سے دور ہوتا جائے گا وہ مصائب، پریشانیوں کے اس بھنور میں پھنستا چلا جائے گا۔
- مسلمانوں کی تنزلی کی ایک وجہ جدید ٹیکنالوجی کا غلط استعمال اور سہل پسندی بھی ہے جو جہاد کے مقاصد کے حصول میں رکاوٹ ہیں۔

اسلام دین فطرت ہے اور انسان کی زندگی کے ہر پہلو میں رہنمائی کرتا ہے انسانوں کی فلاح اور درستگی کے لیے جہاں قرآن وسنّت نے قوانین مرتّب فرمائے ہیں وہاں اللہ تعالی نے معاشی، معاشرتی اور سیاسی مسائل کے حل کے لیے بھی اصول بیان فرمائے ہیں گویا اسلام نے ہر ایک چیز کا طریقہ کار بتادیا چنانچہ تحقیقی مقالے میں عالمی سطح پر امن کو قائم رکھنے کے لیے اسلام کے صلح وجنگ کے اصول اور عصر حاضر میں ان کا عملی انطباق پیش کر دیا گیا ہے۔

ا۔ اسلام کے ان زریں اصولوں کو اس پر فتن دور میں بھی ملکوں اور اقوام عالم کے لیے ایک لائحہ عمل کے طور پر پیش کرنا ہے۔ جن کے ذریعے طاقتور اقوام کی ہوس ملک گیری اور ذاتی مفاد کا خاتمہ ممکن ہے۔ کیونکہ اسلام میں جنگ کا مقصد محض رضائے الٰہی کا حصول اور ظلم وجبر کا خاتمہ ہے۔

۲۔ دنیا میں دہشت گردی کی ایک وجّہ خود غرضی اور ذاتی مفاد بھی ہے جس کی وجّہ سے آج کا انسان محض ذاتی انا کی تسکین کے لیے معصوم انسانوں کا قتل عام کر رہا ہے ذاتی اغراض کی تکمیل کے لیے علاقوں کے علاقوں کو نیست و نابود کیا جاتا ہے جہاں بے گناہ عورتیں اور بچے بے سرو سامانی کی زندگی گزارنے اور اپنے وطن کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ یہ تمام چیزیں معاشروں میں افراتفری اور انتشار کا باعث بن رہی ہیں۔

۳۔ دور حاضر میں جنگوں سے متعلق وضع کردہ اصولوں میں عیوب و نقائص کی وجہ سے آج کا انسان ان اصولوں سے بیزار اور عمل کرنے سے قاصر ہے۔ اس کا عملی مظاہرہ جنگ عظیم اوّل و دوم میں دیکھنے میں آچکا ہے لہذا اس کے مقابلہ میں اسلام کے یہ اصول آج بھی اقوام عالم کے لیے قابل عمل اور قابل تقلید ہیں۔

۴۔ اسلام کے اصول جنگ امن و سلامتی کا درس دیتے ہیں صلح کو ہمیشہ جنگ پر فوقیت دی گئی ہے۔ دوران جنگ بھی بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کی حق تلفی اسلام برداشت نہیں کرتا فتح مکہ اور صلح نامہ حدیبیہ انتہائی سبق آموز ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جنگوں میں مجموعی طور پر مدافعانہ اصول اپنایا اور بلا وجہ جنگ مسلط کرنے سے احتراز برتا گیا ہے الّا یہ کہ جہاں سے پیش آمدہ جنگ کی اطلاعات موصول ہو چکی ہوں۔

۵۔ اسلام نے ہی سب سے پہلے دنیا کو جنگ اور امن سے متعلّق اصولوں سے روشناس کرایا اس سے پہلے دنیا ان اصولوں سے نا آشنا تھی اور آج بھی قوانین جنگ خوشنما انداز میں تحریروں میں تو موجود ہیں لیکن دنیا میں ان پر عمل کہیں بھی نہیں ہو رہا بلکہ ان کے برعکس وہ تمام اعمال ہو رہے ہیں جو ان کے اپنے وضع کردہ قوانین کے خلاف ہیں۔

۶۔ قبل از اسلام ہوس و عناد اور ذاتی انتقام ہی کو قوانین جنگ کا نام دیا جاتا تھا۔ دوران جنگ انسانی لاشوں کا بے دریغ مثلہ کیا جاتا۔ جب تک انتقام کی آگ سرد نہ پڑتی تھی قیدیوں اور غلاموں سے بدلہ لیا جاتا تھا سفراء کو قتل کرنا عام سی بات تھی فصلوں اور باغات کو جلا دیا جاتا، جنگ کے بعد فاتحین علاقوں کے علاقوں کو نیست و نابود کر کے رکھ دیتے تھے مقاتلین اور غیر مقاتلین میں کوئی امتیاز نہ تھا۔ نبی مہربان ﷺ نے قبل از بعثت ہی مشرکین مکہ کے مابین حلف الفضول اور حجر اسود کے نصب کرنے کے واقعات سے جنگ و جدل کے خاتمہ کا اعلان کر دیا تھا۔ پھر میثاق مدینہ، صلح نامہ حدیبیہ، فتح مکہ، اور خطبہ حجۃ الوداع کے انسانی منشور نے بین الاقوامی قوانین کو ایک نئی جہت بخشی۔

۷۔ دوران جنگ اور بعد از جنگ اخلاقی اصولوں کو جنگی اصولوں کے خلاف سمجھا جاتا ہے اقوام متحدہ کے صلح و جنگ کے اصول محض صفحۂ قرطاس کی زینت بن کر رہ گئے ہیں اور جنگی جرائم باقاعدہ قانونی طریقے سے سرانجام پا رہے ہیں۔

۸۔افواج کے لیے عورتیں اور شراب جزولاینفک کی حیثیت رکھتی ہیں حرام خوری کی وجہ سے ان کی عادات چیر پھاڑ کرنے والے درندوں سے بھی بڑھ کر ہیں جس کی مثالیں امریکہ کی ابو غریب اور شام کی تدمرّ جیلوں میں سسکتی انسانیت کی صورت دکھائی دیتی ہیں۔

۹۔معاہدات شکنی اس دور کی کوئی بری بات نہیں سیز فائر کے معاہدات کو پس پشت ڈال کر سوّل آبادیوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے اور بستیوں کی بستیاں کھنڈرات کا منظر پیش کرتی ہیں ان خلاف ورزیوں نے دنیا کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے ایٹمی ممالک کے جنگی جنون نے عام انسان میں خوف و حراس پیدا کر دیا ہے۔

۱۰۔ سیکولر عالمی طاقتیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جہاں صف آراء ہیں وہاں ان کے دین کے بنیادی اصولوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنا بھی ان کا مشن بن چکا ہے مسلمان کو بطور دہشت گرد پیش کیا جاتا ہے اور جہاد کی غلط تشریحات پیش کر کے سادہ لوح لوگوں کو اپنا ہمنوا بنانے کی کوششیں جاری ہیں۔ جبکہ اسلام امن و آشتی کا دین ہے۔ مسلمانوں کا نبی رحمۃ اللعالمین ہے۔اور اسلام کا مطلب ہی سراسر سلامتی ہے۔اور انسانیت کو اپنی تعلیمات کی روشنی میں خوشحالی و فلاحی معاشرے کی تشکیل کے لیے زریں اصول فراہم کرتا ہے۔

۱۱۔الغرض ان تمام انسانی مسائل کا سدّباب قرآن و سنّت کی روشنی میں ہی ممکن ہے اسلامی تعلیمات اور تاریخ سے واقفیّت اور بالخصوص حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کے واقعات مسلمان نوجوان کے لیے مشعل راہ ہیں جن کی روشنی سے وہ اپنی منزل کا باآسانی تعیّن کر سکتا ہے۔

سفارشات

ا۔اس تحقیق میں صلح وجنگ کے اصولوں کو مفصل انداز میں پیش کیا گیاہے چنانچہ دہشت گردی اور بدامنی جیسے مسائل کو حل کر نے میں یہ تحقیق بہت مفید ثابت ہو گی۔

۲۔ تحقیقی مقالہ علوم اسلامیہ کے طلباء کے لیے بالخصوص اور دیگر کے لیے بالعموم ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلیمی پالیسی پر خصوصی توجّہ مرکوز کرتے ہوئے نصاب میں دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات کو بھی نصاب کالازمی جزبنایا جائے جونوجوانوں کے ذہنوں کو شعوری آگاہی کے ساتھ ساتھ اسلامی اصول وقوانین کی پابندی کی افادیت اوراہمیّت کو واضح کردے۔

۳۔ مستشرقین کے اسلامی جہاد پر کیے گئے اعتراضات کا جواب ان اصولوں کی روشنی میں دیا جائے۔

۴۔ طاقت ور ممالک کمزور ممالک کواپنے پنجہ استبداد میں کستے چلے جارہے ہیں۔ان حالات میں خاموش رہنا بھی نگاہ شریعت میں ظالم کاساتھ دینے کے ہی مترادف ہے۔ضرورت اس امر کی ہے۔ظالم کو ظلم کرنے سے روکا جائے لہذا جہاں کہیں بھی ظلم ہورہاہواپنی زبان کو موثر ہتھیار کے طورپر استعمال کرناضروری ہے۔

۵۔جہاد اسلامی در حقیقت تخریب کاری اور دہشت گردی کے خاتمہ کانام ہے۔جہاد پر دہشت گردی کالیبل لگانا۔ سراسر تعصب وتنگ نظری کی بنیاد پر ہے۔جیساکہ اسلام کے صلح وجنگ کے اصولوں سے واضح ہے۔اسلام مخالف قوتوں کواپنی اس روش کو بدلناچاہیئے۔

٦۔علماء،دانشوروں اور صحافیوں کواخبارات، جرائد،ریڈیو،ٹی وی،اور پرنٹ والیکٹرانک میڈیا کے ذریعے جہاد کے امن وسلامتی کے پیغام کو دنیا کے سامنے پیش کرناچاہئے تاکہ جہاد اور جنگ کافرق منظر عام پر آسکے اور منفی پروپیگنڈااور شکوک وشبھات کا خاتمہ ہوجائے۔

۷۔علمائے کرام، محققین ملت،ادیبوں،دانشوروں،اور معاشرے کے صائب الرّائے حضرات کی ذمہ داری ہے کہ اسلام کے صلح وجنگ سے متعلق زرّیں اصولوں کوعام لوگوں تک پہنچائیں۔تاکہ منفی پروپیگنڈے اور شکوک وشبہات کاخاتمہ ہوسکے۔

۸۔ان اصولوں کی روشنی میں عوامی سطح پر لوگوں کو متحد کرکے بڑھتی ہوئی دہشت گردی کے خاتمہ کے لیے اقدامات کرنے چاہیئں۔

۹۔ عوام کو دہشت گردوں کے مذموم مقاصد سے بھی باخبر رکھنا ہو گا کہ وہ ملک و قوم کے دشمن ہیں اور اسلام کے وضع کردہ قوانین اصول جنگ سے یکسر منحرف ہیں۔

۱۰۔ خلفائے راشدین کی تعلیمات کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ انہوں نے غیر مسلموں کے ساتھ بھی رواداری کی عمدہ مثالیں قائم کر دیں تھیں۔ جو ہمارے لیے اسوۃ حسنہ ہے۔ ان تعلیمات کی روشنی میں اقلیّتوں کے حقوق کو ادا کیا جائے۔

۱۱۔ تعلیمی اداروں کے نصاب میں اسلام کے ان اصولوں کو شامل کر کے عصر حاضر کے نوجوانوں کو حقیقی جہاد سے روشناس کرایا جائے۔

۱۲۔ ریاست کی بھی ذمہّ داری بنتی ہے کہ وہ افواج کے نصابی کورسز میں ان اصولوں کو شامل کرے تاکہ ہماری سپاہ جنگی متقاضیات کے حصول کے لیے غلط راستوں کی طرف راغب نہ ہوں۔

فہرست آیات

نمبر شمار	آیت کا متن	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
	إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔۔۔۔۔	البقرة	۳۰	۱۲۴
	إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً۔۔۔۔۔	البقرة	۳۰	۱۲۴
	أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاء	البقرة	۳۰	۱۲۴
	أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ	البقرة	۳۱تا۳۲	۱۲۵
	وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا	البقرة	۱۷۸	۱۲۵
	سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا	البقرة	۳۱تا۳۲	۱۲۵
	فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ	البقرة	۱۷۸	۴۸،۱۰۹
8	وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ	البقرة	۱۹۰	۲۸
9	وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ	البقرة	۱۹۳	۱۷
	كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَكُمْ	البقرة	۲۱۶	۴۳
	وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ	البقرة	۲۵۱	۴۸
	كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ	اٰل عمران	۱۱۰	۱۷
	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَة	اٰل عمران	۱۱۸	۲۹
	اَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا	النّسآء	۵	۳۱
	وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ	النّساء	۷۵	۴۹
	وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُواْ لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ	النّسآء	۱۰۲	۲۰۰
	الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ا	النّسآء	۱۱۴	۴۴
	وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا	النّساء	۱۲۸	۴۵
	كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ	المائدة	۶۴	۴۶
	قَالُوا يَا مُوسَى إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ	المائدة	۲۲	۵۰
	قَالُوا يَا مُوسَى إِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا أَبَدًا مَا دَامُوا فِيهَا	المائدة	۲۴	۵۰
	قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً	المائدة	۲۶	۵۰
	الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ	المائدة	۳	۷۰

	اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ	الانعام	۱۲۴	۵۹
	وَقَالَ مُوسَى لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي	الاعراف	۱۴۲	۱۲۷
	يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ	الانفال	۱	۳۲
	وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى	الانفال	۱۷	۷۵
	إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ	الانفال	۳۶	۷۷
	وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ	الانفال	۵۸	۱۹۱
	وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا	الانفال	۶۱	۱۰۹
	يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَى	الانفال	۷۰	۲۰۴
	إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا	الانفال	۷۲	۲۶
	وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ	الانفال	۳۰	۶۴
	وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ	الانفال	۶۱	۲۰۶
34	بَرَاءَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ	التّوبہ	۱	۱۹۳
35	إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ	التّوبہ	۴	۱۹۰
36	أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ	التّوبہ	۱۳	۱۸۸
37	لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ	التّوبہ	۲۵	۱۰۰
38	إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ	التّوبہ	۶۰	۲۹،۳۲
39	وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ	التوبہ	۱۲	۱۷۶
40	أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ	التوبہ	۷۰	۴۷
41	خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً	التوبہ	۱۰۳	۳۱
42	وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ	یوسف	۱۰۹	۵۸
43	قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ	ابراھیم	۱۱	۵۸
44	وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي	النّحل	۴۳	۵۴
45	وَلَا تَتَّخِذُوا أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ	النّحل	۹۴	۱۹۳
46	جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا	بنی اسرائیل	۸۱	۶۹
47	وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا	بنی اسرائیل	۸۵	۲۴
48	أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُو	الحج	۳۹	۲۸

۴۸	۴۰	الحج	وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ	49
۱۲۸	۲۶	النّور	وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ	50
۸۷	۹	الاحزاب	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ	51
۸۶	۱۰	الاحزاب	إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ	52
۸۶	۲۳	الاحزاب	وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ	53
۶۵	۹	یٰس	وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا	54
۴۳	۹	الصّف	هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ	55
۶۲	۲۴	المومن	أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ	56
	۷۱	المومن	وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ	
۲۰۳	۴	محمد	فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاء	57
۶۸	۱	الفتح	ِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا	58
۸۷	۱۵	الفتح	وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ	59
۴۶	۹	الحجرات	وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُو	60
	۲۵	سورۃالحدید	لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ	
۱۸۹	۹	ممتحن	إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ	61
۵۹	۴	الجمعه	ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاء	62
۶۵	۴۰	تحریم	فان الله فهو مولٰه و جبریل و صالح المؤمنین	63
۲۰۶	۸	الدھر	وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًاوَأَسِيرًا	64
۵۶	۱	المدثر	یا ایھا لمدثر قم فانذر	65
۲۴	۱	العلق	اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ	67
۶۹	۱	النصر	إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ	68

فہرست احادیث

نمبر شمار	متن	کتاب کا نام اور مصدر حدیث	صفحہ نمبر
1	اذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ	السنن الکبری ج۹، ص۱۹۹	۲۰۲
2	أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ	سنن ابی داود، باب فی اصلاح ذات البین، ج۴، ص۲۸۰	۵۴
3	اللہم منزل الکتاب و مجری السحاب	الجامع الصحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ الخندق	۸۷
4	اللہم ھذہ قریش قد اقبلت بخیلاءھا	الطبقات الکبریٰ،، ج۲، ص۱۵	۷۵
5	اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الكِتَابِ، وَمُجْرِيَ السَّحَابِ،	الجامع الصحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ الخندق	۸۲
6	اللہم ھذہ قریش قد اقبلت بخیلاءھا	الطبقات الکبریٰ،، ج۲، ص۱۵	۷۱
7	اذا رأیتم مسجدًا و سمعتم مؤذنا	ابوداؤد، باب فی تعشیر اھل الذّمہ اذا اختلفوا ،ج:۳، ص:۱۷۰	۱۱۷
8	إِذَا أَكْثَبُوكُمْ فَارْمُوهُمْ، وَاسْتَبْقُوا نَبْلَكُمْ	الصحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ بدر	۱۲۰
9	اذْهَبُوا بِنَا نُصْلِحُ بَيْنَهُمْ	ابوداود، ح۱۹۸	۵۱
10	ارجع فحجج أمرا تک	صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیّر	۲۹
11	أَنَّ الجَنَّةَ تَحْتَ ظِلاَلِ السُّيُوفِ	الصحیح البخاری، باب ماکان النبی ﷺ اذا لم یقاتل اوّل النہار	۱۰۶
12	أَنْ يَشْرَبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا	صحیح بخاری، باب ابوال الابل والدّواب، ج۱، ص۵۶	
13	اِنَّ النَّارَ لاَ يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللهُ،	الجامع الصحیح البخاری، ج:۲، ح:۲۸۹۳	۱۱۵
14	إِنَّمَا كَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَاتِلُ الْمُشْرِكِينَ	صحیح بخاری، ج۹، ص۵۴	
15	أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى خَيْبَرَ لَيْلًا،	صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ خیبر	۱۹۷

16	أَنَّ أَهْلَ قُبَاءٍ اقْتَتَلُوا حَتَّى تَرَامَوْا بِالْحِجَارَةِ،	سنن ابی داود، باب فی اصلاح ذات البین، ج ۴، ص ۲۸۰	
17	أَنَا النَّبِيُّ لاَ كَذِبْ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ	الجامع الصحیح البخاری، کتاب لمغازی، باب قول اللہ و یوم حنین اذا اعجبتکم	۱۰۰
18	اوصیکم بتقوی اللہ ولمن معکم من المسلمین	ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب الغارہ ولبیات وقتل النّساء والصبیان	۱۰۷
19	أَيَحْسَبُ أَحَدُكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ	سیرت النّبی، شبلی نعمانی، ناشرین قرآن لمیٹڈ لاہور ج: ۱، ص۵۱۹	۱۱۶
20	الآنَ نَغْزُوهُمْ وَلاَ يَغْزُونَنَا، نَحْنُ نَسِيرُ إِلَيْهِمْ	الجامع الصحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ الخندق	۸۷
21	بعثنا رسول اللہ ﷺ سریة الیٰ الحرکات	صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب علیٰ مایقاتل المشرکین	۱۰۵
22	بسم اللہ وبہ بدینا ولو عبدنا غیرہ شقینا	الطبقات الکبرٰی، ابن سعد، ج: ۲، ص۷۹	۸۴
23	خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ ا	الصحیح المسلم، کتاب الجہاد والسیّر، باب غزوہ خیبر	۹۱
24	الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ	صحیح بخاری، باب فضل مکہ وبنیانھا	۵۲
25	طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ	سنن ابن ماجہ، ح ۸۱	۲۵
26	فَبَعَثَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُنَادِي	سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب مایوم من انضمام العسکر	۱۷۱
27	فَضَيَّقَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ وَقَطَعُوا الطَّرِيقَ	سنن ابی داؤد، باب مایؤمر من انضمام العسکر، ج ۳، ص ۴۱	
28	قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ، أَوْ خَيْرِكُمْ	الجامع الصحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبیؐ من الاحزاب ومخرجہ الی بنی قریظہ	۸۹
29	كَانَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحُثُّنَا عَلَى الصَّدَقَةِ	سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی النھیٰ عن المثلة	۱۲۱
30	كَانَ إِذَا جَاءَ قَوْمًا بِلَيْلٍ لاَ يُغِيرُ عَلَيْهِمْ	البدائع الصنائع، ج: ۷، ص: ۱۰۱	۱۱۵
31	کان رسول اللہ ﷺ اوّل ماقدم المدینة	سنن نسائی، باب کیف فرضت الصّلاۃ	۲۸
32	لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ	الطبقات الکبرٰی، ابن سعد، باب مرجع النّبی من الاحزاب ومخرجہ الی بنی قریظ	۸۸
33	لا تتمنوا لقأ العدوا	الصحیح البخاری، باب ماکان النبی ﷺ اذا لم یقاتل	۱۱۹

		اوّل النهار	
34	لَا تَقْتُلُوا شَيْخًا فَانِيًا وَلَا طِفْلًا صَغِيرً	مصنّف ابن ابی شیبہ، باب من ینھی عن القتلہ ،ج۶،ص۴۸۶	۱۹۹
35	لاتقتلو ا امرأة ولا صغيرًا ولا شيخاً فا نيا	مشکوۃ المصابیح، کتاب الجہاد، باب القتال فی الجہاد	۱۲۰
36	لَمَّا فَرَغَ مِنْ قِتَالِ أَهْلِ خَيْبَرَ	صحیح مسلم، باب ردّ المھاجرین الی الانصار منا تحھم	۳۱
37	لو لا ان الر سل لا تقتل تضربت عنقک	سنن ابی داؤد، باب فی الرسل،	۱۱۷
38	ليس الكذاب الذى يصلح بين النّاس	صحیح بخاری، ح۲۶۹۳	۵۱
39	مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ، وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ	صحیح مسلم، باب الامر بلزوم الجماعۃ،	۱۹۸
40	مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا	صحیح بخاری، ج۱، ص۳۶	
41	نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدَا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدَا	الطبقات الکبرٰی، ج:۲، ص۷۹	۸۵
42	هذ ا الامين رضيناه	سیرت ابن ہشام، ص۱۹۲	۵۲
43	يا محمدا لكم ان تذ بحوا حمرنا	سنن ابی داؤد، باب تعشیر اہل الذمہ اذا اختلفوا،	۱۱۶
44	يا معشرالانصار يااصحاب السمرة	الطبقات الکبرٰی، ج:۲، ص:۱۵۱	۱۰۱
45	يُرِيدُ غَزْوَةً إِلَّا وَرَّى بِغَيْرِهَا	صحیح بخاری، ح۲۹۴۸	۲۹

فہرست اعلام

نمبر شمار	اعلام	صفحہ نمبر
۱۔	ابن منظور افریقی	۴۲
۲۔	ابن ہشام	۵۸
۳۔	ابن خلدون	۱۴۳
۴۔	بشیر بن سعدؓ	۱۰۹
۵۔	حارثؓ بن عمیر ازدی	۱۲۴
۶۔	خالد بن ارفط	۱۴۹
۷۔	دعثور بن حارث غطفانی	۱۰۵
۸۔	ڈاکٹر حمید اللہؒ	۱۶۳
۹۔	طلیحہ بن خویلد اسدی	۱۰۶
۱۰۔	عمروؓ بن امیہ ضمری	۸۵
۱۱۔	عیینہؓ بن حصن فراری	۸۸

فہرست اماکن

نمبر شمار	اماکن	صفحہ نمبر
۱۔	آرمینیا	۱۵۳
۲۔	آسٹریا ہنگری	۱۸۷
۳۔	بویب	۱۴۷
۴۔	عربسوس	۱۶۷
۵۔	قادسیہ	۱۴۸
۶۔	قسطنطنیہ	۱۷۶
۷۔	موُتہ	۹۷
۸۔	مدائن	۱۵۰
۹۔	متحدہ نیدر لینڈ	۱۸۶
۱۰۔	نیدر لینڈ	۱۸۶
۱۱۔	ہالینڈ	۱۷۵

فہرست مصادر و مراجع

القرآن الحکیم

تفاسیر

ابو فداء اسماعیل بن عمر بن کثیر قرشی بصری دمشقی، تفسیر ابن کثیر، دار الکتب العلمی بیروت

ابوالاعلیٰ مودودیؒ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، رجب ۱۴۲۶ھ

امین احسن اصلاحی، مولانا، تفسیر تدبّر القرآن،، کیو وائی پرنٹر لاہور ۲۰۰۹

پیر کرم شاہ الازہریؒ، تفسیر ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۱۳۹۸ھ

راغب اصفہانی، مفردات القرآن، حسین بن محمد، مکتبہ قاسمیہ لاہور، ۱۹۶۳ء

شبیر احمد عثمانی، فوائد عثمانی، مولانا، دار التصنیف کراچی، ۱۹۷۵ء

قاضی ثناءاللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، مکتبہ رشیدیہ پاکستان، ۱۴۱۲ھ

مفتی محمد شفیع، تفسیر معارف القرآن، مکتبہ معارف القرآن کراچی، ۱۹۶۹ء

کتب حدیث

ابو بکر بن ابن ابی شیبہ، المصنّف الکتاب فی الاحادیث والآثار، مکتبہ الرشد ریاض، طبع اولیٰ ۱۴۰۹ھ

ابو بکر البیہقی، السنن الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ

ابن ماجہ ابو عبداللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، دار احیاء الکتب العربیہ الحلب

ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی الخراسانی، سنن للنسائی، مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب ۱۴۰۶ھ

ابن حجر، العسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری، شرح صحیح بخاری، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ناشر موٴسسہ الرّسالہ بیروت

محمد بن اسماعیل ابو عبداللہ البخاری الجعفی، صحیح البخاری، دار طوق النجاۃ طبع اولیٰ، ۱۴۲۲ھ

مسلم بن الحجاج ابوالحسن القشیری النیسابوری ،المسند الصحیح المختصر،الناشر،داراحیاء التراث العربی ،بیروت

محمد بن عیسی بن سَوْرة بن موسی بن الضحاک،الترمذی، سنن الترمذی بیروت ۱۹۹۸ م

محمد بن عمر الواقدی، کتاب المغازی، جامع آکسفورڈ برطانیہ ۱۹۶۶ء

ولی الدّین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب العمری التبریزی مشکوٰۃ المصابیح، مکتبہ محمدیہ،چیچہ وطنی ساہیوال، طبع اولیٰ ۲۰۰۵ء

کتب اللغات

ابن منظور افریقی، لسان العرب، دار صادر بیروت

ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا، معجم مقاییس اللغۃ، دار الکتب العلمیہ اسماعیلیان نجفی ایران

ابو حسین احمد بن فارس بن زکریا، معجم مقاییس اللغۃ، دار الکتب العلمیہ اسماعیلیان نجفی ایران، ج ۲، ص ۳۰۳

اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور، طبع ۱۹۷۳

اصفہانی راغب، حسین بن محمد، مفردات القرآن، مکتبہ قاسمیہ لاہور

ابوالفتح عزیزی، مفتاح اللغات، محمد سعید اینڈ سنز کراچی

عبدالحفیظ بلیلاوی، مصباح اللغات، میر محمد کتب خانہ کراچی

مجدالدین ابو طاہر محمد بن یعقوب الفیروزآبادی، القاموس المحیط، مکتبہ البیروت، لبنان ۱۴۲۶ھ

مولوی عبدالعزیز، لغات سعیدی، ۱۹۳۶، کانپور انڈیا

مولوی فیروزالدین، فیروز اللغات، ص ۳۶۱، فیروز سنز لمیٹڈ کراچی

وصی اللہ کھوکھر، جہانگیر اردو لغت، ، جہانگیر بکس کراچی

وارث سرہندی، قاموس مترادفات، طبع اگست ۱۹۸۶، کاروان پریس لاہور

Pocket Oxford English dictionary, oxford university press, New Delhi India.

Longman English dictionary,marriem Webster inc.1984.

کتب السیرۃ والتّاریخ

ابوالحسن علي بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد الشیبانی الجزری، عز الدین ابن الاثیر، اسد الغابہ في معرفۃ الصحابہ، دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۵ھ

ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف بن احمد بن شہاب الدین محمد زرقانی مالکی، شرح زرقانی علی المواہب لدنیا بالمنح المحمدیہ، دار الکتب العلمیہ، طبع اولی ۱۴۱۷

ابوعمر یوسف بن عبداللہ القرطبیؒ، الاستیعاب فی معرفہ الاصحاب، دار الجیل بیروت، ۱۴۱۲ھ

احمد بن یحیٰ بن جابر البلاذری، جمل من انساب الاشراف، طبع اولی، مکتبہ دار الفکر بیروت لبنان، ۱۴۱۸ھ

احمد بن یحیی بن جابر بن داود البَلاذُری، فتوح البلدان دار و مکتبہ الہلال بیروت ۱۹۸۸ء

اسماعیل بن عمر بن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، مطبع السعادۃ مصر، طبع اوّل ۱۳۵۱ھ

حبیب الرّحمٰن کیلانی ڈاکٹر، نبی کریم ﷺ بحثیت سپہ سالار، مکتبہ دار السّلام لاہور، جولائی ۲۰۰۳ء

خالد علوی ڈاکٹر، انسان کامل، الفیصل ناشران لاہور، جون ۲۰۰۵ء

شہاب الدّین ابو عبداللہ یاقوت بن عبداللہ رومی حموی، معجم البلدان، دار صادر بیروت، طبع ثانی ۱۹۹۵م

شبلی نعمانی، سیرت النّبی، ناشرین قرآن لمیٹڈ لاہو

شبلی نعمانی، علامہ، الفاروق، ص۱۳۷، دار الاشاعت کراچی سن ۱۹۹۱ء

شاہ معین الدین ندوی، تاریخ اسلام، مشتاق بک کارنر اردو بازار لاہور، طبع اوّل

طبقات الکبریٰ لابن سعد، ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی، البصری، البغدادی المعروف بابن سعد، مکتبہ الصدیق الطائف، ۱۴۱۴ھ

عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری المعافری، السیرۃ النبویہ، مکتبہ مصطفی البابی الحلبی واولادہ بمصر، ۱۳۷۵ھ

عبدالرحمن بن محمد بن محمد، ابن خلدون ابوزید، تاریخ ابن خلدون، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۸ھ

فتوح الشام، محمد بن عمر بن واقد سہمی اسلمی مدنی، ابو عبداللہ، واقدی ، دار الکتب العلمیہ

قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، دار المعرفہ ،بیروت، لبنان، ۱۳۹۹ھ

قاضی سلیمان سلمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، مکتبہ الفیصل اردو بازار لاہور، مئی ۱۹۹۱ء

محمد حسین ہیکل، حیات محمد، مکتبہ جدید پریس لاہور، ۱۹۹۳ء

محمد بن محمد بن محمد بن احمد ابن سیّد النّاس، عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، دار القلم بیروت، طبع اولی ۱۴۱۴ھ

محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی، ابو جعفر الطبری ،تاریخ الرسل والملوک، دار التراث بیروت ۱۳۸۷ھ

محمد بن عمر الواقدی، کتاب المغازی، مطبع جامع آکسفورڈ برطانیہ ۱۹۶۶ء

محمد بن عمر بن واقد السہمی الأسلمی، ابو عبداللہ، الواقدی، فتوح الشام, دار الکتب العلمی ۲۰۷ھ

محمد حمید اللہ ڈاکٹر، الوثائق السّیاسیۃ، دار الارشاد بیروت لبنان

[1] Europe Since 1870: An International History by James Joll, penguin book, Middlesex, 1990

دیگر کتب

ابوالاعلیٰ مودودیؒ، مولانا، الجہاد فی الاسلام، اے این اے پرنٹرز، لاہور، ۲۰۰۲ء

ابوالاعلیٰ مودودیؒ مولانا، تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں، اسلامی پبلی کیشنز لاہور

بشیر ساجد، حضرت ابو بکر صدیقؓ، سنہ اکتوبر ۲۰۱۴ء، مطبع نوید حفیظ پرنٹرز لاہور

حمید اللہ ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء

حمید اللہ، ڈاکٹر، الوثائق السّیاسیۃ، بیروت، لبنان، دار الارشاد ۱۹۰۸ء۔ ۲۰۰۱ء

حبیب الرّحمٰن کیلانی ڈاکٹر، نبی کریم ﷺ بحثیت سپہ سالار، جولائی ۲۰۰۳ء، مکتبہ دار السّلام لاہور

خورشید احمد، پروفیسر، اسلامی نظام حیات، اے ایس پرنٹرز راولپنڈی، ۲۰۱۶ء

راشد شیخ، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، المیزان پبلشرز، فیصل آباد، ۲۰۰۳ء

عمر تلمسانی ، شہید المحراب عمر بن الخطابؓ، البدر پبلی کیشنز لاہور، اکتوبر ۲۰۱۸ء

قاضی سلیمان سلمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، مکتبہ الفیصل اردو بازار لاہور، مئی ۱۹۹۱ء

محمد طاہر القادری ڈاکٹر، اسلام میں انسانی حقوق، منہاج القرآن پرنٹرز لاہور، فروری ۲۰۰۹ء

محمد حسین ہیکل، حیات محمد، مکتبہ جدید پریس لاہور، ۱۹۹۳ء

وہبہ ذحیلی ڈاکٹر، بین الاقوامی تعلقات، ترجمہ مولانا حکیم اللہ ، مطبع ادارہ تحقیقات اسلامی۔اسلام آباد ،۲۰۱۵ء

1 In the hands of Taliban,yvonny ridly,robson books ,2003-

2 The Development of International law after the World war, Otfrie Nippold, the aw book exchange, ltd. New jercy, 2004.

3 Encyclopaedia Britanica, orA, Wenterworth press, 2016.

4. Vom Krieg, Carl von clause witz, forgotten books, 2008.

5- Hostilities without Declaration of War, by L, Col J.F Maurice, Royal, London,ء1883.

6. Artillery, W.Clows & Sons, Limited13, chairing cross, London, 1883.

7. British and foreign State Papers, Compiled by the librarian and keeper of the papers, foreign office London, William Ridgway160, Piccadilly, 1870.

8. The story of How US spacil fores infilterated Pakistan ,Marc AQbider and David Brown, Feb 15 ,2012.-

9.The Development of International law after the World war, Otfri Nippold, the law book exchange, ltd. New jercy, 2004

رسائل

ماہنامہ ترجمان القرآن، اگست ۲۰۱۷

روزنامہ نوائے وقت، ۱۰ دسمبر ۲۰۱۸

بی بی سی ہندی، ۴ نومبر ۲۰۱۶

واشنگٹن پوسٹ، ۱۲ اپریل ۲۰۱۱

بی بی سی اردو ڈاٹ کام لندن، ۱۶ اکتوبر ۲۰۱۸

تیموز اردو، ۱۵ جولائی ۲۰۱۸

روزنامہ نئی بات جنوری ۲۰۱۹

مہر خبر رساں ۹ نومبر ۲۰۱۸

مرکز اطلاعات فلسطین، ۱۴ مارچ ۲۰۱۷

گلوب اینڈ میل، ۱۶ اپریل ۲۰۰۹ء

روزنامہ ایکسپریس اردو، ۱۹ جون ۲۰۰۸ء

العربیہ ڈاٹ نیٹ، ۱۶ فروری ۲۰۱۷

روزنامہ نوائے وقت، ۱۱ ستمبر ۲۰۱۸

روزنامہ جنگ، ۳ فروری ۲۰۱۹

اے آر وائی نیوز، ویب ڈیسک ۵ اپریل ۲۰۱۸

سپائیگل ٹی وی، کل ٹیم ڈاکومینٹری، ۲۴ دسمبر ۲۰۱۸